

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 فَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ سَلَكَ عَلَى الشَّيْطَانِ فَهُوَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ
 (قرآنی، انعام)

سیرت صد الشریعہ



أَقْلَمُ حَقِيقَتِكَ

حافظ محمد عطاء الرحمن قادری ایم اے



خَلِيفَةُ عَلِيٍّ جُنُبٌ مَصْنُوفَةٌ نَارِ شَرِيعَتِ
مُتَّعِدِ الشَّرِيعَةِ مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ أَمِيدُ عَلِيٍّ عَظِيمِ كِي حَقِيقِي، عَلِيٍّ مَسْنَدِ اَوْرُوزِ جَامِعِ سَوَلَخ

بِعُنْوَانِ

یہ تہ صمد الشریعہ

اَز قَلْبِ حَقِيقَتِ لَقْدِ
حَافِظِ مُحَمَّدِ عَطَا الرَّحْمٰنِ قَاوِمِ
اِيْمَانِ

مَكْتَبَةُ عَلِيٍّ جُنُبِ
لَاہُور، پَاكِسْتَان

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

وعلى الك واصحابك يا حبيب الله

جمالیہ حقوتی کتب خانہ شکر محفوظہ لاہور

سیرت صدر الشریعہ

نام کتاب

حافظ محمد عطاء الرحمن قادری رضوی

نام مؤلف

ایم اے علی محمد عربی زبان و ادب

قادری غلام فرید قادری

پروف ریڈنگ

محمد قاسم احمد اویس

تعداد

1106

سن اشاعت

جمادی الاخریٰ 1423ھ

بمطابق اکتوبر 2002ء

ہدیہ

99 روپے

ناشر

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور پاکستان

فٹے کا پتہ

مکتبہ اعلیٰ حضرت

دور مار کین سٹاؤن لاہور

Voice 7247301 Email: sjmaletter20@hotmail.com

فہرست مضامین

9	انتساب
10	اظہار تشکر
11	تقریظ علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق مدظلہ العالی
12	تقریظ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ العالی
13	تقریظ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی
15	تقریظ قاضی محمد مظفر اقبال رضوی مصطفوی مدظلہ العالی
17	تقدیم سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی
25	حرف آغاز
28	حضرت صدر الشریعہ ایک نظر میں
باب نمبر 1: ابتدائی حالات و واقعات	
32	ولادت باسعادت
32	تعلیم
33	قوتِ حافظہ
34	تعلیم کے ساتھ ساتھ تدریس
34	محدث سورتی کے حضور
35	تدریس کا آغاز
36	امام احمد رضا بریلوی سے پہلی ملاقات
37	علم طب میں مہارت
37	طب جسمانی سے طب روحانی کی طرف مراجعت
38	دارالعلوم مظہر اسلام میں بحیثیت مدرس
40	صدر الشریعہ پر اعلیٰ حضرت کی عنایات
45	دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف روانگی
50	دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ تشریف آوری
52	صدر یار جنگ کا اعتراف
54	مدرسہ مظہر العلوم بنارس تشریف آوری
55	تدریسی خصوصیات

63	مسلم یونیورسٹی کے نصابی بورڈ میں شرکت
65	تقریر و تبلیغ
67	تین گھنٹے مسلسل تقریر
69	عظمتِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر یادگار خطاب
72	تحریکِ پاکستان کے حق میں یادگار تقریر
74	آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شرکت
74	صدر الشریعہ کی تقریر کی خصوصیات
75	اشاعتِ کتب
77	رد و مناظرہ
83	شروعاً نڈ کا فرار
83	رام چندر کی گھست
84	زمانہ طالب علمی کا ایک مناظرہ
85	صدر الشریعہ کے مناظرے کی خصوصیات

باب 2: حج و زیارت

87	علمائے حرم میں اعلیٰ حضرت کا چرچا
88	مقام ولادت نبوی کے انوار
88	صبحِ امید
89	حاضر کی دربار
90	علمائے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
91	مولانا ضیاء الدین مدنی خلیفہ اعلیٰ حضرت
91	حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک رات
92	در و فراق
93	بریلی مراجعت

باب 3: اخلاق و عادات

96	نماز باجماعت پر عادت
96	ذوقِ عبادت
98	عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
99	نعتیہ مشاعرے کا انعقاد

100	اتباع سنت
101	گھر کا کام
101	آپ کی ایک دعا
102	سادات کا احترام
102	بہدروی
102	کمال مبر
104	خوش اخلاقی
105	مہمان نوازی
105	وقت کی قدر
105	ہر ادا، ایک حکمت
106	دیگر کوائف
107	حلیہ مبارکہ

باب 4: تصنیفات

109	بہار شریعت
121	فتاویٰ امجدیہ
125	حاشیہ طحاوی شریف
128	التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل
129	قامع الواہیات من جامع الجزئیات
133	اتمام حجت تامہ
139	اسلامی قاعدہ
140	حضرت صدر الشریعہ کی تحریر کی خصوصیات
140	مختصر نگاری
140	سادہ نگاری
141	منظر نگاری

باب 5: نمونہ تحریر و فتاویٰ

144	اصنائے وضو کی روشنی
145	خواب کی شرعی حیثیت
147	زیارت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

- 147 روضہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت
 149 تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 153 بزرگانِ دین کے نام کے ساتھ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ لکھنا کیسا؟
 154 علمائے کرام کی تحقیر
 155 بچوں کے کھلونے جائز یا ناجائز؟
 155 جنت سے متعلق چند سوالات

باب 6: مکتوبات

- 158 اعلیٰ حضرت کی خدمت میں
 160 محدثِ اعظم پاکستان کے نام
 162 بڑے صاحبزادے حکیم شمس المحدثی کے نام

باب 7: اساتذہ

- 166 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ
 172 تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت
 184 مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ
 186 مولانا ہدایت اللہ رام پوری علیہ الرحمۃ

باب 8: تلامذہ

- 189 صدر الشریعہ ایک باکمال مشفق استاد
 199 مشاہیر تلامذہ
 201 محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمۃ
 207 حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری علیہ الرحمۃ
 212 شیر پشہ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمۃ
 213 استاذ العلماء مفتی وقار الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ
 214 مجاہدِ ملت مولانا حبیب الرحمان لہ آبادی علیہ الرحمۃ
 215 امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ
 216 سید العلماء مولانا آل مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمۃ
 218 شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین جوہنوری علیہ الرحمۃ
 220 خلیلِ ملت مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ
 224 شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ

- 227 امین شریعت علامہ رفاقت حسین کانپوری علیہ الرحمۃ
- 229 خیر الاذکیاء علامہ غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمۃ
- 231 شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمۃ
- 233 فخر المجدین علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ
- 236 استاذ العلماء حضرت علامہ محمد سلیمان بھگلپوری علیہ الرحمۃ
- 237 استاذ العلماء مفتی تقدس علی خان رضوی علیہ الرحمۃ
- 239 فقیہ العصر مفتی اعجاز ولی خان رضوی علیہ الرحمۃ
- 241 خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی غلام جان ہزاروی علیہ الرحمۃ
- باب 9: خلفاء و مریدین
- 244 صدر الشریعہ کارو حانی مقام
- 245 اعلیٰ حضرت کے وکیل بالبیچہ
- 246 بہار طریقت
- 246 مشاہیر خلفاء و مریدین
- 248 علامہ شاہ عبدالحق اعظمی امجدی علیہ الرحمۃ
- 248 علامہ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ
- 249 علامہ ثناء اللہ محدث امجدی علیہ الرحمۃ
- 256 شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ
- 251 ریجن التحریر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ
- 252 مصلح اہل سنت علامہ قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ
- 254 فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمۃ
- 255 مولانا عبدالشکور اعظمی مدظلہ العالی
- 256 مفتی ظفر علی نعمانی مدظلہ العالی
- 257 مولانا قاری محمد یحییٰ امجدی علیہ الرحمۃ
- 258 مولانا غلام ربانی فائق الامجدی علیہ الرحمۃ
- باب 10: اولاد امجاد
- 261 سب کے سب عالم
- 262 اولاد کی تعلیم و تربیت
- 270 محدث کبیر علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ مصباحی مدظلہ العالی

271	مولانا حافظ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ العالی
272	عالیہ عالم مولانا علامہ بہاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ العالی
	باب 11: وصال پر طلال
273	سفرِ حرمین یا سفرِ آخرت
274	سوز و گدازِ عشق
277	صدر الشریعہ کے آخری لمحات
284	گھوسی اسٹیشن پر رقت انگیز منظر
286	قطعہ تاسین وصال و مادہ حائے تاریخ

باب 12: کرامات

291	خوشبو ہی خوشبو
292	قبر کی مٹی ذریعہ شفاء
292	حیات بعد از وصال
293	مشکل کشائی
294	بلند آوازی

باب 13: نذرانہ اہل دانش و مناقب

296	اساتذہ کی نظر میں
296	معاصرین کی نظر میں
299	السلام اے حضرت علامہ احمد علی
300	بش رہی ہے تیرے حلقہ پر
301	جہان میں ہر طرف ہے تذکرہ صدر شریعت کا
302	عطا کر دے خدا صدقہ ہمیں صدر شریعت کا
303	ورق و ورق کو گل لالہ کرو یا جس نے
304	احمد رضا نے جس کو دعا میں کہا "میرا"
304	دوا ہند سے لکھا تو بس کا پھل دینے میں
305	آپ کا احسان اے صدر الشریعہ کم نہیں
308	کتابیات



انتساب

بمحضور

سید العرفاء، سند الاتقیاء

زبدۃ الاولیاء، استاذ العلماء

مخدوم اہل سنت، نائب اعلیٰ حضرت

رہبر شریعت و طریقت

منبع علم و فضل، محدث اعظم پاکستان

مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب

قادری، چشتی قدس اللہ سرہ و نور اللہ مرقدہ

بتوسط

پیر طریقت، رہبر شریعت

حاجی سنت، حاجی بدعت

فیض یافتہ امیر ملت

نائب محدث اعظم پاکستان

سیدی و سندی و مرشدی حضرت علامہ

مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب

قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ

گر قبول اقتداز ہے عز و شرف

محتاج کرم:

محمد عطاء الرحمن قادری رضوی

عفی عنہ



اعظہا تشکر

مندرجہ ذیل محسنین و محبین نے مواد کی فراہمی سے لے کر کتاب کی تدوین و ترتیب تک بہت تعاون فرمایا۔ راقم ان سب کا تہ دل سے شکر گزار ہے اور دعا گو ہے کہ مولائے کریم سب کو اپنی بے کراں نعمتوں سے نوازے۔ آمین

- 1۔ علامہ محمد عبدالکحیم شرف قادری برکاتی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
- 2۔ مولانا مبارک حسین مصباحی، ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، انڈیا
- 3۔ حضرت علامہ گوکب نورانی اوکاڑوی سرپرست مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی، کراچی
- 4۔ پروفیسر طاہر محمود چوہدری پنجاب یونیورسٹی لاہور،
- 5۔ صاحبزادہ سعید و جاہت رسول قادری، صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی
- 6۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ایڈیٹر ماہنامہ جہانِ رضالاہور
- 7۔ قاضی محمد مظفر اقبال رضوی مصطفوی ابن مفتی غلام جان ہزاروی لاہور۔
- 8۔ ملک محبوب الرحمن رسول قادری، ایڈیٹر ماہنامہ سوائے حجاز لاہور
- 9۔ مولانا محمد قلیل اعظمی قریشی، شفعی، سمیعی، انڈیا۔
- 10۔ جناب عبدالقیوم طارق سلطان پوری، حسن ابدال
- 11۔ مولانا حماد رضا نوری، دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد
- 12۔ جناب محمد محبت خان کوحانی، مدیر ماہنامہ کاروانِ قمر، کراچی
- 13۔ مولانا حافظ محمد ضیاء الرحمن قادری، خطیب جامع مسجد فاروق اعظم، لاہور
- 14۔ ملک محمد سعید مجاہد آبادی نگران ادارہ مظہر اسلام، لاہور

محمد عطاء الرحمن قادری رضوی غفرلہ

تقریظ

مجاہد ملتِ پاسبانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت، نمونہٴ اسلاف، عالمِ باعمل،
حضرت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی ^{مدظلہ}

امیر جماعتِ رضائے مصطفیٰ، پاکستان

”مولیٰ تعالیٰ کا بجد و بیشمار شکر ہے کہ اس نے عزیز ابن عزیز مولانا عطاء الرحمن سلمہ الرحمن کو اپنے حبیبِ کریم علیہ التحیة والتسلیم کے وسیلہٴ جلیلہ سے ”صدر الشریعہ کی تعلیمی خدمات“ تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس میں کامیابی نصیب کی۔ فالحمد لله علی ذالک۔ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی عمر و صحت، علم و عمل اور تقریر و تحریر میں مزید برکت عطا فرمائے۔ اور انہیں مزید علمی و تحقیقی و مسلکی خدمات سرانجام دینے کی توفیق بخشے۔ ان کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے۔ اور ان کے لیے اور ان کے والد صاحب مرحوم عزیزم رشید احمد قادری رضوی علیہ الرحمۃ کی بلندی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔“

جہاں تک آقائے نعمت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب کے استاذِ محترم صدر الشریعہ محسن اہل سنت خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت کا تعلق ہے ان کی عظمت کا اندازہ ان کی زندہ و جاوید ”بہارِ شریعت“ و ”سیرت صدر الشریعہ“ اور ان کے شاگرد علماء اعلام کی جلالتِ شان سے لگایا جاسکتا ہے۔

ابوداؤد محمد صادق

(خطیبِ زینۃ المساجد دار السلام گوجرانوالہ)

تقریظ

شہزادہ صدر الشریعہ، استاذ القراء مولانا

حافظ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی

خطیب نیومین مسجد کراچی

عزیز از جان فاضل نوجوان مولانا عطاء الرحمان صاحب نے حضرت صدر الشریعہ کی تدریسی و تعلیمی خدمات کے عنوان پر پنجاب یونیورسٹی شعبہ ایجوکیشن میں مقالہ پیش کیا ہے اور امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے مقالہ صدر الشریعہ پر امتیازی کامیابی حاصل کرنا مولانا عطاء الرحمان صاحب کا زرین کارنامہ ہے۔

اس مقالہ پر اضافہ کے ساتھ صدر الشریعہ کی سوانح حیات پر ایک تفصیلی کتاب مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور نے شائع کی ہے۔ فاضل جلیل مولانا عطاء الرحمان صاحب اور ناظم مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور کا میں شکر گزار ہوں کہ مولیٰ کریم صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ پر مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دعا گو

رضاء المصطفیٰ اعظمی بن صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ

نیومین مسجد، بولٹن مارکیٹ کراچی-2



تقریظ

محسن اہل سنت، صاحب تصانیف کثیرہ، استاذ العلماء
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین
صدر الشریعہ بدرالطریقہ حضرت مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ علماء ہند میں وہ مقدس
اور فیاض شخصیت ہیں جنہوں نے ملت اسلامیہ کو بہار شریعت ایسا عظیم فقہی انسائیکلو پیڈیا عنایت
فرمایا فقہ حنفی میں اتنی عظیم و جلیل تصنیف راقم کی نظر سے نہیں گزری شرح مغانی لآثار عربی حاشیہ
آپ کی ناوریادگار ہے۔ فتاویٰ امجدیہ چار جلدوں میں اپنی مثال آپ ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ قرآن پاک کا بے مثل اردو ترجمہ ”کنز الایمان“ بھی آپ ہی کی دین
ہے آپ ہی کے تقاضے پر امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز دوپہر کے آرام کے وقت اور
رات کو لائٹین کی روشنی میں لکھواتے تھے اور صدر الشریعہ لکھتے جاتے تھے۔

حضرت کا یہ کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے شاگردوں کی ایک ایسی
جماعت تیار کی کہ ان میں سے ہر ایک صحیح معنوں میں صدر الشریعہ کا جانشین تھا، مثلاً پاکستان میں
محدث اعظم محمد سردار احمد چشتی قادری اور ہندوستان میں حافظ ملت مولانا حافظ عبد العزیز محدث
مراد آبادی بانی مجوزہ اسلامی یونیورسٹی مبارکپور جن کے شاگرد صرف پاک و ہند میں نہیں بلکہ دیگر
ممالک میں اسلام اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پھیلا رہے ہیں۔



ضرورت تھی کہ عامۃ المسلمین اور خاص طور پر علماء کے اس محسن پر یونیورسٹی میں مقالہ لکھا جاتا اور علمی دنیا کو اس فرد فرید سے متعارف کرایا جاتا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے عزیز القدر فاضل نوجوان مولانا عطاء الرحمن حفظہ اللہ تعالیٰ کو کہ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ایجوکیشن میں ”صدر الشریعہ کی تعلیمی خدمات“ کے عنوان پر ایم۔ اے کا مقالہ تحریر کیا اور تحقیق اور مقالہ نویسی کا حق ادا کر دیا اور سو میں سے اسی نمبر حاصل کر کے ممتاز پوزیشن میں کامیابی حاصل کی۔ فالحمد لله علی ذالک

مبارک صد ہزار مبارک

مکتبہ اعلیٰ حضرت اس مقالے کو چند اضافوں کے ساتھ ”سیرت صدر الشریعہ“ کے نام سے شائع کر رہا ہے، مولانا کریم اللہ سب حضرات کو ہارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔
زندہ قوم میں اپنے اکابر کی یادوں کو مشعل راہ بنا کر ترقی اور کامرانی کے زینے طے کرتی ہیں،
شیخ سعدی طیار خستہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

نام ... نیک رفتاں ضائع کن

تایمان نام نکتہ برقرار

محمد عبدالکلیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور۔ پاکستان

9 ربیع الاول 1423ھ

22 مئی 2002ء

تقریظ

صاحبزادہ والا مرتبت پروردہ آغوش ولایت

قاضی محمد مظفر اقبال رضوی مصطفوی

خطیب جامع مسجد شاہ عنایت اندرون بھائی گیٹ لاہور

حضرت صدر الشریعہ ابوالعلیٰ حکیم محمد امجد علی الاعظمی القادری الرضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ عظیم

قبحر و محقق عالم دین تھے جن پر ملت اسلامیہ بجا طور پر فخر کرتی رہے گی۔ یوں تو آپ کو تمام علوم پر عبور حاصل تھا مگر فقہی بصیرت میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔

اکابر علمائے کرام آپ کی خداداد ذہانت و فقاہت کے قائل و معترف تھے۔ حیدرآباد دکن کے امور مذہبیہ کے صدر حضرت مولانا حبیب الرحمن شروانی فرماتے تھے کہ مولانا امجد علی ان چار پانچ مدرسین میں سے ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں۔ مدرسہ اہل سنت و جماعت مرکزی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک قابل جوہر کی تلاش تھی، محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتخاب پر آپ کو بریلی شریف میں تدریسی خدمات انجام دینے کا زریں موقع میسر آیا۔

تدریس کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا کی توجہ خاص سے آپ نے بہت سے علمی و روحانی درجات طے کیے۔ امام احمد رضا کی نظر کی میا اثر نے انہیں مقبول اور الطاف خاص کا مورد بنا دیا امام احمد رضا آپ کی فقہی مہارت کے مداح تھے۔ ”صدر الشریعہ“ کا خطاب بھی آپ ہی کی بارگاہ کا عظیم عطیہ ہے۔

ضرورت بلکہ اشد ضرورت تھی کہ ایسے عظیم سکا لرو فقہی ماہر نابغہ عصر کی خدمات جلیلہ سے نئی

روشنی کی نئی پود کو روشناس کرایا جاتا۔ اللہ کے لیے حمد ہے کہ اس نے عزیز گرامی حافظ محمد عطاء الرحمن قادری کو یہ عزت بخشی کہ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ایجوکیشن میں ”صدر الشریعہ کی تعلیمی خدمات“ کے عنوان پر ایم۔ اے کا مقالہ سپر و قلم کیا اور ممتاز درجہ میں کامیابی حاصل کی۔ یقیناً عزیز گرامی کا یہ کارنامہ بہت بڑا اعزاز ہے۔

یہ جان کر خوشیوں میں ڈھیروں اضافہ ہوا کہ ”مکتبہ اعلیٰ حضرت“ اس مقالہ کو خلفاء و تلامذہ کے حالات کے اضافے کے ساتھ ”سیرت صدر الشریعہ“ کے عنوان سے عوام کے استفادے کے لیے منظر عام پر لا رہا ہے۔ اچھی کاوش ہے، اچھی محنت ہے۔ فجزاھما اللہ احسن الجزاء بحرمۃ نبیہ المجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ واصحابہ اجمعین۔

محمد مظفر اقبال رضوی مصطفوی ابن مفتی محمد غلام جان قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مسجد حنفیہ رضویہ اندرون نکلسالی گیٹ لاہور

جمعرات 21 جمادی الاولیٰ 1423ھ

یکم اگست 2002ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقدیم

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

اسلام میں ”تفقہ فی الدین“ کو بڑا مقام حاصل ہے۔ اسلامی فقہ کا اصل ماخذ قرآن و حدیث ہیں۔ اور اس کی اہمیت پر قرآن کریم نے پوری روشنی ڈالی ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ
طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ
لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔
(سورۃ توبہ: 9: 122)

”اور مسلمانوں سے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنا میں اس امید پر کہ وہ بچیں (برائیوں سے)“

اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ فقہ (علم احکام دین) افضل ترین علوم میں سے ہے۔ اور یہ کہ ”تفقہ فی الدین“ کا حصول اللہ تبارک و تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے۔

دینی بصیرت اللہ تبارک و تعالیٰ کی بہت بڑی عطا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف کے مضمون سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

من یرد اللہ خیرا یفقہ فی الدین

(بخاری شریف کتاب العلم حدیث نمبر 60 ج 1 ص 16 مطبوعہ دہلی)

یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لیے بہتری چاہتا ہے اسے فقیہ بنا دیتا ہے۔

فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذکی و فہیم ہو علوم اسلامیہ قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھتا ہو اور اپنے زمانے کے علوم لوگوں کے مزاج و عادات رسم و رواج اور تہذیب و تمدن سے پوری طرح باخبر ہو۔

دور خلفائے راشدین کے بعد ”مملکت اسلامی کی وسیع تر ہوتی سرحدوں، ماوراء النہر، ایشیاء یورپ اور افریقہ نئی نئی قوموں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے بدلتے ہوئے حالات و



زمانہ کے اعتبار سے نت نئے مسائل ابھر کر سامنے آئے جس کے سبب قرآن و حدیث کے علاوہ (جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور میں فقہی مسائل کی تشریح و توضیح کے اصل ماخذ تھے) اجماع اور قیاس کی بھی ضرورت محسوس کی گئی اور یہ عمل بھی قرآن و سنت کی ترغیب پر اس دور کے فقیہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین حضرات نے اختیار کیا تاکہ اپنے دور کے مسلمانوں کو پیش آمدہ جدید مسائل و معاملات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی روشنی میں صحیح رہنمائی کی جاسکے اور حالات و مسائل کی آڑ میں اس دور کے اسلام دشمن عقائد و خیالات کی پورش سے مسلمانوں کے ایمان و عقیدے اور تہذیب و تمدن کی حفاظت کی جاسکے۔

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں فقہ اسلامی نے ایک منظم و منضبط "عمدۃ العلم" یعنی (Faculty of Knowledge) کی صورت اختیار کر لی۔ لہذا اس عہد میں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ کوفہ بصرہ شام مصر و یمن وغیرہ کئی مقامات پر فقہی تعلیم کے مراکز قائم ہوئے۔ تاریخ اسلام کی جلیل القدر شخصیات نے اسلامی فقہ کی ترویج و اشاعت میں حصہ لیا۔ اور اس طرح مختلف فقہی مکاتب فکر سامنے آئے۔ لیکن ان میں صرف چار بزرگوں کے مذہب کو فروغ اور قبول عام نصیب ہوا۔ جن میں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (متوفی 150ھ) امام مالک بن انس (متوفی 179ھ) امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی 204ھ) اور امام احمد بن حنبل (متوفی 241ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ عالم اسلام میں ان چاروں اماموں کے مذہب کو رواج ملا، لیکن ان میں سب سے زیادہ فروغ فقہ حنفی (امام ابو حنیفہ کے مذہب) کو نصیب ہوا۔ آج عراق، جاڑن، ترکی، آذربائیجان، ماوراء النہر کے علاقہ کے قرب و جوار کی تمام نوآباد مسلم روسی ریاستیں، افغانستان، پاک و ہند اور بنگلہ دیش میں 95 فیصد مسلم آبادی فقہ حنفی کی ماننے والی ہے، برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ہر دور میں فقہ حنفی کے جلیل القدر امام اور فقیہ گذرے ہیں۔ مثلاً حضرت مجدد الف ثانی، محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہم اللہ علیہم۔ لیکن برطانوی دور کے آخری عہد یعنی انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل (ربیع) میں امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ جیسی عبقری وقت فقیہ یگانہ اور ہمہ جہت شخصیت اپنے تجدیدی کارناموں



دینی، علمی، فقہی اور تصنیفی خدمات کی بناء پر ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ ان کے ہم عصر علمائے عرب و عجم و حرمین شریفین نے ان کے انہی کارناموں کی بناء پر انہیں فرید الدہر فقہ اعظم زمانہ یگانہ روزگار امام العصر اور اس صدی کا مجدد قرار دیا ہے۔ یوں تو تجدید و احیائے دین کا کارنامہ ان کی ایک ہزار سے زائد تصانیف کی سطر سطر سے عیاں ہے اور انہوں نے علوم اسلامی، اور فقہ و حدیث کے علاوہ متعدد علوم و فنون اور علوم عقلیہ نقلیہ قدیمہ اور جدیدہ بشمول جدید فلسفہ اور سائنسی نظریات پر اپنے قلم کی جولانی اور دسترس اور کمال کا مظاہرہ کیا ہے۔ لیکن فتویٰ نویسی، تجدید و احیائے دین اور تفقہ فی الدین ان کا خصوصی میدان تھا۔ ان کی ایک ہزار تصانیف کا تقریباً ثلث حصہ (300 کتابیں) ان کی فقہی بصیرت پر شاہد عادل ہیں۔ ان کی اس حیثیت کے حوالے سے متعدد ملکی اور عالمی جامعات میں مثلاً پٹنہ یونیورسٹی (انڈیا) اور جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) میں تھیسس لکھی جا چکی ہیں اور مزید عنوانات پر تحقیقی کام جاری ہے۔ ان کو صرف فقہ حنفی ہی نہیں بلکہ فقہ اربعہ پر بھی کمال دسترس حاصل تھا۔ چنانچہ انہوں نے اربعہ مذاہب کی بنیاد پر بعض کتب تصنیف کی ہیں اور فتوے بھی جاری کیے ہیں۔ مسلک و مذہب کے اعتبار سے ان سے اختلاف رکھنے والے ان کے ہم عصر علماء نے بھی ان کو وقت کا یگانہ روزگار فقیہ تسلیم کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کا سب سے بڑا علمی اور فقہی کارنامہ ان کا مجموعہ فتاویٰ ”العطايا النبويه في الفتاوى الرضويه“ ہے جو مسودات کے اعتبار سے 12 ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کی زیادہ تر جلدیں جہازی سائز کے ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب مدظلہ کی سربراہی میں ”رضا فاؤنڈیشن“ لاہور نے جدید تخریجات اور حواشی و تراجم کے ساتھ اب تک بیس (20) جلدیں شائع کی ہیں۔ اور مزید 7/6 جلدیں متوقع ہیں۔

”عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام احمد رضا محدث بریلوی“ تمام عمر فقہ حنفی پر نہ صرف عمل پیرا رہے اور اس پر فتویٰ دیتے رہے بلکہ بلاد ہند میں فقہ حنفی کے فروغ اور ترویج و اشاعت میں بڑے پر جوش طریقہ پر مشغول رہے اور اپنے تلامذہ مریدین اور متوسلین اور احباب کو بھی اس کی ترغیب و تشویق دیتے رہے۔ امام احمد رضا کی فقہ حنفی کی خدمات پر علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ العالی نے ”عالمی امام ابوحنیفہ کانفرنس“ منعقدہ اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد (زیر اہتمام ادارہ تحقیقات اسلامی 1996ء) میں ایک پر مغز مقالہ عربی میں تحریر کیا ہے جو مطالعہ کیا



جاسکتا ہے۔ امام احمد رضا صرف ایک فقیہ اور محدث ہی نہیں تھے بلکہ ایک زیرک اور فہیم استاد بھی تھے انہوں نے اپنے شاگردوں، مریدوں اور خلفاء کو تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت سازی بھی کی اور شخصیت کی تعمیر کی تربیت بھی دی۔ یہی وجہ ہے کہ اس آفتاب علم سے کسب نور کے لیے نور علم کے متلاشی طلباء اور علماء کا ایک عظیم مجمع مثل ستاروں کے حلقہ باندھے جمع ہو گیا۔ امام احمد رضا کی تعلیم و تربیت نے ان کے اندر ایسی صلاحیت پیدا فرمادی کہ بقول ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ علم کا آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا اور اپنی روشنی سے سینکڑوں ہزاروں کو منور کیا۔

امام احمد رضا کے ایسے ہی صحبت یافتہ اور ان کی مجلس علمی کے ایک خوشہ چیں شخصیت حضرت علامہ مولانا مفتی حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ تھے وہ اس آفتاب علم کے آسمان کے ایک ایسے تابندہ ستارے ہیں کہ جس کی تابانی سے آج پورا برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش روشن و منور ہے۔ مولانا امجد علی اعظمی نے اگرچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے باقاعدہ اور باضابطہ تعلیم تو نہیں حاصل کی لیکن آپ نے رضوی دارالافتاء میں فتویٰ نویسی کی تربیت ضرورت حاصل کی اور اس قربت سے انہوں نے امام احمد رضا سے وہ کچھ سیکھا کہ ”تفہیم فی الدین“ میں ان کی نیابت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے اور بارگاہ رضوی سے آپ کو صدر الشریعہ اور بدر الطریقہ کے عظیم خطابات نوازے گئے۔ یہ خطاب ان کا پورے برصغیر میں اس قدر مشہور ہوا کہ اپنے اصل نام کی بجائے وہ اسی خطاب سے پہچانے جانے لگے۔ آج اگر کوئی صدر الشریعہ کہتا ہے تو فوراً معاذ بن میں مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت آتی ہے۔

مولانا مفتی امجد علی اعظمی صاحب ابن مولانا حکیم جمال الدین صاحب 1882ء میں ضلع اعظم گڑھ، قصبہ گھوسی میں پیدا ہوئے۔ علوم اسلامی کی تکمیل کے لیے آپ نے اپنے برادر اکبر مولانا محمد صدیق اور پھر مولانا ہدایت اللہ خاں راپوری (متوفی 1326ھ) اور مولانا وصی احمد محدث سورتی (متوفی 1916ء) کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا۔ طب آپ نے اپنے والد ماجد اور پھر ان ہی کی رہنمائی پر بعد میں لکھنؤ کے مشہور و معروف حکیم حکیم عبدالولی (محلہ جھوائی ٹولہ) سے پڑھی۔ دونوں علوم کی تکمیل کرنے کے بعد آپ نے کچھ سال بطور طبیب مطب کیا۔

مولانا امجد علی اعظمی صاحب کی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے ملاقات کا ذریعہ حضرت مولانا



محدث سورتی علیہ الرحمۃ بنے۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت محدث سورتی سے دارالعلوم منظر اسلام کے لیے ایک مدرس کی خدمات چاہی تو محدث صاحب نے حضرت مولانا امجد علی اعظمی صاحب کو اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں یہ کہہ کر بھیجا کہ آپ کی خدمات کی منظر اسلام کو ضرورت ہے اور آپ کو بھی تربیت افتاء کے لیے امام احمد رضا جیسی شخصیت کی ضرورت ہے۔ وہاں آپ کا جانا ضروری ہے کیونکہ آپ وہاں علمی اور روحانی دونوں اعتبار سے سیراب ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ منظر اسلام کی تدریس اور رضوی دارالافتاء کی خدمت فتاویٰ نویسی نے اعلیٰ حضرت کا ان کو وہ قرب عطا کیا جو بلاشبہ ان کے کسی تلمیذ اور خلیفہ کو نہ حاصل ہو سکا۔ پھر ایک مقام قرب یہ بھی آیا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے چاروں سلاسل میں بیعت کی اجازت دی اور خرقة خلافت سے بھی نوازا۔ صدر الشریعہ بدرالطریقہ علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بلند علمی مقام اور تفقہ فی الدین میں کمال کا اندازہ اسی ایک بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے آپ کو ”سلطنتِ اسلامیانِ ہند“ کا ”مفتی اعظم“ اور ”قاضی القضاة“ قرار دیا اور ان کا یہ فرمانا کہ میرے بعد فقہی مسائل میں مسلمان مولانا مفتی امجد علی صاحب سے رجوع کریں صدر الشریعہ کے لیے بارگاہِ رضویت کا ایک بہت بڑا خراج تحسین ہے۔

صدر الشریعہ کی حیات کا بیشتر حصہ درس و تدریس میں گذرا۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے علاوہ انہوں نے دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ داووں علی گڑھ اور پھر اوخر عمر میں بنارس کے ایک دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

یوں تو آپ کو تمام علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی لیکن فقہ سے آپ کو خاص شغف تھا جس کے سبب آپ کے جوہر اس فن میں ابھر کر سامنے آئے صدر الشریعہ کی تدریسی صلاحیتوں کا اعتراف اعلیٰ حضرت اور ان کے صاحبزادگان کے علاوہ اس وقت کی برصغیر کی بعض اہم علمی شخصیات نے بھی کیا۔ مثلاً مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی کا یہ اعتراف بہت اہم ہے کہ:

”مولانا امجد علی اعظمی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں سے ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں۔“

ان کی اعلیٰ تدریسی صلاحیت و تجربہ کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ 1946ء میں جب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نصاب تعلیم کی کمیٹی کی تشکیل ہو رہی تھی تو اس میں پورے غیر منقسم ہند



سے جن چھ تجربہ کار مدرسین کا نام شامل تھا ان میں ایک نام مولانا امجد علی اعظمی صاحب کا بھی تھا۔ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کا نصاب ان ہی چھ حضرات کا مہون منت ہے۔ اور یہ نصاب ایک کامیاب ترین نصاب قرار دیا گیا۔ صدر الشریعہ کی پوری زندگی درس و تدریس میں گزری اس لیے آپ تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ نہیں کر سکے۔ آپ کی تصانیف میں درج ذیل زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔

1. بہار شریعت (17 حصے)

2. فتاویٰ امجدیہ (چار جلدیں)

لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کی کتاب بہار شریعت کو اس دور کے دوسرے اہم مصنفین کی مسائل فقہ کی کتب پر فوقیت حاصل ہے۔

ہمہ وقت تدریسی خدمات میں مشغول رہنے کے باوجود صدر الشریعہ نے اہل سنت کے شعبہ نشر و اشاعت میں اہم خدمات انجام دی ہیں۔ جس میں مطبع اہل سنت بریلی سے اعلیٰ حضرت اور دیگر اہل سنت کے علماء کی تصانیف کی اشاعت، جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبہ علیہ کی صدارت اور اس پلیٹ فارم سے مخالفین اہل سنت کے مضامین، پمفلٹ اور اشتہارات کے جواب کی اشاعت اور ملک بھر میں ان کی تقسیم۔ ان ذمہ داریوں کے علاوہ رشد و ہدایت اور طریقت کے سلسلہ کو بھی چلانا اور آگے بڑھانا۔

اس کے علاوہ آپ نے ملکی سیاسیات میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریک خلافت تحریک ترک موالات کے مضمرات کو دیکھتے اور سمجھتے ہوئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے موقف کی بھرپور تائید کی اور کانگریس اور گاندھی کے خلاف عملی جدوجہد کی۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ ابوالکلام آزاد اور کانگریس نواز علماء و پوینڈ کی خلاف آپ نے ستر سوالات ترتیب دے کر مشتہر کیے تھے۔ غرض کہ آپ بقول اعلیٰ حضرت کام کی مشین تھے آپ کا عظیم کارنامہ بلکہ اہل سنت پر ایک عظیم احسان امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے قرآن مجید کا اردو ترجمہ کروانا ہے۔ جو اعلیٰ حضرت نے آپ کے ہی ایما پر فی البدیہہ کیا اور مولانا امجد علی کو املا کروایا۔

غرض کہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی قادری رضوی کی حیثیت اپنے دور کے ایک تابغہ عصر کی ہے جو اس بات کی متقاضی تھی کہ آپ کی حیات، علمی، تصنیفی اور سیاسی کارناموں پر



جامع تحقیقی مقالات لکھے جائیں اور آپکی ایک مکمل سوانح حیات مرتب کی جائے۔ لیکن یہ اہل سنت کی تساہلی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی زندگی میں یا ان کی وفات کے فوراً بعد ان کے حالات زندگی، علمی اور ملی خدمات کے حوالے سے مواد جمع کر کے ایک جدید نظم و ضبط کے ساتھ شائع کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور جب ایسی شخصیات کے وصال کو 10/20 یا 30 سال کا عرصہ گزر جاتا ہے تو ان کے بہت سے کارنامے اور حالات یا تو پردہ اخفا میں چلے جاتے ہیں یا پھر ان کے مخالفین کی معاصرانہ چشمک کی نظر ہو کر ان کے خلاف غلط اور بے شعور پروپیگنڈے کے طور پر سامنے آتے ہیں جو اہل سنت کے اہل قلم کو دفاعی پوزیشن میں کھڑا کر دیتے ہیں جس کے بعد ان کی سوانح حیات مرتب کرنے کا کام مزید ملتوی ہو جاتا ہے۔

فاضل نوجوان مصنف عزیز عطاء الرحمن قادری (ایم۔ اے پنجاب یونیورسٹی لاہور) قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے ایم۔ اے کے مقالے کے لیے کہ ایک ایسی شخصیت کا انتخاب کیا جس کی پوری زندگی علوم اسلامی کی خدمت گزاری میں گزری۔ جن کا طرز حیات نہایت سادہ، درویشانہ اور علم پرور تھا۔ جن کے طریقہ تدریس کو دیکھ کر زمن وسطیٰ کے اساتذہ فن کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اور جن کے اسلوب تحریر کو دیکھ کر غزالی اور رازی کی یاد آتی ہے۔ فاضل مصنف نے اہل سنت کے علماء اہل قلم اور صدر الشریعہ کی صورتی اور معنوی اولاد کی طرف سے ایک عظیم فرض ادا کیا ہے۔

فجزاه اللہ احسن الجزاء۔

اس مقالے کی اہمیت اس اعتبار سے بہت بڑھ جاتی ہے کہ یہ یونیورسٹی کی سطح پر مفتی امجد علی اعظمی صاحب کی شخصیت پر پہلا تحقیقی مقالہ ہے جو جدید علوم کے تربیت یافتہ طلباء و اساتذہ اسکالرز اور قارئین کے لیے ترغیب و تشویق کا باعث ہوگا۔

مقالہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف موصوف نے اس کی تیاری میں بڑی محنت اور لگن سے کام کیا ہے۔ انہوں نے تقریباً 63 مراجع (کتب و رسائل) سے رجوع کیا ہے۔ اسلوب تحریر سادہ اور محققانہ ہے اور ترتیب و پیش کش اور طرز استدلال سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مصنف ایک اچھے خطیب بھی ہیں جو اپنی بات منوا سکتے ہیں۔ جب راقم کو ناشر (مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور) مولانا محمد اجمل عطاری قادری حفظہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ زیر نظر مقالہ مصنف کا ”نقش اول“ یعنی پہلی تحقیقی اور تصنیفی کاوش ہے تو حیرت ہوئی۔ اس لیے کہ راقم کو ان کی تحریر میں قلم



کی پختگی اور افکار کی بلندی کی جھلکیاں نظر آئیں۔

یہ مقالہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی حیات اور علمی کارناموں پر ایک مبسوط مقالہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ جو اس موضوع پر کام کرنے والے مستقبل کے محققین کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آئندہ لکھنے والوں کے لیے یقیناً اس میں مواد و مآخذ کا ایک ذخیرہ ہے۔ ان کی یہ کتاب علمائے اہل سنت کی سوانح نگاری میں نہ صرف ایک اضافہ ہے بلکہ اس سے دوسرے نوجوان محققین اور اہل قلم کو تشویق و ترغیب بھی ملے گی۔

راقم مصنف کو یہ اہم مقالہ تحریر کرنے پر اپنی جانب سے اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے تمام اراکین کی جانب سے ہدیہء تبریک پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل اور زور قلم میں اضافہ فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ناشر مولانا محمد اجمل عطاری قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کو بھی جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کتاب کو شائع کر کے ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔ اور ان کا یہ عمل دیگر ناشرین اہل سنت کے لیے ایک دعوت فکر بھی ہے اور دعوت عمل بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس مساعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

معاشران گرہ از زلف یار باز کلید

شی خوش است بایں قصہ اش دراز کلید

احقر خادم العلماء

29-05-2002

سید و جاہت رسول قادری

16 ربیع النور 1423ھ



حرفِ آغاز

برصغیر میں مسلمانوں سے حکومت چھن جانے کے بعد آہستہ آہستہ ان کے علمی و فکری اداروں میں زوال آتا چلا گیا۔ انگریزوں نے اپنا قبضہ مزید مستحکم بنانے کے لئے مسلمانوں کے قدیم نظامِ تعلیم کے بالکل برعکس ایک نیا مغربی انداز کا نظامِ تعلیم رائج کیا۔ مزید ستم یہ ہوا کہ ملازمتیں صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دی گئیں جو مغربی تعلیم یافتہ ہوں۔ نتیجہً رفتہ رفتہ مسلمانوں نے اپنی معاشی بہتری کے لئے قدیم اداروں کو چھوڑ کر مغربی تعلیمی اداروں کی طرف رخ کیا۔ ان حالات میں خطرہ یہ تھا کہ کہیں قرآن و حدیث، تفسیر و اصولِ تفسیر، حدیث و اصولِ حدیث، فقہ و اصولِ فقہ جیسے گراں قدر اسلامی علوم کا قابلِ رشک اثاثہ ضائع نہ ہو جائے۔ پیش آمدہ خطرے کو بھانپتے ہوئے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی علوم کی حفاظت کا پرچم بلند کیا۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی بے مثل محدث، عظیم فقیہ، کہنہ مشق مدرس، بالغ نظر مفتی، بہترین مصنف، بافیض شیخِ طریقت، خلیفہ اعلیٰ حضرت اور اعلیٰ پائے کے خطیب تھے چاہتے تو دین کی خدمت کے لئے تدریس کی بجائے کوئی اور میدان منتخب کر لیتے لیکن اس شعبے میں قحط الرجال کو دیکھتے ہوئے آپ نے یہ عظیم قربانی دی کہ خود کو دینی علوم کی تدریس کے لئے ہمہ تن وقف کر دیا۔ آپ کا مقصد زندگی صرف عالم تیار کرنا نہیں بلکہ عالم گر مدرسین تیار کرنا تھا۔ اس تناظر میں جب آپ کی مبارک زندگی کا مطالعہ کیا جائے اور آپ کی حیاتِ طیبہ کے نورانی شب و روز کو دیکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجے میں کامیاب رہے۔ دبستانِ امجدی سے فیض یافتہ سینکڑوں تلامذہ سے قطع نظر اگر صرف محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب اور حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری علیہم الرحمۃ ہی کو دیکھا جائے تو اس حقیقت پر حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے۔ ان میں سے اول الذکر نے جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد قائم کر کے اور موخر الذکر نے عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی الجامعۃ الاشرافیہ مبارک پور کی بنیاد رکھ کے مدرسین کی قطاریں لگا دیں اور یوں فیضانِ قرآن و سنت دنیا کے گوشے گوشے اور کونے کونے میں عام کر دیا۔



حضرت صدر الشریعہ کی دینی و ملی، تدریسی و تصنیفی خدمات کا بجا طور پر یہ تقاضہ تھا کہ عوام الناس کو عموماً اور یونیورسٹی کی علمی دنیا کو خصوصاً ان سے آگاہ و متعارف کروایا جائے۔ اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے علمائے اہل سنت نے راقم السطور کو حضرت صدر الشریعہ کی تعلیمی خدمات کے موضوع پر پنجاب یونیورسٹی میں تحقیقی مقالہ تحریر کرنے کا حکم دیا بفضلہ تعالیٰ راقم السطور نے موضوع کی منظوری اور مواد کے حصول سے لے کر مقالہ کی تکمیل تک کا سارا کام قلیل عرصے میں مکمل کر لیا پھر باوجود رکاوٹوں کے سو میں سے اسی نمبر لے کر نمایاں کامیابی حاصل کی۔ یہ حضرت صدر الشریعہ کی کرامت ہی کہی جاسکتی ہے کہ یونیورسٹی کے بالکل نامانوس اور اجنبی ماحول میں یہ مقالہ بخیر و خوبی پایہ تکمیل کو پہنچا، علماء و عوام اہل سنت میں سے جس جس کو یہ خبر مسرت اثر ملی، نہایت خوش ہوا اور مطالبہ کیا کہ اس مقالے کو جلد ز یو پبلش سے آراستہ کیا جائے۔

طوالت سے بچنے کے لئے مذکورہ مقالہ میں حضرت صدر الشریعہ کے تلامذہ کے صرف اسمائے گرامی دیے گئے تھے علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی مدظلہ نے فرمایا کہ اشاعت سے قبل ہر تلمیذ کا کم از کم دو صفحات پر مشتمل تعارف ضرور تحریر کیا جائے کیونکہ بقول حافظ ملت ”حضرت صدر الشریعہ کا اصل شاہکار آپ کے تلامذہ ہیں“^(۱)۔ چنانچہ جن مشاہیر تلامذہ کا تذکرہ دستیاب ہوا، تحریر کر دیا گیا۔ اسی اثناء میں ملک و بیرون ملک سے حضرت صدر الشریعہ کی حیات طیبہ پر مزید سوانحی مواد موصول ہوا، اسے بھی شامل کر لیا گیا۔ انداز تحریر ایک سار کھنے کے لئے نئے سرے سے لکھا، بعض مقامات سے غیر ضروری مواد کو حذف کر دیا۔ یوں حضرت صدر الشریعہ کی مختصر مگر مستند جامع، تحقیقی سوانح ”سیرت صدر الشریعہ“ کے عنوان سے معرض وجود میں آگئی۔

فالحمد لله على ذلك

بفضلہ تعالیٰ کتاب ہذا میں ہر واقعہ کا حوالہ مصنف و کتاب کے نام اور صفحہ کی قید کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کا صدر الشریعہ نمبر اور دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی کی شائع کردہ کتاب ”حضور صدر الشریعہ، حیات و خدمات“ چونکہ مجموعہ مقالات ہیں۔ ان کا حوالہ دیتے ہوئے طوالت سے بچنے کے لئے مقالہ کا عنوان تحریر کرنے کی بجائے صرف مقالہ نگار کا

(۱) حضرت صدر الشریعہ کے باقی تلامذہ کی علمی و جاہت اور دینی و ملی خدمت سے نئی نسل کو آگاہ کرنے کے لئے ”صدر الشریعہ اور ان کے تلامذہ“ کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا جانا چاہئے فیض یافتگان دبستان امجدی میں سے کوئی صاحب اس اہم کام کا بیڑا اٹھائیں تو زیادہ بہتر ہے۔



نام اور صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔ ضروری مقامات پر حواشی بھی لکھ دیے ہیں۔ روایت کے ساتھ ساتھ
درایت کا پہلو بھی پیش نظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم الانسان مرکب من الخطاء النسيان
کے تحت کتاب ہذا کو اغلاط سے مبرا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ قارئین سے التماس ہے کہ جہاں کہیں
کوئی فروگزاشت دیکھیں تو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ بطفیلِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء یہ کتاب میرے لئے،
میرے اساتذہ، والدین اور احباب کے لئے نجاتِ اخروی کا باعث بنائے امین۔ صلی اللہ
تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علی الہ واصحابہ و اولیاء امتہ و علماء
ملتہ اجمعین

محمد عطاء الرحمن قادری رضوی عفی عنہ

البحریت ٹاؤن نزد حسین آباد

پی۔ او۔ ٹھوکر نیاز بیگ رائے ونڈ روڈ

لاہور فون: (042)5320332

23 جمادی الاولیٰ 1423ھ

2 اگست 2002ء

RAZVI12@hotmail.com



حضرت صدر الشریعہ ایک نظر میں

نام و نسب: محمد امجد علی بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدابخش بن مولانا خیر الدین (علیہم الرحمۃ)

القاب: صدر الشریعہ بدر الطریقہ فقیہ اعظم ہند

ولادت باسعادت: بمقام گھوسی سابقہ ضلع اعظم گڑھ حال ضلع مو (1) 1300ھ 1882ء

استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ رام پوری ثم جونپوری کی خدمت میں

بغرض تکمیل علوم دین جونپور حاضری 1314ھ

شیخ الحدیث حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں

پہلی بھیت حاضری 1323ھ

صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کے درس سے باعزاز فراغت اور اعلیٰ

درجے میں کامیابی 1324ھ (2)

امتحان میں باعزاز کامیابی پر ”تحفہ حنفیہ“ پٹنہ کا خراج تحسین

مدرسہ اہل سنت پٹنہ سے تدریس کا آغاز 1325ھ (3)

رئیس پٹنہ قاضی عبدالوحید مہتمم مدرسہ اہل سنت کا انتقال 1326ھ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے بیعت بمقام پٹنہ بموقعہ جنازہ

قاضی عبدالوحید 1326ھ

مدرسہ اہل سنت پٹنہ سے استعفیٰ 1326ھ

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ کا انتقال 1326ھ

حکیم عبدالولی سے تحصیل علم طب کے لیے لکھنؤ روانگی 1326ھ

تحصیل علم طب سے فراغت 1328ھ

(1) حضرت صدر الشریعہ کی تاریخ ولادت پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ رالم السطور نے شارح بخاری مفتی شریف الحق

امجدی علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ تاریخ ولادت نقل کی ہے۔

(2) سن امتحان و فراغت بعض مؤرخین نے 1320ھ لکھا ہے جو کہ درست نہیں۔ 1324ھ ہی صحیح اور قرین قیاس ہے۔

(3) حیات صدر الشریعہ ص 27 بعض مؤرخین نے مدرسہ اہل سنت پہلی بھیت لکھا یہ درست نہیں ہے۔



1328ھ

گھوسی میں مطب کا آغاز

شیخ طریقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت میں 1329ھ
بغرض زیارت حاضری

بطور مدرس درالعلوم منظر اسلام بریلی طلبی از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی 1329ھ

والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین کا بعارضہ طاعون انتقال 1330ھ/1911ء

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ترجمہ کنز الایمان کے لیے بار بار

درخواست 1330ھ/1911ء

محافظة ایمان ترجمہ قرآن کنز الایمان کا آغاز 1330ھ/1911ء

معرکتہ الآراء محققانہ رسالہ قاصح الواہیات من جامع الجزئیات (بزبان

عربی) کی تحریر 1331ھ

چاروں سلاسل کی اجازت و خلافت از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ 1333ھ

بہار شریعت کی تصنیف کا آغاز 1334ھ/1916ء

شیخ الحدیث حضرت علامہ وحسی احمد سورتی کا وصال 1334ھ/1916ء

تاریخی مناظرے کے لیے رنگون روانگی 1336ھ/1917ء

فرزند ارجمند علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری کی ولادت 1336ھ/1918ء

زیارت حرمین شریفین و حج بیت اللہ کے لیے سرزمین مقدس روانگی 1337ھ/1919ء

مدینہ منورہ میں پوری شب تنہائی میں بارگاہ رسالت کی حاضری 1337ھ/1919ء

حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ سے ملاقات 1337ھ/1919ء

بخیر و عافیت وطن واپسی اور حضرت صدر الشریعہ کے استقبال کے لئے

باوجود علالت اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری 1338ھ

اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کا انتقال پر ملال 1339ھ

گاندھی نواز علماء سے ستر سوالات پر مشتمل ”اتمام حجت تامہ“ کی اشاعت 1339ھ



- 1340ھ/1921ء شیخ طریقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا وصال
دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے متولی کی دعوت برائے صدر
- 1343ھ/1925ء المدرسین اور پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب کی سفارش
- 1343ھ/1925ء حجت الاسلام مولانا حامد رضا خان کی اجازت سے اجمیر شریف روانگی
- 1343ھ/1925ء تحریک شدھی کے رد کے لیے اجمیر شریف کے ارد گرد مجمع ثلاثہ تبلیغ
- 1344ھ/1926ء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نصابی بورڈ میں شرکت
- 1351ھ/1933ء دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف مراجعت بحیثیت صدر المدرسین
- 1353ھ/1935ء دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے تاسیسی اجلاس میں شرکت
- 1354ھ فرزند ارجمند محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی کی ولادت
- 1356ھ/1936ء دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں روانگی بطور صدر المدرسین
- 1356ھ/1936ء نواب حبیب الرحمان شیروانی کا خراج تحسین
- 1359ھ صاحبزادہ اکبر مولانا حکیم شمس المہدیٰ کا سانحہ ارتحال
- 1362ھ/1943ء صاحبزادہ مولانا عطاء المصطفیٰ کا انتقال
- 1362ھ/1943ء بہار شریعت کے سترھویں حصے کی تکمیل
- 1362ھ/1943ء حاشیہ طحاوی شریف (بربان عربی) کا آغاز
- 1363ھ/1945ء مدرسہ مظہر العلوم کچی باغ بنارس روانگی بحیثیت صدر المدرسین
- 1363ھ/1945ء آنکھوں کے آپریشن کی وجہ سے وطن مراجعت
- حضرت محدث اعظم پاکستان کی غیر موجودگی میں بطور صدر المدرسین تین
- 1364ھ/1946ء ماہ تدریس
- 1365ھ/1946ء عرس اعلیٰ حضرت میں تحریک پاکستان کے حق میں پرزور تقریر
- 1367ھ/1948ء التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل کی تالیف
- 1367ھ/1948ء وصال سے چوبیس دن قبل آخری فتویٰ
- دوسرے حج کے لیے جاتے ہوئے بمبئی میں ہمر 67 سال بعارضہ نمونیہ
- 1367ھ/1948ء وصال

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

ابتدائی حالات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولادت باسعادت

شریعت کے صدرِ شہیر، طریقت کے بدرِ منیر مولانا الحاج مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ مشرقی یوپی (انڈیا) کے مردم خیز قصبے گھوسی میں 1300ھ / 1882ء میں پیدا ہوئے^(۱)۔ قصبہ گھوسی وہی تاریخی مقام ہے جہاں قدیم راجگان ہند کے بعض آثار اور ان کا قلعہ کوٹ کے نام سے اب بھی موجود ہے۔ موجودہ دور میں ”گھوسی“ کی وجہ شہرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی جائے ولادت و دفن اور ایک کثیر تعداد میں علماء و طلبائے دین کی موجودگی ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق گھوسی کے ہر گھر میں تقریباً دو علماء موجود ہیں۔ اس لئے اس قصبے کا دوسرا نام ”مدینۃ العلماء“ بھی ہے۔

ہے گھوسی سر زمین ہند کا وہ محترم خطہ
نجانے کتنے گوہر ہیں نہاں جس کے دینے میں

خاندان

آپ کا گھرانہ علوم و فنون اسلام کا دارالذہب تھا والد ماجد اور جد امجد کو علم طب میں مہارت حاصل تھی۔ آپ کے دادا مولانا خدا بخش صاحب جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل سے دلائل الخیرات شریف کی اجازت حاصل کی صاحب کرامت بزرگ تھے^(۲)۔ والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین عالم و فاضل اور ماہر طبیب تھے۔ طبی مہارت اور ریاست عظمت گڑھ کا درباری طبیب ہونے کی وجہ سے آپ کا ہر طرف شہرہ تھا۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولانا خدا بخش صاحب سے حاصل کی۔ ان کے وصال کے بعد مولوی الہی بخش صاحب سے کچھ پڑھا جو آپ کے قصبہ ہی میں مدرس تھے۔ پھر شوال 1314ھ میں جو پور کے لے عازم سفر ہوئے۔ اس زمانہ میں ریل گاڑی نہ تھی گھوسی سے اعظم گڑھ پیدل

(۱) ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ بمصر ص 24 حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی تاریخ ولادت مختلف مصنفین نے مختلف بیان کی ہے۔ رالم السطور نے شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی صاحب علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ تاریخ ولادت نقل کی ہے۔

(۲) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا سوانح صدر الشریعہ ص 10



اور وہاں سے جو پورا اونٹ گاڑی پر پہنچے۔ ان دنوں مدرسہ حنفیہ جو پور میں حضرت استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ خان صاحب کے فیضانِ علمی کا باڑا بٹ رہا تھا۔ علومِ دینیہ کے متلاشی دور دور سے یہاں پہنچ رہے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ نے کچھ دن ابتدائی کتابیں اپنے چچا زاد بھائی مولانا محمد صدیق صاحب اور مولانا سید ہادی حسن صاحب سے پڑھیں پھر حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب سے اکتسابِ فیض کیا۔ حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب علیہ الرحمۃ اپنے زمانے میں ایک منفرد شخصیت کے مالک تھے۔ علم و فضل میں فقید المثال بالخصوص معقولات و حکمت میں اپنی مثال آپ تھے۔ مجاہدِ تحریک آزادی مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ (۱) کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ مدتوں ان کی خدمت میں رہ کر علوم و فنون کی تحصیل کی تھی۔ زمانہ جنگ آزادی (1857) میں بھی مولانا خیر آبادی علیہ الرحمۃ کے ساتھ ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ جزائر انڈیمان بھیج دیئے گئے تو استاد سے جدائی ہوئی اور خود مسندِ درس پر متمکن ہوئے اور تشنگانِ علوم کو اپنے فیض سے سیراب کرتے رہے۔ نہایت شفقت و توجہ سے پڑھاتے تھے بالخصوص مولانا محمد صدیق صاحب، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صاحب اور مولانا امجد علی اعظمی پران کا خاص کرم تھا۔

قوتِ حافظہ

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا حافظہ بہت مضبوط تھا۔ حافظہ کی قوت، شوق و محنت اور ذہن کی سلاست روی کی وجہ سے تمام طلبہ سے بہتر سمجھے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ کتاب دیکھنے یا سننے سے برسوں تک ایسے یاد رہتی ہے جیسے ابھی دیکھی یا سنی ہے۔ تین مرتبہ کسی عبارت کو پڑھ لیتے تو یاد ہو جاتی۔ ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ ”کافیہ“ کی عبارت زبانی یاد کی جائے تو فائدہ مند ہوگا تو پوری کتاب ایک ہی دن میں یاد کر لی (2)۔

(1) مولانا فضل حق خیر آبادی التوتوی 1278ھ / 1861ء امامِ منطق و حکمت اربیبِ فقیہ اور فلسفہ و معقولات کے شیخ وقت تھے۔ علمِ حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔ حافظہ نہایت قوی تھا صرف چار ماہ میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ تلامذہ میں مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا ہدایت اللہ خان صاحب بہت مشہور ہوئے۔ 1857ء میں انگریزوں کے خلاف فتوائے جہاد کی پاداش میں جزائر انڈیمان میں قید کئے گئے اور وہیں داخلِ حق ہوئے۔

(2) عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ، ص 24



تعلیم کے ساتھ ساتھ تدریس

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو شروع ہی سے پڑھانے کا شوق تھا۔ یہاں تک کہ زمانہ تعلیم میں ہی نچلے درجوں کے طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کی انہی خصوصیات اور نہایت ذوق و شوق کے ساتھ تحصیل علم کی وجہ سے حضرت مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ آپ پر بہت مہربان تھے۔ فرماتے تھے ”شاگرد ایک ہی ملا اور وہ بھی بڑھاپے میں (۱)۔“

محدث سورتی کے حضور

علوم عقلیہ سے فراغت کے بعد حسب الارشاد حضرت مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ حضرت مولانا دمی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں علم حدیث حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اس عظیم محدث اور کہنہ مشق مدرس کی خدمت میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ چودہ مہینے حاضر رہے۔ اس عرصہ میں شاید ہی کبھی چھٹی ملی ہو جمعہ کو بھی سبق ہوتے۔ محدث سورتی علیہ الرحمۃ مولانا امجد علی اعظمی پر خصوصی شفقت فرماتے۔ اگر کہیں تشریف لے جاتے تو اپنے ساتھ لے جاتے اور سفر میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا۔ بعض مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ ”مجھ کو ساری عمر میں یہ ایک طالب علم ملا ہے جو سختی بھی ہے اور سمجھدار بھی اور علم سے شوق و دلچسپی رکھتا ہے (۲)۔ مختصر یہ کہ محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس سختی اور سمجھدار تلمیذ کو علوم نبوی سے خوب خوب سیراب کیا نیز کمال حصول کی داد خود ان الفاظ میں دی ”مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے (۳)۔“ 1324ھ میں مدرسۃ الحدیث پبلی بحیثیت سے سند فراغت حاصل کی زمانہ طالب علمی ہی میں آپ کی لیاقت و صلاحیت کا اعتراف مدرسین سے لے کر اراکین مدرسہ تک کو تھا جس کا اندازہ مہتمم مدرسۃ الحدیث کی اس رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے تحفہ حنفیہ پٹنہ میں شائع کرائی تھی۔ رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں:

6 ذی الحجہ 1324ھ کو بجمہ تعالیٰ طلبہ کا امتحان حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلامت اللہ رامپوری دام فیض نے لیا مولوی امجد علی صاحب نے بعد فراغت کتب درسیہ کے نہایت جانفشانی و کمال مستعدی سے سال بھر میں صحاح ستہ مسند شریف کتاب الآثار

(۱) علماء المصطفیٰ قادری مولانا صدر الشریعہ ص 12

(۲) عبدالمنان اعظمی مفتی حیات صدر الشریعہ ص 25

(۳) بدر القادری مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 47



شریف، موطا شریف، طحاوی شریف کا قرآن و سماعہ درس حاصل کر کے اعلیٰ درجہ کا امتحان دیا جس کے باعث ممتحن صاحب و حاضرین نہایت شاداں اور ان کی حسن لیاقت و فہم و ذکاوت سے بہت فرحاں ہوئے اور دستار فضیلت زیب سر کی گئی (1)۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت صدر الشریعہ کی علمی لیاقت و صلاحیت پر آپ کے اساتذہ کرام کو حد درجہ اعتماد تھا۔ مزید توجہ کی بات یہ ہے کہ زمانہ طالب علمی میں یہ کمال تھا تو دور آخر میں کیا عالم ہوگا۔ جبکہ ناقص بھی پڑھاتے رہنے کے سبب کامل ہو جاتے ہیں اور ان کے علم میں نکھار آ جاتا ہے۔

تدریس کا آغاز

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ یوں تو زمانہ طالب علمی ہی میں جو پورا اور پہلی بھیت میں نچلے درجات کے طلبہ کو پڑھایا کرتے تھے۔ پڑھانے کا آپ کو شوق بھی تھا۔ لیکن باقاعدہ تدریس کا آغاز یوں ہوا کہ قاضی عبدالوحید صاحب رئیس پٹنہ (2) نے مدرسہ اہل سنت کے لیے مدرسہ اول حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں خط لکھ کر طلب کیا۔ محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے اپنے لائق فائق شاگرد مولانا امجد علی اعظمی کو بھیجا یاد رہے کہ یہ وہی جگہ تھی کہ پہلے مولانا عبدالعزیز صاحب انیسٹھوی جو حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کے شاگرد رشید تھے اور منطقی مشہور تھے فائز تھے۔ ان کے بعد حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی مدرسہ اول رہے۔ جس جگہ ایسی مقدر ہستیاں جو اپنے علم و فضل کے اعتبار سے نامی و گرامی اور اپنی عمر کے لحاظ سے تجربہ کار تھیں ان کی جگہ پر ایک نئے شخص کا تقرر کتنا اہم کام تھا؟ حضرت صدر الشریعہ اس اہم عہدے پر فائز ہوئے اور ثابت کر دکھایا کہ وہ اس منصب کے واقعی اہل ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ پہلے ہی دن مدرسہ میں آپ کی شاندار تدریس کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس کی روداد حضرت صدر الشریعہ ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے:

”پہلے دن جب مدرسہ میں جانا ہوا تو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ کون سی کتابیں پڑھانی ہیں اور

(1) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا سواح صدر الشریعہ، ص 14

(2) قاضی عبدالوحید صاحب ایک دیندار رئیس تھے بڑی خوبیوں کے جامع، حافظ قرآن اور عالم دین تھے۔ انگریزی بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ ”تحفہ حنفیہ“ کے نام سے چالیس صفحات پر مشتمل ایک معیاری ماہنامہ بھی جاری کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں خلافت بھی حاصل تھی۔

کس جگہ سے پڑھانا ہے؟ دفعۃً سامنے ہدایہ جلد ثالث پڑھانے کے لیے پیش کی گئی۔ خود قاضی عبدالوحید صاحب جو ایک اچھے عالم تھے اور بعض دیگر علماء دیکھنے کی خاطر بیٹھ گئے۔ نئی جگہ نئی کتاب جس کی پیشتر سے خبر نہیں اور علماء کا بقصد امتحان وہاں موجود ہونا کس قدر پریشان کن اور دہشت ناک منظر اس شخص کے لیے ہو گا جو پہلے دن ذمہ دارانہ حیثیت سے مسند تدریس پر بیٹھا ہو لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل و کرم اور اساتذہ کی دعاؤں کی برکت کہ سبق پڑھایا اور ایسا پڑھایا کہ سامعین دنگ رہ گئے (۱)۔

قاضی صاحب نے آپ کی علمی وجاہت و انتظامی صلاحیت پر اعتماد و اطمینان فرما کر مدرسہ کے تعلیمی امور کا آپ کو مالک بنا دیا۔

امام احمد رضا بریلوی سے پہلی ملاقات

مہتمم مدرسہ اہل سنت جناب قاضی عبدالوحید صاحب بیمار پڑ گئے تو ان کی عیادت کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور محدث سورتی تشریف لائے۔ انہی دونوں بزرگوں کی موجودگی میں قاضی صاحب نے وفات پائی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور محدث صاحب نے قبر میں اتارا۔ اسی موقع پر صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے پہلی مرتبہ اعلیٰ حضرت کی زیارت کی اور ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے زہد و تقویٰ للہیت اور علمی مقام سے آپ بے انتہا متاثر ہوئے دل بے اختیار مرید ہونے کے لیے بے چین ہو گیا چنانچہ محدث سورتی کی رائے اور مشورے سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اعلیٰ حضرت کے دست مبارک پر بیعت ہو گئے (۲)۔

قاضی صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد مدرسہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچا جن کو علم دین سے بالکل تعلق نہ تھا۔ قرآن سے ایسا معلوم ہوا کہ خدمت دین جو مقصود اصلی ہے اب یہاں ممکن نہیں لہذا یکم رمضان المبارک 1326ھ کو وطن واپس آ گئے اور مدرسہ میں استعفیٰ بھیج دیا۔ چونکہ خاندانی پیشہ طبابت تھا لہذا والد صاحب کے مشورے سے اس فن کی تحصیل کے لیے حکیم عبدالولی صاحب کے پاس لکھنؤ چلے گئے۔ دو سال میں تحصیل و تکمیل کے بعد وطن واپس ہوئے اور

(۱) عبدالمنان اعظمی مفتی حیات صدر الشریعہ ص 27

(۲) ایضاً ص 29

مطب شروع کر دیا۔ خاندانی پیشہ اور خداداد قابلیت کی بناء پر مطب نہایت کامیابی کے ساتھ چل پڑا۔

علم طب میں مہارت

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے ”العلم علماں علم الادیان و علم الابدان“ علم دو ہیں ایک دین کا علم دوسرے بدن کا علم۔ یہ فضل خداوندی ہے کہ مولانا امجد علی اعظمی علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم طب کے بھی وارث و امین تھے۔ جب کوئی مریض مرض سے پریشان ہو جاتا اور علاج سے عاجز آ جاتا تو وہ آپ کے پاس آتا آپ نسخہ بتا دیتے تو مریض شفا یاب ہو جاتا۔ علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی مدظلہ کا بیان ہے کہ صدر الشریعہ عموماً مریضوں کو اپنے برادر اکبر حکیم محمد علی گھوسوی کے پاس بھیجتے جو اپنے زمانہ کے بڑے حکیم مانے جاتے تھے لیکن اگر کوئی مریض شفا یاب نہ ہوتا تو از خود دوا منگوا کر دیتے بفضلہ تعالیٰ مریض شفا یاب ہو جاتا۔ انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ قاری ساجد گھوسوی کی والدہ کے دانت میں شدید درد ہوا جس کی وجہ سے وہ بے حد پریشان تھیں۔ جب بہت دوا و علاج کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا تو ایک دن حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا کہ ایک پیسے کا کباب منگوا لو اور اسے پیس کر سوڑوں اور دانتوں پر مالش کرو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ایک ہی مالش سے درد جاتا رہا (۱)۔ طبابت خاندانی پیشہ ہونے کے باوجود صدر الشریعہ کا قلبی رجحان ادھر نہیں تھا اس لئے آپ نے یہ پیشہ ترک کر دیا۔ چھوڑنے کے اور بہت سے اسباب میں سے ایک سبب مندرجہ ذیل ہے:

طب جسمانی سے طب روحانی کی طرف مراجعت

1329ھ میں آپ اپنے استاذ حضرت محدث سورتی اور مرشد امام احمد رضا فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہما) کی زیارت کے لیے عازم سفر ہوئے۔ حضرت محدث سورتی کی خدمت میں پہنچے انہیں جب معلوم ہوا کہ ان کے لائق فائق محنتی شاگرد رشید نے تدریس کا کام چھوڑ کر مطب شروع کر دیا ہے تو بے حد غمگین ہوئے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ رخصت ہو کر بریلی جانے لگے تو ایک خط اعلیٰ حضرت کی خدمت میں تحریر فرما کر دے دیا اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے مولانا امجد علی اعظمی کو خدمت علم دین کی جانب متوجہ کرنے کی گزارش کی گئی تھی۔

جب آپ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں محدث سورتی کا خط لے کر پہنچے تو اعلیٰ

(۱) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا سوانح صدر الشریعہ، ص 99



حضرت نے فرمایا ”طبابت اچھا کام ہے کہ العلم علماں علم الادیان و علم الابدان لیکن اس میں صبح سویرے قارورہ دیکھنا پڑتا ہے۔“ اس ارشاد میں جو روحانی تاثیر تھی صدر الشریعہ کے دل میں اس کا گہرا اثر ہوا۔ چنانچہ مطب چھوڑ کر بریلی شریف میں دینی کاموں میں معروف ہو گئے (۱)۔ سچ ہے

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی
یہ مبالغہ آرائی نہیں حقیقت ہے کہ اگر ولی کامل امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی نظر فیض اثر صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی پر نہ پڑتی تو آپ گھوسی کے مطب کے طبیب ہی رہتے ہزاروں تلامذہ کے استاذ اور بہار شریعت جیسی عظیم کتاب کے مصنف بننے کی سعادت حاصل نہ کر سکتے۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ تقریباً دو ماہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر رہ کر کچھ ترجمے وغیرہ کا کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ رمضان شریف قریب آ گیا تو اپنے وطن جانے کی اجازت مانگی۔ اعلیٰ حضرت نے اس شرط پر اجازت دی کہ جب بلایا جائے تو فوراً چلے آئیں۔

دارالعلوم منظر اسلام میں بحیثیت صدر مدرس

تقریباً پانچ یا چھ ماہ کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے حضرت صدر الشریعہ کو دارالعلوم منظر اسلام میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے طلب کیا۔ صدر الشریعہ فوراً بریلی شریف حاضر ہو گئے۔ بریلی آئے تو بریلی ہی کے ہو کر رہ گئے صبح و شام اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت کی بافیض صحبتوں میں حاضر ہونے لگے۔ علم سے پییدہ سینے کو عرفان و احسان کا سایہ مل گیا۔ اعلیٰ حضرت کا دست مبارک تمام کر اپنا مقصود حیاتِ پالیا۔ علم و فضل کے پیکر پر معرفت و حقیقت کا رنگ چڑھنے لگا اور صدر الشریعہ کی شخصیت دو آتھ بن گئی۔ بریلی شریف میں صدر الشریعہ منظر اسلام کے معلم و مدرس کی حیثیت سے آئے تھے مگر اس دور کی شہرہ آفاق درس گاہوں سے باعزاز فراغت کے باوجود صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت کے حضور روحانی و قلبی علوم کے حصول کے واسطے طفل کتب کی حیثیت اپنی ادب شناس آسودہ علم امجد علی کو امام اہل سنت کی صحبت نے گوہر شب تاب بنا کر عشق و آداب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معلم بنا دیا۔ شیخ کامل نے فیوض و برکات کی داد و دہش سے فقیہ عصر کے منصب پر لاکھڑا کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ مولانا امجد علی اعظمی پر کس قدر مہربان تھے اس کا اندازہ مولانا بہاء المصطفیٰ قادری کے بیان کردہ واقعہ سے ہوگا:



مولانا نور الحسن و مولانا ظہور الحسن / الحق (غالباً یہی نام ہیں) یہ دونوں حضرات علم معقولات میں اپنے کو منفرد سمجھتے تھے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ ہمارا اور صدر الشریعہ کا امتحان لے لیں جو کامیاب ہو اس کو دارالعلوم منظر اسلام کا صدر المدرسین بنا دیں صدر الشریعہ اس وقت دارالعلوم منظر اسلام کے صدر المدرسین تھے اس پر اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر فرمایا میں نے سب کا امتحان لے لیا ہے مگر میرے دل کو مولوی امجد علی بھاگئے ہیں (۱)۔

بریلی کی مصروفیات

بریلی میں دو کام مستقل تھے ایک دارالعلوم منظر اسلام میں تدریس اور دوسرا مطبع اہل سنت پریس کا کام یعنی کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح، کتابوں کی روانگی، خطوط کے جواب، آمد و خرچ کے حساب یہ سارے کام تنہا انجام دیا کرتے تھے۔ ان کاموں کے علاوہ اعلیٰ حضرت قبلہ کے بعض مسودات کا مبیضہ کرنا، فتوؤں کی نقل اور ان کی خدمت میں فتویٰ لکھنا یہ کام بھی مستقل طور پر انجام دیا کرتے تھے۔ پھر شہر و بیرون جات کے اکثر تبلیغی جلسوں میں بھی شرکت فرماتے تھے۔

کاموں کی تقسیم اوقات یوں تھی کہ بعد نماز فجر ضروری وظائف و تلاوت قرآن پاک کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پریس کا کام انجام دیتے پھر فوراً مدرسہ جا کر اخیر وقت مدرسہ تک تعلیم دیتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد مستقلاً دو تین بجے تک پھر پریس کا کام انجام دیتے۔ ظہر کے بعد عصر تک پھر مدرسہ میں تعلیم دیتے۔ بعد نماز عصر مغرب تک اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں نشست فرماتے۔ بعد مغرب، عشاء تک اور عشاء کے بعد سے بارہ بجے شب تک اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں فتویٰ نویسی کا کام انجام دیتے اس کے بعد مکان واپس ہوتے اور بہار شریعت کی کچھ سطور تحریر فرما کر تقریباً دو بجے شب میں آرام فرماتے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے اخیر زمانہ حیات تک کم و بیش دس برس یہی معمول رہا۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی اس محنت شاقہ و عزم و استقلال سے اس دور کے اکابر علماء حیران تھے۔ حضرت مولانا محمد رضا خان صاحب فرماتے تھے کہ مولانا امجد علی کام کی مشین ہیں لیکن ایسی مشین جو کبھی فیل نہ ہو (۲)۔

(۱) بہاء المصطفیٰ قادری، مولانا، حضور صدر الشریعہ، حیات و خدمات، ص 110

(۲) عبدالمصطفیٰ اعظمی، مولانا، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ، نمبر 13

ناقابل فراموش کارنامہ

اعلیٰ حضرت مجددین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ قرآن مجید مسلمی باسم تاریخی کنز الایمان فی ترجمہ القرآن (1330ھ / 1911ء) کی افادیت اہمیت اور دیگر تراجم پر فوقیت محتاج بیان نہیں۔ یہ عظیم الشان 'محافظ ایمان' ترجمہ قرآن 'صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کی مساعی جمیلہ سے معرض وجود میں آیا۔ امام احمد رضا بریلوی کو خود قرآن پاک کے ترجمہ کی ضرورت کا احساس تھا، لیکن تصنیف و تالیف اور دیگر علمی مصروفیات کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے اس کام میں تاخیر ہوتی رہی۔ آخر ایک دن صدر الشریعہ قلم دوات اور کاغذ لے کر حاضر ہو گئے اور ترجمہ شروع کرنے کی درخواست کی۔ اعلیٰ حضرت نے اسی وقت ترجمہ شروع کر دیا۔ پہلے پہل ایک آیت کا ترجمہ ہوتا، پھر محسوس کر کے کہ اس طرح تکمیل میں بہت دیر لگ جائے گی۔ ایک ایک رکوع کا ترجمہ ہونے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علماء مستند تفاسیر کے ساتھ ترجمہ کی مطابقت تلاش کرتے۔ انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی کہ اعلیٰ حضرت جو ترجمہ تیاری اور مطالعہ کے بغیر لکھواتے ہیں، اکثر تفاسیر کے مطابق ہوتا ہے، اس سلسلے میں حضرت صدر الشریعہ بعض اوقات رات کے دو دو بجے تک مصروف رہتے (۱)۔

صدر الشریعہ پر اعلیٰ حضرت کی عنایات

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے مسلسل محنت کے سبب اعلیٰ حضرت کی نظر میں مقام پیدا فرمایا تھا۔ اعلیٰ حضرت آپ پر نہایت عنایت و شفقت اور اعتماد فرماتے تھے۔ منظر اسلام کے تمام مدرسین پر آپ کو ترجیح دینے تھے۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے منظر اسلام کے جملہ مدرسین و طلباء کے متعلق حکم صادر فرمایا کہ سب لوگ وضو مولانا امجد علی صاحب کے سامنے کریں اور پھر ان کی نگرانی میں دو رکعت بالجہز ادا کریں اور یہ حکم دیا کہ ان کے وضو اور نماز کو اچھی طرح دیکھا جائے اور اس میں جو کچھ غلطیاں ہوں بتائی جائیں، جن لوگوں کی غلطیاں دیکھی جائیں ان کو موقع دیا جائے کہ کچھ دنوں مشق کرنے کے بعد پھر اپنے وضو اور نمازوں کا امتحان دیں جس کے متعلق (مولانا امجد علی) کہہ دیں کہ اس کا وضو اور نماز صحیح ہے وہی شخص شہر کی مسجد میں امامت کر سکتا ہے

(1) عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، عظمتوں کے پاسان، ص 63

(2) محمد عطاء الرحمن قادری، معارف رضا، منظر اسلام نمبر ص 142

ورنہ نہیں (2)۔ تمام مدرسین و طلبہ نے اس حکم کی پابندی کی اور بفضلہ تعالیٰ اپنا وضو اور نمازیں لوگوں نے درست کیں۔ ایک مدرس صاحب کو یہ چیز ناپسند آئی اور انہوں نے کسی کے سامنے وضو اور نماز کا امتحان دینا باعث ذلت سمجھا اور وہ مدرسہ کی ملازمت سے مستعفی ہو کر وطن واپس چلے گئے (1)۔

صدر الشریعہ کا لقب

حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی لیکن انہیں تفسیر حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ فقہی جزئیات ہمیشہ نوک زبان پر رہتی تھیں۔ اسی بنا پر دور حاضر کے مجدد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے آپ کو صدر الشریعہ کا لقب عطا فرمایا تھا (2)۔ علاوہ ازیں موقع بموقع اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے کمال فقاہت کو ظاہر فرمایا کرتے تھے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

آپ کے یہاں موجود دین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائے گا (3)۔

خلافت و اجازت از اعلیٰ حضرت

اٹھارہ ذی الحجہ 1333ھ کو بموقع عرس سراپا قدس حضرت سیدنا آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر کسی تحریر و طلب کے اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ کو جملہ سلاسل قادر یہ قدیمہ و جدیدہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ کی اجازت تامہ و عامہ عطا فرمائی اور اپنا خلیفہ مطلق کیا اور اپنا عمامہ سرا قدس سے اتار کر حضرت صدر الشریعہ کے سر پر باندھا (4) اور اپنی زبان پاک سے یہ الفاظ ادا فرمائے کہ ”جملہ وظائف و اذکار و اعمال اور اپنی تمام مرویات حدیث و فقہ و جملہ علوم کی

(1) عبدالمنان اعظمی، مفتی حیات صدر الشریعہ، ص 48

(2) غلام یحییٰ مصباحی ڈاکٹر، مولانا احمد رضا خان اور ان کے معاصر علماء اہلسنت کی علمی و ادبی خدمات ص 127۔
صدر الشریعہ: مولانا عبدالحی لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں صدر الشریعہ کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”صدر کے معنی زیادہ بزرگی والا اور افضل کے آتے ہیں اور صدر القوم قوم کے بزرگ ترین اور افضل شخص کو کہا جاتا ہے تو اب صدر الشریعہ کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت کے جاننے والوں اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں میں سب سے زیادہ بزرگ شخص (ماخوذ از ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 192)

(3) محمد مصطفیٰ رضا خان، مفتی اعظم اہلسنن، ص 76

(4) محمد عطاء الرحمن قادری، ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، ص 22

(5) عبدالمنان اعظمی، مفتی حیات صدر الشریعہ، ص 49



اور اپنی تمام تصانیف کی بلا استثناء میں اجازت تامہ و عامہ دیتا ہوں⁽⁵⁾۔ علامہ اور خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے نہایت محبت بھرے انداز میں آپ کا ذکر یوں فرمایا۔

میرا مجد مجد کا پکا اس سے بہت کچھ جانتے یہ ہیں⁽¹⁾

وعظ و تقریر کی جانشینی

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی عادت تھی کہ دو تین اشخاص کے علاوہ کسی کی تقریر نہیں سنتے تھے۔ ان دو تین اشخاص میں سے ایک حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بھی تھے۔ ان تین اشخاص کی تقریر سننے اور بقیہ حضرات کی نہ سننے کی وجہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ یہ ارشاد فرماتے تھے کہ ”عموماً مقررین اور واعظین میں افراط و تفریط ہوتی ہے۔ احادیث کے بیان کرنے میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دیا کرتے ہیں اور ان کو حدیث قرار دے دیا کرتے ہیں جو یقیناً حدیث نہیں ہیں۔ الفاظ حدیث کی تفسیر و تشریح ہر آخر ہے اور یہ جائز ہے مگر نفس حدیث میں اضافہ اور جس شے کو حضرت نے نہ فرمایا ہو اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا یقیناً وضع حدیث (حدیث گھڑنا) ہے جس پر سخت وعید وارد ہے لہذا ایسی مجالس میں شرکت پسند نہیں کرنا جہاں اس قسم کی خلاف شرع بات ہو⁽²⁾۔“

حضرت صدر الشریعہ کی تقریر چونکہ ان صوب سے پاک ہوتی تھی اس لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نہ صرف سنتے تھے بلکہ پسند بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ”حضرت صدر الشریعہ نے ”قرآن مجید“ کے کلام الہمی ہونے اور ”وید“ کے غیر الہامی ہونے کے ثبوت میں بریلی شریف شہر کبھنہ محلہ سیلانی کے چوک میں ایک تقریر فرمائی تھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ وہاں تشریف فرما تھے۔ اس تقریر کو سن کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صدر الشریعہ کو اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا ”مولوی صاحب آپ کے ہوتے ہوئے مجھے اب بڑھاپے کے ضعف و ناتوانی کا احساس جاتا رہا“ (حضرت صدر الشریعہ نے یہ تقریر اپنے سادے الفاظ میں فرمائی تھی) حضرت مولانا حسین رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ اس تقریر کی لذت مجھے اب تک یاد ہے۔⁽³⁾

(1) امام احمد رضا خاں الاستمداد ص 79

(2) عبدالمنان اعظمی مفتی حیات صدر الشریعہ ص 51

(3) شریف الحق امجدی مفتی ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 47



اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی تقریر سننے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی اپنی جگہ تقریر کرنے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ خود ہی بیان فرماتے ہیں۔ ”ایک مرتبہ ربیع الاول کے جلسے میں اثنائے تقریر اعلیٰ حضرت کا مزاج ناساز ہو گیا، دوسری شدت اتنی ہوئی کہ تقریر جاری نہ رکھ سکے، تقریر روکنے کے بعد تخت پر مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ آپ تقریر کریں۔ میں نے عرض کی کہ کیا چیز بیان کروں، ارشاد فرمایا کہ جو مضمون میں بیان کر رہا تھا اس کی تکمیل کرو۔ بھلا کہاں اعلیٰ حضرت کا بیان اور کہاں مجھ بے بضاعت کا بیان۔ مگر ان کا حکم تھا تعمیل کرنا پڑی۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اعلیٰ حضرت کے بیان کی تکمیل تھی مگر جو کچھ ہو سکا اخیر وقت تک اس سلسلہ میں بیان کر کے مجلس کو ختم کیا (۱)۔“

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ ایک اور محفل کا احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”ایک مرتبہ (اعلیٰ حضرت کا) مزاج ناساز تھا، بہت کوشش کی کہ مجلس میں چلیں لیکن علالت نے مہلت نہ دی، مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں حاضر ہوئے اور تشریف لے چلنے کے لیے کہا، ارشاد فرمایا ”اس وقت حرارت ہے، طبیعت ناساز ہے، ابھی نہیں جاسکتا، جاؤ امجد علی سے کہہ دو کہ وہ بیان کر دے اور اس کے سوا ہے کون جو ہے وہی ہے۔“ اعلیٰ حضرت کے حکم کے مطابق بیان کرنا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد جب مزاج میں سکون ہوا تو تشریف لائے اور حکم دیا کہ تقریر جاری رکھو۔ تقریر کو ایک حد تک پہنچایا۔ اس کے بعد عرض کیا کہ سامعین، حاضرین چند الفاظ حضور کی زبان پاک سے سننا چاہتے ہیں۔ ان کے دل جوش عقیدت سے لبریز ہیں۔ آخر میں مختصر سا کچھ مضمون پھر بیان ولادت پر اس سلسلہ کو ختم کیا، تقریر کا سنا تا تو روز ہی ہوتا رہتا ہے۔ یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں مگر اعلیٰ حضرت کے وہ الفاظ جو انہوں نے ننھے میاں سے فرمائے تھے وہ ایسے پر ذوق ہیں جس کا ذوق خود ننھے میاں بیان کرتے تھے اور کبھی کبھی اس کا تذکرہ کر کے لطف اٹھایا کرتے تھے (۲)۔

قاضی القضاة (چیف جسٹس)

امام احمد رضا قدس سرہ نے حالات اور ضرورت دینی کے پیش نظر بریلی شریف میں پورے برصغیر کے لیے شرعی دارالقضاء قائم فرمایا تھا اور اس کے لیے تمام مشاہیر ہند میں سے صدر الشریعہ کو

(۱) عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص 50 (۲) ایضاً، ص 50



احکام شرعی کے نفاذ اور مقدمات کے فیصلے کے واسطے قاضی شرع مقرر فرمایا تھا اس اہم کام کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت نے کتنا اہتمام فرمایا، خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی برہان الحق جبلپوری علیہ الرحمۃ کی زبانی سنئے:

”ایک دن صبح قریباً نو بجے اعلیٰ حضرت مکان سے باہر تشریف لائے۔ تخت پر ایک قالین بچھانے کا حکم فرمایا، ہم سب حیرت زدہ تھے کہ حضور یہ اہتمام کس لیے فرما رہے ہیں۔ پھر حضور امام اہل سنت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کو مخاطب کر کے فرمایا:

”میں آج بریلی میں دارالقضاء شرعی کے قیام کی بنیاد رکھتا ہوں“ اور انہیں اپنی طرف بلا کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر قالین پر انہیں بٹھا کر فرمایا ”میں آپ کو ہندوستان کے لیے قاضی شرع مقرر کرتا ہوں۔ مسلمانوں کے درمیان اگر ایسے کوئی مسائل پیدا ہوں جن کا شرعی فیصلہ قاضی شرع ہی کر سکتا ہے وہ قاضی شرع کا اختیار آپ کے ذمہ ہے“ پھر دعا پڑھ کر کچھ کلمات فرمائے جن کا اقرار حضرت صدر الشریعہ نے کیا۔ اس کے بعد حضور نے اس خادم برہان کو بلا پایا۔ اور اپنے دست مبارک میں میرا داہنا ہاتھ لے کر اس مسند پر حضرت صدر الشریعہ کے متصل بٹھا کر مجھ سے فرمایا ”میں نے تمہارے فتوے دیکھے، افتاء کے لیے تمہارے دماغ کو بہت مستعد پایا میں تمہیں مسند افتاء پر بٹھا کر دارالقضاء شرعی کے لیے مفتی مقرر کرتا ہوں اس کے بعد حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے ہاتھ کو اپنے دست مبارک میں لے کر میرے پہلو میں بٹھایا اور یہی کلمات جو مجھ سے فرمائے تھے ان سے فرما کر پھر ہم دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”دارالقضاء شرعی کے لیے قاضی شرع مولانا امجد علی کو اور آپ دونوں کو ان کی اعانت اور فتویٰ دینے کی اجازت دیتا ہوں۔ آج سے تم دونوں ہندوستان کے دارالقضاء شرعی مرکز بریلی میں مفتی شرع کی حیثیت سے مقرر کیے جاتے ہو، ہم دونوں سے کچھ کلمات فرمائے اور ہم دونوں نے اس سعادت عظیم پر سر نیاز خم کیا اور اٹھ کر ہم نے اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کی اعلیٰ حضرت نے دست مبارک اٹھا کر بہت دیر تک دعا فرمائی۔



حضرت صدر الشریعہ نے دوسرے دن ہی قاضی شرع کی حیثیت سے پہلی نشست کی اور وراثت کے ایک معاملے کا فیصلہ فرمایا (۱) علامہ بدر القادری نے بارگاہِ امجدی میں کیا خوب نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

شرع کا قاضی امام العصر نے تجھ کو کیا
تیری ہے یہ شان و عظمت حضرت امجد علی
نوری و برہاں ہوئے تیرے مشیرانِ قضا
زیب کرسی عدالت حضرت امجد علی

1340ھ / 1921ء میں صدر الشریعہ کے مرشدِ برحق امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی نور اللہ مرقدہ واصل بحق ہوئے۔ بوقتِ رخصت انہوں نے جو وصیت فرمائی، غور سے پڑھنے کے قابل ہے، فرمایا:

”غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو، حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتاویٰ میں لکھی ہیں خوب ازبر کر لیں تو وہ نماز پڑھا میں ورنہ مولوی امجد علی (2)۔“

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا یہ فرمان بڑی اہمیت کا حامل ہے اور صدر الشریعہ کی علمیت، یادداشت اور بزرگی کی سند ہے۔ ساتھ ہی اس جانب بھی اشارہ ہے کہ بعد شہزادہ و جانشین اگر امام احمد رضا کے نزدیک کوئی ان سے قریب تر ہے اور اس مرتبہ کے لائق ہے تو وہ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی کی ذات ہے۔

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف، روانگی

1925ء میں درگاہِ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ سے ملحق مدرسہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کا ایک وفد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اجمیر شریف ان کے مدرسہ میں صدر المدرسین کی حیثیت سے چلنے کے لیے عرض کیا۔ حضرت صدر الشریعہ نے بریلی شریف سے جدا ہونے میں جو دشواریاں تھیں وہ بیان کیں۔ جب وفد نے بہت زیادہ مجبور کیا تو حضرت صدر الشریعہ نے ان سے فرمایا ”مولانا حامد رضا خاں ہمارے پیرزادے ہیں اور اعلیٰ حضرت کے جانشین ہیں بغیر ان کی اجازت کے میں یہاں سے نہیں جاسکتا۔“ حجت

(1) بدر القادری، مولانا، حضور صدر الشریعہ، حیات و خدمات، ص 51-50

(2) عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ، نمبر، ص 281



الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو آپ نے اجمیر شریف جانے یا نہ جانے کا فیصلہ صدر الشریعہ پر چھوڑ دیا۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے یہی طے کیا کہ آستانہ مرشد بریلی ہی رہنا ہے اور اجمیر شریف لکھ دیا کہ میں کسی طرح نہیں آ سکتا۔ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کی انتظامیہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو حضرت صدر الشریعہ کے طالب علمی کے زمانے کے دوست، خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف (۱) صاحب کو درمیان میں ڈالا۔ انہوں نے حضرت صدر الشریعہ کو ایک زوردار خط لکھا جس میں انہوں نے اجمیر شریف جانے کی بھرپور توجہ دلائی اور اس کی یہاں تک انہوں نے ضرورت ثابت کی کہ چونکہ علی گڑھ میں ایک زبردست دینی کام انجام دے رہا ہوں اور یہاں کی فضا میں دوسرے کو یہ کام انجام دینا نہایت دشوار تر ہے۔ اگر یہ چیز مانع نہ ہوتی تو میں خود اجمیر شریف چلا جاتا اور وہاں کی صدارت کے کام کو انجام دیتا۔ احباب کے پر زور اصرار پر بلا آخر حضرت صدر الشریعہ اجمیر شریف جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے طلبہ بہت دل گرفتہ اور غمگین تھے لیکن کیا کرتے مجبور تھے۔ روانگی کے موقع پر انہوں نے ایک الوداعی دعوت کا اہتمام کیا بلکہ اس دعوت کے دو حصے ہو گئے ایک دن ہندوستانی طلبہ اور دوسرے روز بنگالی طلبہ نے دھوم دھام سے دعوت کی۔ اس موقع پر حضرت صدر الشریعہ نے الوداعی تقریر کی، سارا مجمع متاثر تھا بلکہ اکثر طلبہ تو زار و قطار رو رہے تھے۔ (2)

اور ادھر اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ کی تشریف آوری سے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں بہار آ گئی۔ طلبہ میں تعلیم کا ذوق و شوق اور اتباع شریعت کا جذبہ بیدار ہو گیا وہ طلبہ کہ نہ ان کی ظاہری وضع قطع شریعت کے موافق تھی نہ ان میں ارکان اسلام ادا کرنے کا جذبہ تھا وہی طلبہ اپنی قابلیت، اتباع سنت و شریعت اور تعلیمی ذوق و شوق کے حوالے سے امتیازی حالت رکھتے تھے۔ مدرسہ کی تعلیم اور انتظام کا یہ وہ زمانہ تھا کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا ہوا تھا نہ بعد میں ایسی بات باقی

(۱) مولانا سید سلیمان اشرف اور حضرت صدر الشریعہ دونوں نے جوہد میں علامہ ہدایت اللہ رامپوری سے اکتساب علم کیا تھا۔ سید سلیمان اشرف صاحب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی شعبہ اسلامیات کے چیئرمین تھے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں لے کر یہی آئے تھے۔ جرجی زیدان نے عربی زبان پر کچھ اعتراضات کئے تو آپ نے عربی زبان کی فضیلت و برتری پر "اسمین" نامی کتاب لکھی جسے پروفیسر براؤن اور علامہ اقبال نے خراج عقیدت پیش کیا۔ علاوہ ازیں الانہار، الحج، النور ایسی تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔ (مخبر فقہ اسلامی ص 275)

(2) عبدالمنان اعظمی، مفتی حیات، صدر الشریعہ ص 107



رہی۔ حضرت صدر الشریعہ کی آمد اور بے مثال تدریس و تعلیم کا شہرہ سن کر دو روزنزدیک سے طلبہ کی آمد شروع ہو گئی۔ مراد آباد سے حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری حاضر خدمت ہوئے بریلی سے محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب بھی حاضر ہو گئے۔ حضرت صدر الشریعہ کے یہی وہ دو طلبہ ہیں جن کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا ”میری ساری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے (۱)“ واقعی ان دونوں شاگردانِ رشید نے صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے پڑھنے کا حق ادا کر دیا۔ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا نظام الاوقات مندرجہ ذیل تھا۔ اس نظام الاوقات کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صدر الشریعہ کس قدر مصروف اور منظم زندگی گزارتے تھے۔

نظام الاوقات

صبح سویرے سے بارہ بجے تک دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں وقت کی پابندی سے درس دیتے اس کے بعد مدرسہ کا تعلیمی وقت ختم ہوتا تو مزید طلبہ علم کو ایک بجے تک پڑھاتے پھر گھر واپس آتے جو درگاہِ معلیٰ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ سے دس منٹ کے فاصلے پر تھا۔ کھانا کھاتے اور مختصر قیلول فرماتے پھر نمازِ ظہر ادا کرتے اور دو بجے سے چار بجے تک بعد دوپہر درس میں مشغول ہو جاتے۔ چار بجے مدرسہ کا وقت ختم ہو جاتا تو اس کے بعد پانچ بجے تک پھر طلبہ کو مزید درس علاوہ مدرسہ کے درس کے پڑھاتے۔ عصر کی نماز جامع مسجد شاہجہانی درگاہِ معلیٰ میں پڑھتے اور لوگ کثرت سے آپ کے پیچھے جماعت ثانیہ میں شریک ہوتے۔ اکثر ائمہ مساجد کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے اور قرأت و رکوع و سجود کی خامیوں کی بناء پر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ جمعہ ہمیشہ بلا ناغہ درگاہِ معلیٰ ہی میں ادا فرماتے تھے اور پھر احتیاطاً ظہر پڑھتے۔ سردیوں میں یہ لائحہ عمل ہوتا۔ گرمیوں میں مدرسہ 12½ تک رہتا پھر اس کے بعد ایک ڈیڑھ بجے تک درس دیتے، گھر واپس آتے، کھانا کھاتے، قیلول کرتے اور 3 بجے سے 6 بجے تک از سر نو تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور عصر کے قریب ختم ہوتا پھر عصر کی نماز درگاہِ شریف میں پڑھتے یا کسی اور مقام پر اور گھر سے دولت باغ جو تقریباً دو میل کے فاصلے پر تھا سیر کے لیے جاتے (ڈاکٹروں نے صحت کے لیے سیر کا مشورہ دیا تھا) لیکن یہ سیر بھی برائے نام تھی حضرت شیخ الحدیث

(۱) اختر حسین فیضی، مصباحی، مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 149



مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ آپ کے ہمراہ ہوتے اور اسباق کا سلسلہ جاری رہتا میں (علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ) اور بہت سے دوست بھی روزانہ دولت باغ جاتے دولت باغ میں حضرت مغرب کی نماز وہاں بڑے لان میں پڑھتے اذان و اقامت ہوتی اور نماز ہوتی۔ جماعت دیکھ کر باغ میں آنے والے کئی کئی سو آدمی اس جماعت میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد رات کو گھر تشریف لاتے کھانا کھاتے اور پھر کتابوں کا مطالعہ ہوتا۔ ہم سب لوگ لائین کے آمنے سامنے بیٹھ جاتے اور مطالعہ میں مصروف ہوتے۔ عشاء کی نماز پڑھی جاتی اور پھر دس گیارہ بجے رات تک ہم لوگ سو جاتے اور حضرت کافی رات تک مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ صبح سویرے بیدار ہوتے نماز فجر ادا کرتے اور ایک پارہ قرآن مجید ہمیشہ تلاوت کرتے اور کچھ اور ادو وظائف پڑھتے (۱)۔“

سالانہ امتحان

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نہایت محنت و توجہ سے تدریس فرماتے طلبہ کی نگرانی رکھتے ان میں تحصیل علم کا ذوق و شوق بیدار کرتے رہتے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلبہ نے نہایت محنت کے ساتھ تحصیل علم کی۔ جب امتحان لیا گیا تو ممتحنین کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ایسے طلباء اس زمانے میں ملنا بہت مشکل ہیں۔ چنانچہ مولوی فضل حق صاحب رامپوری جو ایک پرانے مدرس تھے پڑھاتے پڑھاتے بوڑھے ہو چکے تھے معقولات کی تعلیم کا پورا پورا مالک رکھتے تھے وہ بھی امتحان کے موقع پر بلائے گئے اور ان کے سامنے میرزا ہدٰی حماسہ قاضی مبارک صدرائشمن بازرغہ کلوچ کتابیں امتحان کے لیے پیش کی گئیں۔ امتحان کے لیے کسی جگہ اور اوراق کی پابندی نہ تھی۔ ممتحن صاحب کو اختیار تھا کہ جہاں سے چاہیں پوچھیں امتحان لیا تو بہت خوش ہوئے مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب مولوی سردار احمد صاحب حضرت مولوی سید غلام جیلانی علی گڑھی و مولوی رفاقت حسین مظفر پوری ان چاروں کی ایک جماعت تھی ان کے امتحان سے ممتحن صاحب نہایت خوش ہوئے بلکہ ان کے متعلق تحریر لکھی کہ اس قسم کے طلبہ اس زمانے میں نایاب ہیں (۲)۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ تشریف لے گئے اور ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۳ء تک بحیثیت صدر المدرسین مصروف تدریس رہے۔ یوں اس دارالعلوم میں آپ کا عرصہ تدریس آٹھ سال پر مشتمل ہے۔

(۱) عبدالمصطفیٰ الازہری 'علامہ حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص ۲۲۷-۲۲۸

(۲) عبدالمنان اعظمی 'مفتی حیات و خدمات صدر الشریعہ ص ۱۱۰

دارالعلوم منظر اسلام مراجعت

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں میر نثار احمد متولی مدرسہ سے بعض امور میں اختلاف کی بناء پر حضرت صدر الشریعہ کو یہ مدرسہ چھوڑنا پڑا۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمۃ نے آپ کو دوبارہ دارالعلوم منظر اسلام بحیثیت شیخ الحدیث و صدر المدرسین طلب کر لیا۔ حضرت صدر الشریعہ بمع تلامذہ بریلی شریف آ گئے۔ یہاں صدر الشریعہ تقریباً تین سال تک طالبان علوم نبوی کو شریعت و طریقت کے جام بھر بھر کر پلاتے رہے۔ دارالعلوم منظر اسلام میں آپ کا کل عرصہ تدریس پہلا دور تدریس (1329ھ تا 1343ھ) اور دوسرا دور تدریس (1351ھ تا 1356ھ) ملا کر تقریباً اٹھارہ برس پر مشتمل ہے۔ اس عرصہ میں سینکڑوں طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا۔ جن مشاہیر تلامذہ کے نام ہمیں دستیاب ہوئے وہ درج ذیل ہیں۔

- (1) شیریشہ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی خان لکھنوی
- (2) محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب
- (3) حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری
- (4) امین شریعت حضرت علامہ رفاقت حسین کانپوری
- (5) مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن صاحب الہ آبادی
- (6) شمس العلماء قاضی شمس الدین جونپوری
- (7) خیر الاذکیاء مولانا غلام یزدانی اعظمی
- (8) علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی
- (9) مولانا علامہ سلیمان صاحب بھاگلپوری (علیم الرحمۃ والرضوان)

مندرجہ بالا فہرست جو باوجود کوشش کے مکمل نہیں ہو سکی، میں سے اول الذکر مولانا محمد حشمت علی خان لکھنوی نے صدر الشریعہ کے پہلے دور تدریس (1911ء تا 1924ء) میں استفادہ کیا اور 1921ء میں سند فراغت پائی⁽¹⁾ بقیہ تمام تلامذہ نے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں تعلیم پائی لیکن شرح چھمینی، محقق دوانی اور شرح تجرید وغیرہ کتب اور درس حدیث دارالعلوم منظر اسلام میں حضرت صدر الشریعہ سے لیا⁽²⁾۔

(1) فیضان المصطفیٰ قادری، حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 409

(2) جلال الدین قادری، مولانا محمد صاحب اعظم پاکستان ص 54

دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں تشریف آوری

1356ھ/1936ء میں حاجی غلام محمد خاں شیروانی کے اصرار پر حضرت صدر الشریعہ دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں بحیثیت صدر مدرس تشریف لائے۔ حاجی غلام محمد خاں متولی مدرسہ ہذا، صدر الشریعہ کی آمد پر بہت خوش تھے۔ ان کی خوشی بجائے کہ حضرت صدر الشریعہ کی تشریف آوری سے نہ صرف مدرسہ بلکہ دادوں کی چھوٹی سی بستی پورے ہندو پاک میں شہرت و عظمت کی حامل بن گئی۔ تشنگان علم ووردور سے کھنچ کر دادوں پہنچنے لگے تاکہ حضرت صدر الشریعہ سے شرف تلمذ حاصل کریں۔ حضرت مولانا سید ظہیر احمد زیدی صاحب جوان دنوں دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ میں زیر تعلیم تھے نہایت احسن انداز میں حضرت صدر الشریعہ کی تشریف آوری سے مدرسہ میں آنے والی تبدیلی کو یوں بیان کرتے ہیں:

”حضرت صدر الشریعہ مدرسہ دادوں میں بحیثیت صدر المدرسین و شیخ الحدیث تشریف لائے آپ کی آمد سے دارالعلوم میں علوم و عرفان کی بارشیں ہونے لگیں۔ وہ دارالعلوم جہاں غیر درسی غیر علمی مصروفیات کو غلبہ حاصل تھا اور جہاں کی فضاؤں میں تفریحی مشاغل کی گونج تھی اور جہاں مباحثہ و مکالمہ کے موضوعات فٹ بال اور اسی سلسلے میں کھیلے جانے والے مقامی و بیرونی مقابلے اور ان مقابلوں میں حصہ لینے والے طلبہ کے فنی کردار نیز نواب صاحب (2) مرحوم کے مراسم خسروانہ اور نوازشات کریمانہ وغیرہ ہوتے تھے اب یہ موضوعات بدل چکے تھے اور ان کی جگہ علمی مباحث نے لے لی تھی جو دارالعلوم کا حقیقی مقصد تھا۔ اب دارالاقامہ (ہوشل) میں منطلق، فلسفہ، فقہ، حدیث، تفسیر، معانی و بیان اور نعت و ادب کے مسائل پر گفتگو ہوتی یقیناً یہ آپ کا عظیم اور محسوس

(1) حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس مدین پورہ ضلع علی گڑھ، علم دوست علماء و صلحاء کے عقیدت مند اور قدردان دین کی طرف خاص رغبت اور صوم و صلوة کے سختی سے پابند تھے۔ حضرت حافظ خیر آبادی سے بیعت تھے۔ ساری زندگی شیخ کے قدموں میں گزار دی اور وہیں یعنی خیر آباد شریف میں انتقال فرمایا۔ نعت گوئی سے خاص شغف تھا۔ دیوان حافظی کے نام سے آپ کا مجموعہ نعت شائع ہو چکا ہے۔

(2) نواب ابوبکر خاں شیروانی بانی مدرسہ حافظیہ سعیدیہ مخیر زہد، جواد و کریم النفس اور خدا ترس روساء میں سے تھے۔ صوم و صلوة کے پابند اور دین سے بڑی محبت اور لگاؤ رکھتے تھے۔ عربی و مذہبی تعلیم کے فروغ کے لیے اپنے مرشد حضرت حافظ خیر آبادی اور والد صاحب کے نام پر مدرسہ حافظیہ سعیدیہ قائم کیا۔ طلبہ کی بڑی ناز برداری کرتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اگر نواب صاحب کی خوشنودی اور رضا مطلوب ہے تو نواب صاحب کے طلبہ کو خوش کرنا چاہئے۔

روحانی تصرف تھا کہ بغیر کسی ظاہری جدوجہد اور سعی اصلاح کے، فرسودہ ماحول یک لخت تبدیل ہو گیا۔ طلبہ کا ذہن تفریحی مشاغل، غیر درسی امور اور علم دشمن مصروفیات سے ہٹ کر حصول علم کی طرف مائل ہو گیا اور اب دارالعلوم اپنے حقیقی مقاصد کے ساتھ اپنی صحیح شکل و صورت میں نظر آنے لگا۔ ایک ہی سال میں مدرسہ عربیہ دادوں کی دھوم مچ گئی اور اسے ہندوستان گیر شہرت حاصل ہو گئی۔ مدرسہ دادوں کے فارغ التحصیل طلبہ علم دین کے معیاری و قابل اعتماد فضلاء شمار کئے جانے لگے۔⁽¹⁾

بیانِ خلیل العلماء علیہ الرحمۃ

حضرت صدر الشریعہ کے تلمیذ ارشد، صاحب تصانیف کثیرہ، خلیل العلماء مفتی خلیل خان برکاتی، حضرت صدر الشریعہ کی آمد کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کے واقف و متولی نواب ابو بکر خاں صاحب مرحوم کے بعد جب تولیت نواب حاجی غلام محمد خاں صاحب شیروانی کے حصہ میں آئی تو مدرسہ درود یوار سراپا اشتیاق بنے ایک عظیم شخصیت کے استقبال میں چشم براہ تھے جن کے متعلق مدرسہ میں یقین و وثوق سے کہا جا رہا تھا کہ وہ صدر المدرسین کی جگہ مدرسہ میں تشریف لانے والے ہیں۔

جلوہ افروزی

ہماری آنکھوں نے وہ دن دیکھ لیا اور آج بھی دیکھ رہی ہیں، حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا شاہ امجد علی صاحب قادری، برکاتی رضوی نے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ کو اپنے قدم میں منت لڑوم سے مشرف فرمایا آپ یقین فرمائیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ علوم شرعیہ کی تجلیاں درود یوار سے چھن چھن کر سینہ و دل کی گہرائیوں میں گھر کرتی چلی جا رہی ہیں۔

اندازِ درس

فقیران ایام میں علم الصیغہ، ہدایت الخو، مدیۃ المصلی، میزان، منطق، قلیوبی وغیرہ کتابیں پڑھتا تھا۔ درس و تدریس کیا ہے اس سے واقفیت نہ تھی ہاں اتنا جانتا تھا کہ کسی کتاب کو پڑھانے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے مضامین کی تقریر ایسی شستہ اور آسان زبان میں ہو کہ ہر طالب علم کے دل

(1) ظہیر احمد زیدی، مولانا ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر 77



میں اتر جائے۔ حضرت والا کا اندازِ درس کیا تھا اس سے اب تک واقفیت نہ تھی۔ پہلی کتاب جس کے ذریعہ حضرت والا کے قدموں تک رسائی ہوئی "ملاحسن" تھی دوسرے تیسرے روز ہی جب مباحث کا آغاز ہوا اور حضرت والا نے مضمون کتاب کی تقریر فرمائی تو بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ٹھنڈے ٹھنڈے میٹھے میٹھے مشروب کے گھونٹ نیچے اتر رہے ہیں اور پھر عقیدت میں آنکھیں جھکیں..... دل جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا (۱)۔

صدر الشریعہ کے اس اندازِ درس کی بدولت مشکل سے مشکل مضامین نہایت آسانی سے طلبہ کے ذہن نشین ہو جاتے تھے۔ طلبہ محنت بھی خوب کرتے تھے۔ سالانہ امتحانات کے موقع پر طلبہ کی لیاقت و قابلیت کا بہترین مظاہرہ ہوتا تھا حضرت مفتی صاحب ہی بیان کرتے ہیں:

طلبہ کی قابلیت

سالانہ امتحانات کے موقع پر ممتحن صاحب نے مولوی محمد خلیل صاحب امرہوی سے چند سوالات بے جا کر ڈالے مولوی محمد خلیل صاحب نے جواب دیا کہ اگرچہ یہ غیر متعلق سوالات ہیں لیکن میں ان کے جوابات دیتا ہوں اور پھر جوش میں آ کر بلند آواز سے جوابات کی تقریر کی۔ حضرت صدر الشریعہ کو علم ہوا تو فرمایا کہ مولوی خلیل انہیں پڑھانے کی صلاحیت رکھتا ہے (۲)۔

صدر یار جنگ کا اعتراف

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی جو نہایت قہر علی شخصیت تھے اور ایک دور میں حیدرآباد وکن میں وزیر برائے مذہبی امور رہ چکے تھے۔ اور درس و تدریس کی اعلیٰ قدروں سے آگاہ تھے۔ صدر الشریعہ کے علاوہ نے (مدرسہ حافظیہ سعیدیہ) کے سالانہ امتحانات 1356ھ/1937ء میں اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا ثبوت دیا تو نواب صدر یار جنگ نے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں تقریر کئے ہوئے صدر الشریعہ کے تدریسی ملکہ کا اعتراف کیا۔

تقریر کی ابتداء اس طرح کی کہ خطبہ کے بعد سب سے پہلے حضرت صدر الشریعہ کو مخاطب کیا۔ پھر حاضرین علماء و طلبہ و دیگر حضرات کی جانب متوجہ ہوئے۔ بانی مدرسہ اور منتظمہ کے بارے میں چند جملے کہنے کے بعد آپ نے اس زمانے کے فارغین و مدرسین میں استعداد کی قلت اور

(۱) خلیل خان برکاتی 'مفتی' ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ' نمبر ص 23

(۲) ایضاً ص 24

سطحیت کا شکوہ کیا پھر ملک کے عربی مدارس اور ان کے سرکاری بورڈ کے ذریعے ہونے والے امتحانوں پر سخت تنقید کی اور اس کے خلاف صحیح رخ پر اسلامی علوم کا احیاء کرنے والی چند شخصیتوں میں حضرت صدر الشریعہ کے وقارِ علمی کا زبردست خطبہ پڑھا۔ کہا ”مدارسِ عربیہ میں یہ جو امتحانات مولوی فاضل، منشی فاضل یونیورسٹیوں سے دلائے جاتے ہیں آپ یقین کیجئے کہ وہ ایک بلا ہے اور طاعون کی طرح ایک وبائے عظیم ہے یہ چیز علومِ دیدیہ کی بربادی کا سبب ہے جس سے گریز اشد ضروری ہے۔ یہاں سے جو چند طلبہ کی دستار بندی کی گئی اور اسنادِ عطا کی گئیں وہ قابلِ شکر ہے۔

حضرات آج کل مدارس بہت ہیں اور مدرس بہت طلبہ بہت میں ہندوستان کے مختلف مدارس میں پھر اور دیکھا مگر واقعہ یہ ہے کہ ملک کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پھر جائے اور مدرس تلاش کیجئے صحیح معنوں میں مدرس نہیں ملیں گے (۱)۔

مزید کہا۔ ”میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں۔ ان چار پانچ میں سے ایک مولوی امجد علی صاحب ہیں ان کے ہاتھ سے طلبہ کا فاضل ہونا اور اسنادِ پاناصاف بتلا رہا ہے کہ ان میں ضرور استعداد ہے۔ نام کے مولوی نہیں (۲)۔“

دارالعلوم حافظیہ سعید یہ دادوں میں حضرت صدر الشریعہ نے 1356ھ/1936ء سے لے کر 1362ھ/1943ء تک تقریباً سات برس تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس عرصہ میں درج ذیل مشاہیر تلامذہ نے استفادہ کیا۔

1. خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ
2. وقار ملت مفتی وقار الدین صاحب قادری علیہ الرحمۃ
3. رئیس المحمد شین مولانا مبین الدین امر وھوی علیہ الرحمۃ
4. صاحب تصانیف کثیرہ مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ
5. مولانا سید ظہیر احمد زیدی مصنف بہار شریعت حصہ نواز دہم
6. مولانا حافظ قاری محبوب رضا خان صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ
7. مولانا مجیب الاسلام صاحب اعظمی
8. مولوی شمس الدین آنولہ ضلع بریلی

(۱) بدر القادری مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 52

(۲) حسن رضا خان ڈاکٹر فقہ اسلام ص 270



دورانِ قیامِ دادوں صدر الشریعہ کے بڑے صاحبزادے حکیم شمس الہدیٰ صاحب جو آپ کی عدم موجودگی میں گھر کے جملہ معاملات کا انتظام و انصرام سنبھالے ہوئے تھے انتقال کر گئے چھوٹے صاحبزادے مولوی یحییٰ ایک جوان بیٹی پھر آپ کے تیسرے جوان العمر صاحبزادے مولوی عطاء المصطفیٰ صاحب انتقال کر گئے۔ اس طرح تین چار سال کے مختصر عرصے میں آپ کے تین جوان صاحبزادگان اور ایک صاحبزادی نے انتقال کیا مگر تسلیم و رضا کی منزل سے آپ کے قدم استقامت میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ ایسے عظیم و شدید صدمات کو برداشت کر لینا کوئی آسان کام نہیں۔ اگر وہ ارحم الراحمین تو فیق صبر نہ عطا فرمائے تو معلوم نہیں انسان کیا کر ڈالے لیکن آپ سنت نبویہ اور اسوۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ثابت قدم رہے۔

یہی پے در پے صدمات کم نہیں تھے کہ محترم حاجی غلام محمد خاں صاحب شیروانی متولی مدرسہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور ان کی جگہ دوسرے رئیس اعظم مدرسہ کے متولی بن گئے۔ یہاں سے مدرسہ کے نظم و نسق میں تغیر شروع ہو گیا۔ علم و علماء کی قدر و منزلت کم ہونے لگی۔ کاسہ لیسوی و دربار داری کا دور شروع ہو گیا۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے صدر الشریعہ نے استعفیٰ دے دیا اور وطن مالوف گھوسی (مدینۃ العلماء) تشریف لے گئے۔

مدرسہ مظہر العلوم بنارس تشریف آوری

کچھ عرصہ بعد حضرت صدر الشریعہ نے مدرسہ مظہر العلوم کچی باغ بنارس کی دعوت 1363ھ / 1944ء میں منظور فرمائی اور صدر المدرسین کی مسند پر جلوہ افروز ہو گئے۔ مولانا مظہر ربانی، مولانا لطف اللہ جلالی اور ان کے ہمراہ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ سے تقریباً سترہ طلبہ بنارس پہنچ گئے اور حضرت کے حکم پر سب کا داخلہ ہو گیا انہی کے ساتھ مارشلس افریقہ سے آئے ہوئے طالب علم مولوی محبوب خدا بخش افریقی صاحب بھی حاضر خدمت ہو گئے (۱)۔ حضرت کی جلالت علمی اور تلامذہ کی استعداد کے باعث چند روز میں مظہر العلوم کے درس و تدریس کا نقشہ بدل گیا۔ یہاں حضرت نے تقریباً ایک سال ہی تدریس فرمائی تھی کہ آپ کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا۔ آنکھوں کے آپریشن کی وجہ سے آپ نے کچھ تلامذہ کو بریلی اور کچھ کو دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور بھیج دیا۔ اس کے بعد جب مفتی اعظم ہند اور حضرت محدث اعظم پاکستان (علیہا الرحمۃ) حج کے لیے

(۱) سید مظہر ربانی، مولانا حضور صدر الشریعہ، حیات و خدمات، ص 363

تشریف لے گئے تو ان کی جگہ کچھ عرصہ کے لیے آپ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گئے۔ محدث اعظم پاکستان کی بریلی واپسی پر مدینۃ العلماء گھوسی لوٹ آئے۔ اس کے بعد کسی مدرسہ میں تدریسی ذمہ داری قبول نہیں کی۔

تدریسی خصوصیات

تدریس ایک اہم اور مشکل کام ہے۔ خود کتاب کے مضامین کو کا حقہ سمجھنا پھر طالب علم کو اس طرح سمجھا دینا کہ وہ واقعی سمجھ لے اتنا مشکل ہے کہ بتانا ممکن نہیں۔ پھر طالب علم اگر ذہین ہے تو اس کے شبہات کو اس طرح دور کرنا کہ وہ مطمئن ہو جائے صرف خدا داد استعداد ہی سے ہو سکتا ہے۔ طالب علم جو شبہ بیان کر رہا ہے اس کی بنیاد کیا ہے؟ وہ ابھی قادر الکلام نہیں اپنی بات کا حقہ نہیں کہہ پاتا۔ ایک ماہر استاد کا کام یہ ہے کہ وہ طالب علم کے غیر مرتب جملوں سے یہ جان لے کہ اس کو کھٹک کیا ہے؟ اور یہ کہنا کیا چاہ رہا ہے۔ جس مدرس میں یہ کمال نہ ہو وہ حقیقت میں مدرس نہیں۔

1. طلبہ کی نفسیات سمجھنا

حضرت صدر الشریعہ اس خصوص میں ایسے ماہر تھے کہ طالب علم کے سامنے مشکل سے مشکل مسئلے کی تقریر مختصر الفاظ میں اس طرح کر دیتے کہ طلبہ کے ذہن میں اچھی طرح اتر جاتا اور طلبہ کے شبہات کو ان کے چند الفاظ سے کا حقہ سمجھ لیتے اور نپے تلے جملوں میں ایسا جواب ارشاد فرماتے جسے سن کر طالب علم باغ باغ ہو جاتا۔

مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "ایک ماہر مدرس متوسط ذہن رکھنے والے طالب علم کو بھی کند بنادیتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ کی تدریس کی یہی خصوصیت تھی کہ وہ طلبہ کے ذہن میں مضامین کو نقش کا لجر فرمادیتے تھے۔ صرف پڑھاتے ہی نہیں تھے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ گھول کر پلاتے تھے۔ میں اگرچہ اس سے محروم رہا کہ حضرت صدر الشریعہ سے درس نظامی کی کوئی کتاب پڑھتا مگر یہ مجھ پر اللہ عزوجل کا بہت بڑا فضل ہے کہ مجھے سال بھر تک اس طرح حضرت کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا کہ میں ہوتا اور حضرت ہوتے۔ تیسرا کوئی نہ ہوتا۔ کتب حدیث و فقہ و تفاسیر کے ہزاروں صفحات فتویٰ نویسی کے وقت میں پڑھ کر سنا تا۔ ادنیٰ سی غلطی پر ٹوکتے پھر جلد بتاتے نہیں بلکہ پوچھتے صحیح کیا ہے؟ گرتے پڑتے صحیح بتا دیتا تو چہرے پر بشارت

ظاہر ہو جاتی اور اگر نہ بتایا تا تو کبھی مسکرا کر کبھی پیار سے بتاتے اور کبھی اتنے زور سے ڈانٹتے کہ حجرہ مبارک گونج جاتا میں چونکہ مزاج آشنا تھا اس لئے سخت سے سخت ڈانٹ پر میرے اوسان خطانہ ہوتے کبھی کبھی تو یہ ہوتا کہ حضرت ڈانٹتے اور میں مسکراتا رہتا۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی باتیں اب ذہن میں نہیں البتہ ایک بات یاد رہ گئی جو اگرچہ کتب سے متعلق تو نہیں مگر طرزِ تعلیم کی نشاندہی کرتی ہے:

میں حضرت کو اخبار سنارہا تھا۔ بغداد کے متعلق کوئی خبر تھی میں نے اس کو بغداد پڑھا فوراً ٹوک دیا 'کیا پڑھا؟ میں فوراً سنبھل گیا اور عرض کیا بغداد فرمایا بغداد کیسے؟ میں نے عرض کیا اصل میں باغ داد تھا یہ سنتے ہی مسکرا پڑے اور بہت خوش ہوئے (۱)۔

2. بدھ کو سبق کا آغاز

خلیل العلماء مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں:

"جہاں تک اس فقیر بے مایہ کی یادداشت کا تعلق ہے یہ فقیر کہہ سکتا ہے کہ اسباق کی ابتداء بدھ کے روز فرماتے تھے اور یہی معمول رہا ہے علمائے کرام کا اور اس سلسلہ میں ایک حدیث شریف کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما من شئی بدی فی یوم الاربعاء و الاء قدتم" بلکہ رسالہ تعلیم اکملہ میں فرمایا "وهكذا كان يفعل ابي حنيفة" پھر روایات میں آتا ہے کہ "یوم الاربعاء یوم خلق فیہ النور" تو اس اعتبار سے یہ دن اہل ایمان کے لئے مبارک ہے اس دن سبق کا آغاز ہو تو ان شاء اللہ نور علم میں زیادتی ہوگی اور وہ علم برکات و دارین کا موجب ہوگا۔

3. سبق کی مقدار

مفتی صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ "و در این درس اس بات کا خاص اہتمام بلکہ التزام فرماتے کہ سبق کی مقدار اتنی ہی رہے جہاں قرب الی الفہم ہو اور بتدریج اس میں اضافہ فرماتے تاکہ طلبہ پر بار نہ ہو اور اس کی طبیعت میں ٹکدر و ملال پیدا نہ ہو۔ اور ضیاع وقت کا باعث نہ ہو۔

(1) شریف الحق امجدی مفتی ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ بمصر ص 44

4. خود اعتمادی

مدرس کو درس دیتے وقت اگر خود اپنے پر اعتماد نہ وہ دوسروں کو کیا اعتماد سے پڑھا سکتا ہے اور دوسرے اس سے پڑھ کر کیا فیضیاب ہو سکتے ہیں اور یہ وصف جسے خود اعتمادی کہتے ہیں حضرت صدر الشریعہ کی ذات والا صفات میں نہ صرف درس و تدریس کے وقت بلکہ ہر محفل میں نمایاں نظر آتا تھا لیکن نہ اس قدر کے غرور و تکبر سے تعبیر کیا جاسکے۔

5. صدر الشریعہ کی خصوصیت خاصہ

حضرت مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حضرت صدر الشریعہ کے درس و تدریس میں جو خصوصیت اس فقیر نے ہمیشہ دیکھی وہ یہ کہ طالب علم کیسا ہی لائق و فائق ہو جب وہ سبق کی عبارت پڑھتا تو اس پر لازم تھا کہ وہ عربی عبارت کا با محاورہ نہیں بلکہ لفظی اور با معنی ترجمہ کرے۔ با محاورہ ترجمہ تو ذہین طالب علم بلکہ متوسط فہم و صلاحیت رکھنے والا طالب علم بھی باسانی کر سکتا ہے لیکن لفظی ترجمہ جو با معنی ہو بے معنی اور مہمل نہ ہو پوری توجہ اور انہماک کے بغیر محال نہیں تو مشکل تر ضرور ہے۔ لفظی ترجمہ سے ہی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ طالب علم نے بغور کتاب کا مطالعہ کیا ہے یا نہیں۔ حضرت کو اس سلسلے میں کسی طالب علم کی لاپرواہی گوارا نہ تھی۔ اسی لئے کسی طالب علم میں یہ مجال نہ تھی کہ مطالعہ کیے بغیر حضرت کے روبرو قراءت کر سکے۔ حضرت والا کا یہ انداز طالب علم کو طالب علم بنانے کا اعلیٰ ذریعہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس کے تلامذہ میں واعظ و مقرر کم مدرس و مفکر بکثرت پائے جاتے ہیں اور برصغیر ہندو پاک کے مشہور مدارس میں غالباً معدودے چند ہی ایسے مدارس ہوں گے جہاں حضرت کے فیض یافتہ بالواسطہ یا بلاواسطہ موجود نہ ہوں۔

قرأت و لفظی ترجمہ کے بعد باری آتی ہے کتاب کے مضمون کی تقریر اور طالب علم کے ذہن نشین اس مضمون کو کرانے کا مرحلہ۔ یہ مرحلہ حقیقت یہ ہے کہ بڑا جانکاہ مرحلہ ہے۔ طلبہ سبھی ذہین نہیں ہوتے۔ غبی اور کودن بھی ہوتے ہیں لیکن کتاب کے مضامین کی ایسی دلنشین تقریر کہ ہر ذہن مطمئن ہو جائے۔ حضرت کی خصوصیت خاصہ ہی کہی جاسکتی ہے (۱)۔

(۱) خلیل خان برکاتی، مفتی حضرت صدر الشریعہ کا انداز تدریس (علمی)، نیرۃ خلیل العلماء مولانا حامد رضا خان نوری کی وساطت سے یہ علمی مضمون ملا۔ اس عنایت پر اتم ان کا تہدیل سے شکر گزار ہے۔

4. طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق درس

شہزادہ صدر الشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ اپنے مخصوص انداز میں اپنا ہی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

”علامہ ابن حاجب کی کتاب ”کافیہ“ پڑھنے کا جب وقت آیا تو ہم لوگوں کی ”کافیہ“ ایک مولوی صاحب کو پڑھانے کے لیے دے گئی انہوں نے ”رب یروا تعسر“ کے بعد ”الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد“ کی تشریح شروع کر دی۔ مولوی صاحب نے اس جملے پر اتنی تیز اور زبردست روشنی ڈالی کہ ہم لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں اور ہمارے ساتوں طبق روشن ہو گئے کبھی کہتے الکلمۃ میں الف لام کیسا ہے؟ کبھی پوچھتے الکلمۃ میں ”ت“ کیسی ہے؟ کبھی سوال ہوتا کہ کلمہ کس سے مشتق ہے؟ غرض وہ خود ہی اعتراض کرتے اور خود ہی جواب دیتے جاتے اور ہم لوگ ہونق کی طرح منہ کھولے مولانا صاحب کے رخ زیبائی کی زیارت کرتے رہتے ہمارے دل میں خیال آتا یا اللہ! مولانا صاحب کو کیا ہو گیا ہے؟ خدا نہ کرے کہیں کچھ آسپا اثر تو نہیں یا جہنمی توازن تو نہیں بگڑ گیا خدا خدا کرے کھنٹی (چیریڈ) ختم ہوئی تو فرمایا کہ باقی تشریح کل کروں گا غرض تین دن تک لگا تار ”الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد“ کا بخیہ ادھیڑتے رہے اور ہم لوگ نزع کی حالت میں دم توڑتے رہے۔ اس کے بعد میں نے اباجی یعنی حضرت صدر الشریعہ سے عرض کیا کہ ”کافیہ“ کچھ میں نہیں آتی نہ جانے مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں کچھ کچھ میں نہیں آتا۔ انہوں نے فرمایا اچھا ”کافیہ“ پڑھا دوں گا انہوں نے ایسے آسان انداز میں ”کافیہ“ پڑھائی کہ ساری کتاب کچھ میں آگئی۔ حضرت نے فرمایا مولانا جو تمہیں پڑھا رہے تھے وہ سب شرع جابی میں پڑھا لو گے۔ یہاں اس کے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

دیتے ہیں بادہ طرف قدر خوار دیکھ کر (۱)

7. درس میں انہماک

درس نہایت توجہ اور انہماک سے دیتے یہاں تک کہ اس دوران کوئی آجاتا تو آپ کو مطلق

(۱) فداء المصطفیٰ قادری مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص 269

خبر نہ ہوتی چنانچہ مولانا ظہیر احمد زیدی بیان کرتے ہیں:

”درسِ حدیث اس درجہ انہماک و استغراق کے ساتھ ہوتا کہ آپ کو کسی آنے اور جانے والے کی مطلق خبر نہ ہوتی۔ اس استغراق میں علمِ حدیث کے ساتھ مولانا کے ادب و احترام کو بڑا دخل تھا۔ ایک بار متولی مدرسہ (حافظیہ سعیدیہ) جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب مرحوم کسی بد باطن کی حاسدانہ شکایت پر برائے تحقیق و معائنہ کلاس میں تشریف لائے۔ درسِ حدیث پاک کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ متولی صاحب قریب ہی دروازہ پر کھڑے تھے لیکن آپ کو اس طرف قطعاً توجہ نہیں ہوئی۔ وہ خاموش واپس تشریف لے گئے اور مولانا کے خلوص، استغراق، للہیت اور روحانیت سے بے حد متاثر ہوئے (1)۔“

8. فرائض منصبی کا احساس

حضرت صدر الشریعہ اپنے فرائض منصبی میں اتنے مخلص اور محنتی تھے کہ آج ایسا مدرس پوری دنیا میں کہیں نظر نہیں آتا۔ آپ وقت سے پہلے مدرسہ پہنچتے اور چھٹی ہونے کے بعد تک درس جاری رکھتے۔ چاہے طبیعت کتنی ہی خراب ہوتی کبھی درس کا ناغہ گوارا نہ کرتے۔ طلبہ آپ کی طبیعت کی ناسازی دیکھ کر نہ پڑھانے کی درخواست کرتے مگر آپ اسے قبول نہ فرماتے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ ناغہ کرنے سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ حال یہ تھا کہ جمعہ کے دن بھی صبح سے گیارہ بجے تک گھر پر درس دیا کرتے تھے۔ (2)

9. تعلیم کے ساتھ تربیت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ، تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ طلبہ کی تربیت کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ اور ان کی اصلاح کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتے تھے۔ داڑھی مبارک، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہایت ہی پیاری سنت ہے۔ اس سنت مبارک کو اپنانے کے لیے حضرت صدر الشریعہ نے اپنے تلمیذ ارشد، مولانا ظہیر احمد زیدی کو کس انداز سے تاکید فرمائی، انہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں:

(1) ظہیر احمد زیدی، مولانا ماہنامہ اشرافیہ صدر الشریعہ کبیر، ص 86
(2) نداء المصطفى قادری، مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص 269

”علی گڑھ کا ماحول مغرب زدہ تھا اور میں خود بھی اس ماحول سے متاثر تھا، سبزہ خط کا آغاز ہوا تو میں نے مغربی تہذیب کے اثر میں اس کو صاف کرنا شروع کر دیا۔ ابتدا ہوا مولانا کو اس کا علم نہ ہوا کیونکہ میں اس قدر احتیاط رکھتا کہ مولانا کی نگاہ کے سامنے ہی نہ آتا لیکن تاجے آخر ایک بار حضرت کو شبہ ہو ہی گیا اور بلا آخر یہ بات آپ کے علم میں آ گئی۔ اب میرے خوف اور پریشانی کی انتہا نہ تھی۔ لیکن چونکہ میرا سلسلہ نسب سادات سے ہے اور حضرت مولانا سادات کا پاس و ادب ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے اس لئے اگرچہ میری یہ حرکت آپ کی صد ہزار ناراضگی کا باعث تھی تاہم آل رسول ہونے کی نسبت سے میرے لیے ڈھال بن گئی۔ لیکن حضرت اس سے غافل قطعاً نہ تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک بار بہریا مہتر (جھاڑ دینے والا) بیمار ہونے کی وجہ سے کئی دن نہ آیا جس کی وجہ سے کمرہ گندہ اور غلیظ ہو گیا۔ جھاڑ و تلاش کی تو کہیں نہ مل سکی مجبوراً حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے کمرے پر حاضر ہوا۔ آپ نے حاضری کی وجہ دریافت فرمائی۔ میں نے سامنے سے ایک طرف چھپتے ہوئے عرض کیا ”حضور صفائی کے لیے جھاڑو کی ضرورت ہے“ پھر سے پیار بھرے لہجے میں فرمایا اگر کمرہ میں جھاڑو دینا ہے تو ”بہریا“ کو بلا لے اور اگر منہ پر جھاڑو دینا ہے تو امیر بخشش (حجام کا نام) کو بلا لے معلوم نہیں کیا وقت تھا اور حضرت کا کیا انداز تھا کہ آپ کے اس سادہ سے (طنزیہ) جملے نے قلب پر گہرا وار کیا اور اس قدر عنایت ہوئی کہ اس دن کے بعد سے آج تک واڑھی نہیں منڈوائی (۱)۔

10. تمام علوم و فنون پر یکساں مہارت

حضرت صدر الشریعہ کی تدریس کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ ہر علم و فن کو یکساں پڑھاتے کسی بھی فن کے کسی سبق میں کوئی یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کو اس فن میں مہارت نہیں۔ حدیث ہو یا تفسیر، فقہ و اصول فقہ ہو یا معانی بیان و بدیع، منطق و فلسفہ ہو یا نجوم و صرف و صرف ریاضی، ہندسہ حساب ہو یا طب و حکمت غرض کہ درس نظامی کے تمام علوم و فنون میں یکساں مہارت تھی اور ہر فن کی کتابیں یکساں شان و شوکت کے ساتھ پڑھاتے انداز تدریس نہایت عمدہ ہوتا، مطلق اور نہایت

(۱) ظہیر احمد زیدی، مولانا، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ، نمبر ۸۹



پیچیدہ مسائل کو انتہائی خوش اسلوبی اور آسان طریقے سے طلبہ کو سمجھاتے کہ غبی سے غبی طالب علم بھی سمجھ جاتا۔ علامہ غلام جیلانی اعظمی فرماتے ہیں:

”ہر مقام پر ایک مختصر جامع و مانع، وانی و شافی، تقریر فرماتے، شکوک و شبہات کے بادل خود بخود چھٹ جاتے اور علم و یقین کا سورج مشرق قلب و دماغ پر جلوہ گر ہو جاتا (۱)۔“

مولانا مبارک حسین مصباحی نہایت جامع انداز میں صدر الشریعہ کی تدریسی خصوصیات کو یوں بیان کرتے ہیں:

”کیا کبھی آپ نے اس پہلو پر غور کیا کہ درس نظامی کے پڑھانے والوں کی تو عہد صدر الشریعہ میں ایک لمبی فہرست نظر آتی ہے مگر در سگاہ صدر الشریعہ کی وہ کونسی نمایاں خصوصیات ہیں کہ اس کا فیض سب سے نمایاں اور ممتاز نظر آتا ہے۔ اپنی کوتاہ علمی بساط کے اعتراف کے ساتھ جہاں تک میں نے سمجھا وہ نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں:

- (ا) اخلاص و تقویٰ
- (ب) علم و عمل میں ہم آہنگی
- (ج) تدریسی یکسوئی اور محنت و لگن
- (د) علوم و فنون پر مکمل دسترس
- (ه) پوری ذمہ داری کے ساتھ اسباق کی پابندی
- (و) جوہر شناسی اور شخصیت سازی
- (ز) علمی فروغ اور اشاعت اسلام کا دافر جذبہ (۲)

11. طریقہ تدریس

بعض اساتذہ تفہیم کتاب بصورت سوال و جواب فرماتے ہیں اور بعض کتاب کی تقریر ایسے انداز سے فرماتے ہیں جس سے اعتراض وارد ہونے ہی نہ پائیں، آپ بروقت تدریس طریقہ دوم اختیار فرماتے تھے اور گاہے گاہے طریقہ اول جبکہ مقام دقیق مضامین پر مشتمل ہوتا تھا (۳)۔

(۱) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا سوانح صدر الشریعہ ص 20

(۲) مبارک حسین مصباحی، مولانا حضور ﷺ حیات و خدمات، ص 276

(۳) سید غلام جیلانی، میر غنی ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 22



12. تبحر علمی

تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ پورا درس نظامی مستحضر تھا جو کتاب سامنے آتی بے دریغ پڑھاتے، کما حقہ پڑھاتے، ایسی جامع تقریر فرماتے کہ تمام اعتراضات اور شکوک و شبہات رفع ہو جاتے اور مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا۔ علاوہ درسیات کے جو بھی کتاب لائی گئی، کما حقہ پڑھایا۔ ایک افغانی طالب علم، سن رسیدہ جو دوسرے مدارس میں کئی بار درس نظامی کی تکمیل کر چکا تھا، حضرت کی شہرت سن کر اجمیر شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، درس میں بخاری شریف وغیرہ آپ سے پڑھتا تھا، اس نے ”تمہ خانقاہی“ پڑھنے کی درخواست کی، حضرت نے اس کی درخواست منظور فرمائی، ”تمہ خانقاہی“ اصول فقہ میں بہت مشکل کتاب ہے، ہندوستان میں رائج نہیں، اس لئے نہ کتب خانہ میں تھی نہ حضرت کے پاس تھی صرف ایک ہی کتاب اس افغانی طالب علم کے پاس تھی خارج وقت میں پڑھاتے تھے اور فارسی میں تقریر فرماتے تھے کیونکہ یہ اردو کم سمجھتا تھا۔ (1)

اجمیر شریف قیام کے دوران شروع میں زیادہ تر تفسیر و حدیث کے اسباق پڑھاتے۔ پھر جب وہاں کے مدرسین نے یہ پروپینڈہ کیا کہ دینیات میں تو ان کی بالغ نظری مسلمہ ہے لیکن منطق و فلسفہ میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے تو آپ منطق و فلسفہ کی بھی منتہی کتب پڑھانے لگے (2)۔

مولانا ظہیر احمد زیدی بیان فرماتے ہیں:

”در حقیقت مولانا ایک بحر بے تاپیدا کنار تھے جملہ علوم منقول و معقول پر حاوی، درسیات و فقہیات پر آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور درس و تدریس پر عبور کامل حاصل تھا۔ طالب علم نے عبارت پڑھی اور مولانا نے معانی و مطالب پر جامع و مدلل اور پر مغز تقریر فرما دی۔ انداز ایسا تھا کہ ہر مشکل سے مشکل مسئلہ آسانی کے ساتھ حل نشین ہو جائے۔ اور یہ بھی مولانا کا عظیم روحانی کرشمہ تھا کہ طالب علم کا ذہن درس سے غیر حاضر نہ ہونے پاتا تھا۔ ہر مضمون اور ہر علم کو اس طرح پڑھاتے گویا اسی علم میں آپ کو خصوصی مہارت ہے۔ پانچ سال کی لمبی مدت میں ہم قطعاً یہ امتیاز نہ کر سکتے کہ مولانا علوم منقول و معقول میں سے کس علم پر زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔ ہر علم کی تدریس مساوی تھی (3)۔“

(1) عبدالعزیز مبارک پوری، مولانا ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ص 12

(2) عبدالحکیم شرف قادری، مولانا عظمتوں کے پاساں، ص 66

(3) سید ظہیر احمد زیدی، مولانا ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ص 85

ایک مرتبہ بریلی شریف میں دارالعلوم منظر اسلام میں صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی درس دے رہے تھے اور دروازے کی اوٹ سے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں سماعت فرما رہے تھے وہاں سے واپس آ کر آپ نے لوگوں میں اپنا یہ تاثر بیان کیا ”مولانا امجد علی صاحب جواب دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک دریائے ذخار ہے جو موجیں مار رہا ہے“

مسلم یونیورسٹی کے نصابی بورڈ میں شرکت

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قیام کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم سے آراستہ کیا جائے مگر بوجہ ایسا ممکن نہ ہوا۔ آخر کار فروری 1926ء میں عوام کے پرزور اصرار پر نصاب میں دینیات کا مضمون شامل کیا گیا۔ اب مسئلہ نصاب مرتب کرنے کا تھا اس مقصد کے لیے ملک کے مختلف حصوں سے ارباب حل و عقد کو دعوت دی گئی۔ حضرت صدر الشریعہ کو بھی ان کے طویل تدریسی تجربے، تبحر علمی اور طلبہ کی نفسیات سے آگاہی کی بنیاد پر تشریف آوری کے لیے عرض کیا گیا چنانچہ آپ نصاب تعلیم مرتب کرنے والے اس اہم اجتماع میں شریک ہوئے۔ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے:

”مسلم یونیورسٹی کے بعض ارکان کی کوشش ہے کہ یونیورسٹی میں علوم مشرقیہ کا بھی صیغہ قائم ہو کیونکہ مسلم یونیورسٹی کے لیے جب روپیہ فراہم کیا جا رہا تھا تو مسلمانوں کو اس کی توقع دلائی گئی تھی۔ اس لئے اب وعدہ وفا کرنے کے دن آگئے ہیں چنانچہ اس غرض سے منتظمین یونیورسٹی کی دعوت پر چند ایسے علماء جو جدید ضروریات سے آگاہ اور نصاب ہائے تعلیم اور درس گاہوں کا تجربہ رکھتے تھے، علی گڑھ میں جمع ہوئے۔ اور متواتر سات اجلاسوں میں جو 11 فروری سے 17 فروری تک منعقد ہوتے رہے مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو سمجھا اور اس کے لیے ایک نقشہ عمل اور ایک نصاب میٹرک سے

(2) محمد عطاء الرحمن قادری، ماہنامہ معارف رضا، منظر اسلام، نمبر، ص 142



ایم۔ اے تک کا یونیورسٹی کے سامنے پیش کر دیا اس مجلس کے ارکان حسب ذیل حضرات تھے۔ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شروانی، مولانا سلیمان اشرف صاحب صدر علوم شرقیہ مسلم یونیورسٹی، مولانا مناظر احسن صاحب استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد و مولانا امجد علی صدر مدرس مدرسہ معینیہ اجمیر اور خاکسار اور مولانا عبدالعزیز صاحب مبین راجکوٹی استاذ ادبیات عربی مسلم یونیورسٹی نے بھی خاص خاص موقعوں پر شرکت کی۔ (۱)



(۱) مبارک حسین مصباحی مولانا ماہنامہ اشرفیہ میں 26 اپریل 2001ء

تقریر و تبلیغ

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کے عہد میں برصغیر کا مذہبی و سیاسی ماحول نہایت مخدوش تھا۔ سیاسی ماحول تو یوں کہ کانگریس اور مسلم لیگ میں کانٹے دار مقابلہ جاری تھا اور مذہبی یوں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے شدھی اور سنگھٹن کے نام سے تحریکیں چلا رکھی تھیں۔ مولانا امجد علی اعظمی نے ان تحریکوں کے سدباب کے لیے اولاً تو تدریس و تصنیف کا میدان سنبھالا۔ ہزاروں تلامذہ اور ضخیم تصانیف اس میدان میں آپ کی کامیابی کی شاہد عادل ہیں ثانیاً آپ نے وہ عوام جو کتابیں نہیں پڑھ سکتے ان کی اصلاح کے لیے اپنے تلامذہ کے ہمراہ تبلیغی جلسوں کا اہتمام کیا۔ سطور ذیل میں حضرت صدر الشریعہ کی تبلیغی خدمات کو بیان کیا جا رہا ہے:

نو مسلموں میں تبلیغ

اجمیر شریف کے قرب و جوار میں راجہ پرتموی راج کی اولاد آباد تھی، جو اگرچہ مسلمان ہو چکی تھی لیکن ان میں فرائض و واجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بکثرت پائی جاتی تھیں۔ مولانا امجد علی کے ایماء پر آپ کے تلامذہ (حضرت محدث اعظم پاکستان و حافظ ملت وغیرہما) نے ان میں تبلیغ کا پروگرام بنایا۔ تبلیغی جلسوں کا خوشگوار اثر ہوا اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب اور دینی اقدار اپنانے کا جذبہ بیدار ہوا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں ”اجمیر کے زمانہ قیام میں نو مسلمہ اجمیر میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے“ (۱)۔

مدلل تقریر

عام واعظین و مقررین کے برعکس حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ مدلل، معلوماتی، علمی اور اصلاحی تقریر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے محبوب خلیفہ حضرت مفتی شریف الحق امجدی آپ کی تقریر کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایسی تقریریں جو خالصتاً علمی ہوں اور سیدھے سادے عام فہم الفاظ میں ہوں، عوام پسند نہیں کرتے۔ عوام اب تقریروں میں بھی ہنسی مذاق، لطفیہ بذلہ سخی ڈھونڈتے ہیں اور عوام میں وہی مقرر مقبول ہوتے ہیں جو الفاظ کے الٹ پھیر، گل و بلبل، غنچہ و بہار اور

(۱) اقبال احمد اختر قادری ڈاکٹر ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 199

مترادفات کی کثرت سے زیادہ سے زیادہ کریں۔ حضرت صدر الشریعہ کی تقریر میں ایسی لایعنی باتیں کبھی بھی نہیں ہوتی تھیں بلکہ خالص معلوماتی ہوتی تھیں۔ چوٹی کے بڑے واعظین کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ ”صدر الشریعہ کی ایک تقریر سے میں تین تقریریں تیار کرتا ہوں (۱)۔“

تقریر پر تاثیر

گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمان جو کسی کی تقریر کم ہی سنتے تھے حضرت صدر الشریعہ کی تقریر نہ صرف سنتے بلکہ پسند بھی فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں بعض اوقات اپنی جگہ تقریر کرنے کا حکم بھی ارشاد فرماتے تھے۔ اس سے آپ خود ہی اندازہ لگا لیجئے کہ مجدد اعظم جس کی تقریر کو پسند کرے اور داد و تحسین سے نوازے اس کی تقریر کس قدر مدلل اور تاثیر کے زیور سے مزین ہوگی؟ چنانچہ حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری علیہ الرحمۃ آپ کی ایک متاثر کن تقریر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے سالانہ اجلاس میں آپ نے تقریر فرمائی۔ سارا مجمع محو حیرت تھا، حضرت الحاج پیر سید جماعت علی شاہ (۲) صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ”مولانا! آپ اس تقریر کو قلمبند کریں تو میں اسے چھپوا کر شائع کرادوں (۳)۔“

اجمیر شریف میں آپ کی تقریر اس قدر مقبول ہوتی تھی کہ علماء و مشائخ اور سب خاص و عام دل کی گہرائیوں میں جگہ دیتے، اول سے اخیر تک ہمہ تن گوش ہو کر سنا کرتے ایک روز حضرت دیوان سید آل رسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ درگاہ معلیٰ کے مکان پر آپ کی تقریر تھی۔ آدھا مجمع مکان کے اندر آدھا مجمع مکان کے باہر تھا، دوران تقریر بارش ہونے لگی۔ سارا مجمع ہمہ تن گوش تھا، سامعین بارش میں بھگتے رہے اور اخیر تک برابر سنتے رہے (۴)۔

(۱) شریف الحق امجدی، مفتی ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ۵۳

(۲) امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمۃ ماہنامہ انوار الصوفیہ، مجلس خدام الصوفیہ کے بانی تھے۔ ستائیس علوم و فنون پر عبور تھا، دس ہزار احادیث مع اسناد یاد تھیں۔ شدمی اور سنگھٹن کی تحریکات کے توڑ کے لیے پورے برصغیر کا دورہ فرمایا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی صدارت فرمائی، تحریک پاکستان کی پرزور تائید کی۔ ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء میں واصل بحق ہوئے۔ مزار مبارک علی پور سیداں میں مرجع خلائق ہے۔

(۳) محمد عطاء الرحمن قادری رضوی، ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، جنوری ۲۰۰۲ء، ص ۱۱

(۴) عبدالعزیز محدث مبارکپوری، مولانا ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ۱۳

تین گھنٹے مسلسل تقریر

ایک بار جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے سالانہ جلسے میں شریک ہونے والے علماء نے درخواست پیش کی کہ آج حضور ”امتناع نظیر (۱)“ پر تقریر فرمائیں۔ حضرت صدر الشریعہ نے حسب عادت معذرت کی کہ ”میں مقرر بھی نہیں اور مسئلہ بہت دقیق ہے اسے بیان کرنا بہت مشکل کام ہے۔“ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے یہ سن کر فرمایا کہ مسئلہ دقیق سہی مگر آپ جب بیان فرمائیں گے تو آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گا۔ اس وقت حضرت صدر الشریعہ خاموش ہو گئے۔ علماء نے سمجھا کہ قبول فرمایا۔ جلسہ میں حضرت صدر الشریعہ کے تعارف کے وقت صدر الافاضل نے اعلان فرمادیا کہ آج حضرت صدر الشریعہ کی تقریر کا عنوان ”امتناع نظیر“ ہے۔ مسئلہ اگرچہ بہت دقیق ہے مگر بیان کرنے والا عبقری مدرس ہے جو جعل بسیط مرکب و جو درابطنی، مثلاً بالکفر جیسے اہم و دقیق منطقی و فلسفی مسائل کو پانی کر دیتا ہے۔ فلسفہ اور علم کلام اور الہیات کے مسائل کو بدیہی کر کے سمجھا دیتا ہے۔ حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد صاحب تشریف فرما تھے۔ یہ سنتے ہی پھڑک اٹھے اور فرمایا کہ آج استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور اپنے وقت کے امیر المومنین فی الحدیث، محدث سورتی کے مجمع البحرین کے بحرنا پیداکنار کے انمول موتیوں سے دامن بھرا جائے گا۔

صدر الشریعہ نے آیہ کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ کو اپنی تقریر کا عنوان قرار دیا۔ اور حسب عادت انکساری اور تواضع کے چند کلمات کہنے کے بعد منس کر فرمایا۔ مگر جب ان نائبان رسول و اساطین ملت کا حکم ہے تو اس کی تعمیل ضروری ہے۔ یہ ان حضرات کا حسن ظن ہے کہ میں اس کا اہل ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ ان جلیل القدر علماء کا حسن ظن غلط نہیں ہونے دے گا۔

اصل موضوع پر آیہ کریمہ ”خاتم النبیین“ اور آٹھ دس احادیث کریمہ سے بطور قیاس شرعی ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر محال بالذات ہے تحت قدرت نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل ماننے سے ان نصوص کے انکار کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کا جھوٹا ہونا لازم آئے گا..... ایک گھنٹہ تک بڑی سلاست و روانی کے ساتھ اس مضمون کو بیان

(۱) یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل کا ہونا ناممکن ہے۔ ۱۲ منہ رضوی

فرمایا..... علمائے کرام جو حیرت اور مجمع دم بخود معلوم ہوتا تھا کہ ایک انسان نہیں بول رہا ہے بلکہ عالم قدس کا کوئی ملک مقرب الہام ربانی کی تلاوت کر رہا ہے۔ ایک گھنٹہ وقت دیا گیا تھا۔ ایک گھنٹہ پورا ہونے پر جیب سے گھڑی نکالی دیکھ کر فرمایا: میرا وقت ختم ہو گیا میں رخصت ہو رہا ہوں..... اس کے بعد حضرت محدث اعظم ہند کا وقت تھا۔ حضرت محدث اعظم ہند نے فرمایا "میں نے اپنا وقت آپ کو نذر کیا آپ تقریر جاری رکھیں"۔ حضرت صدر الشریعہ کا علم بھی اس وقت جوش مار رہا تھا اور مائل بنفیس بھی تھے..... درود شریف پڑھا کر پھر تقریر شروع کر دی آپ یہ کریمہ "خاتم التبیین" کی ایک نئے رنگ سے تفسیر فرمائی..... پہلے بہ طریق معروف بیان فرمایا کہ "خاتم" اسم آلہ ہے اس کا مادہ "ختم" ہے جس کے معنی مہر کرنے کے ہیں مگر اس کا استعمال معنی اسی میں ہے۔ پھر اس کے لغوی، عربی، شرعی تین معنی تفصیل سے بتائے۔ جب معنی شرعی بتاتے وقت مسلسل احادیث بیان کرنی شروع کیں تو معلوم ہوتا تھا کہ امام بخاری احادیث سنار ہے ہیں..... پھر ثابت فرمایا کہ خاتم کے کوئی بھی معنی لئے جائیں ہر معنی کے لحاظ سے اس سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل محال بالذات ہے..... اتنے میں یہ گھنٹہ بھی ختم ہو گیا..... یہ فرما کر کہ حضرت محدث اعظم کا عطا کیا ہوا وقت بھی ختم ہو گیا اب میں رخصت ہوتا ہوں..... اس کے بعد غالباً حضرت ابو الحسنات یا حضرت ابوالبرکات لاہوری بانی حزب الاحناف لاہور کا وقت تھا۔ اب انہوں نے فرمایا کہ "حضرت میں بھی اپنا وقت نذر کرتا ہوں آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔" اسی اثنا میں کسی نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل محال بالذات کیوں ہے۔ اگر اس کو محال بالغیر مانا جائے اور ممکن بالذات تو کیا خرابی لازم آئے گی؟ اسے واضح فرمادیں۔ یہ سن کر پھر تبسم فرمایا اور "امتناع نظیر" کے محال بالغیر اور ممکن بالذات ہونے پر دس پندرہ استحالے قائم فرمانے کے بعد مولوی قاسم نانوتوی کے رد کی طرف رخ موڑا۔ وہ اس کا قائل تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل ممکن ہی نہیں واقع ہے۔ اور چھ مثل زمین کے زیریں طبقات میں ہو چکے ہیں۔ (معاذ اللہ) پھر تو صدر الشریعہ کے بیان کا رنگ ہی کچھ اور ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ عوام و خواص سب کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں سب ساکت و جامد، یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ عام سامعین نے ان مضامین کو سمجھا ہوگا مگر سب بغور سنتے رہے نہ کوئی اٹھانہ کوئی اونگھا..... معلوم ہوتا تھا کہ سب پر پھر حلاصل کر دیا گیا ہے۔ حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ جو وہاں موجود تھے فرماتے ہیں: "اس وقت حضرت صدر الشریعہ کی روحانی قوت کا لوہا



سب نے مان لیا اور علم و فضل کا اعتراف تو پہلے ہی سے تھا۔ تیسرا گھنٹہ بھی پورا ہونے پر صدر الشریعہ نے یہ فرما کر کہ اب بہت دیر ہو گئی آپ حضرات بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہوں گے سنتے سنتے اکتا گئے ہوں گے اس لئے اب میں کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم -تخولنا للموعظة پر عمل کرتے ہوئے بس کرتا ہوں..... صدر الشریعہ کرسی سے اتر آئے۔ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے کھڑے ہو کر اس تقریر پر ایسا شاندار تبصرہ فرمایا کہ زندگی میں کسی کی بھی تقریر پر ایسا تبصرہ نہ فرمایا تھا..... اس کے بعد دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ دوسرے دن پورے شہر میں اس تقریر کی دھوم مچی ہوئی تھی (۱)۔

پالی میں سالانہ محفل میں خطاب

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تقریر سے زیادہ تدریس پر توجہ دیتے تھے۔ اس لئے عوام میں مقرر کی حیثیت سے مشہور نہیں ہوئے۔ اس کے باوجود جس کسی نے حضرت صدر الشریعہ کی تقریر سن لی وہ بس آپ کا گرویدہ ہو کر رہ گیا۔ اسی ضمن میں حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں۔ ”اجمیر شریف کے قیام کے زمانے میں راجستھان کے مشہور صنعتی قصبے پالی جانے کا گیارہویں کے موقع پر اتفاق ہوا۔ وہاں کی چھپا برادری جماعتی سطح پر باپ دادا کے زمانے سے بہت شان و شوکت سے گیارہویں شریف مناتے ہیں۔ اسی میں حضرت صدر الشریعہ کو انہوں نے مدعو کیا اور پھر ایسے گرویدہ ہوئے کہ حضرت صدر الشریعہ کی حیات بھر کسی دوسرے واعظ کو مدعو نہیں کیا..... مجھے خود وہاں کے بڑے بوڑھوں نے بتایا کہ حضرت صدر الشریعہ کی تقریر کے بعد کسی کی تقریر میں وہ لذت نہیں ملی (۲)۔“

عظمت ذکر مصطفیٰ کے موضوع پر یادگار خطاب

اس یادگار خطاب کی روداد حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے: ”مبارک پور دارالعلوم اشرفیہ کے سالانہ جلسے میں ابتداء ہی سے حضرت صدر الشریعہ اور حضرت محدث اعظم ہند (۳) ضرور شریک ہوتے تھے۔ اس لئے کہ یہ دونوں حضرات اشرفیہ کے سرپرست تھے۔ حضرت صدر الشریعہ سالانہ امتحانات بھی لیتے تھے۔ امتحان کے لیے حضرت صدر

(۱) شریف الحق امجدی مفتی ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 51-53

(۲) ایضاً ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 53

(۳) محدث اعظم ہند ابوالحاجہ سید محمد اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی قدس سرہ 1311ھ / 1893ء جاس ضلع رائے بریلی (بھارت) میں پیدا ہوئے تربیت اپنے ناں شیخ الشان سید محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے زیر سایہ پائی مختلف



الشریعہ ایک دن پہلے آجاتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت محدث اعظم ہند شام کو ساڑھے پانچ بجے تشریف لائے اور کہیں بہت دور سے آرہے تھے۔ اس لئے یہ تھکے ہوئے تھے۔ بعد عشاء کھانے پر حضرت صدر الشریعہ سے فرمایا کہ حضرت میں بہت تھکا ماندہ ہوں، تقریر نہیں کر سکتا۔ آج آپ بھر پور تقریر فرمائیں۔ حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا کہ مجھے تقریر کرنی نہیں آتی۔ یہاں کے لوگ آپ کی تقریر کے مشتاق ہیں، آپ خطیب ہیں۔ میں تھوڑی دیر بیان کر دوں گا پھر آپ کو تقریر کرنی ہوگی۔ حضرت محدث اعظم نے اپنی تھکان کا عذر پھر دہرایا اور ارشاد فرمایا..... حضرت! دل کھول کر تقریر فرمادیں پھر کسی کو ہوش ہی نہ رہے گا جو میری تقریر کا نام لے حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا..... خیر دیکھا جائے گا۔

جلسہ کے وقت حضرت محدث اعظم ہند نے فرمایا کہ میں اگرچہ بہت تھکا ہوا ہوں، سونے کے لیے مضطر ہوں، مگر جلسے میں ضرور چلوں گا، آج حضرت صدر الشریعہ کی تقریر سننا ہے..... دونوں اکابر ساتھ ساتھ جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ دو کرسیاں رکھ دی گئیں اور پھر حضرت صدر الشریعہ نے تقریر شروع فرمائی۔ تمہید میں فرمایا کہ میں نے دن بھر طلبہ کا امتحان لیا ہے طلبہ چونکہ بہت ذہین اور ذکی استعداد ہیں اس لئے ان کا امتحان لینے میں خوب جی لگ گیا۔ دوپہر میں سو بھی نہ سکا جس سے دماغ تھکا ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی تقریر کے لئے بیٹھ گیا ہوں۔ چونکہ تقریر میں اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کرنی ہے جو میری روحانی غذا اور میرے ہر وہ درد کی دوا ہے۔ یہ ان کا کرم ہے کہ مجھ سے اپنی مدح و ثنا کروا لیتے ہیں ورنہ میں کہاں اور صراغ علم کہاں۔ یہ وہ بحر ناپیدا کنار ہے جسے کوئی طے نہیں کر سکتا اللہ عزوجل فرماتا ہے قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِثْقَالَ رَيْسِ لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَاتِ رَبِّي وَلَوْ جِئَا بِمِثْقَالِ مِثْقَالٍ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ”کلمات ربی“ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا ہے..... بات یہ ہے کہ اگر حدود مملکت میں کوئی اصول ہیرے کی کان

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر 38 اساتذہ سے تحصیل علم کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر افتاء کی تربیت لی۔ خلافت و اجازت بھی یہیں سے ملی۔ آپ بیک وقت عالم فاضل ادیب، خطیب، بے مثال صوتی شاعر، پیر طریقت اور محدث تھے۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آل اٹلیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں صدر منتخب ہوئے۔ 1383ھ / 1961ء میں وصال فرمایا۔

(1) تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔ (کنز الایمان)

مل جاتی ہے تو حکومت اسے اپنالیتی ہے..... پھر میری بساط کیا کہ کما حقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کر سکوں.....

مجھے وہ منظر اچھی طرح ذہن نشین ہے اس کے بعد حضرت صدر الشریعہ نے دو گھنٹے تقریر فرمائی..... ہزاروں کا مجمع ہمہ تن گوش تھا اور خود حضرت محدث اعظم ہند اس محویت سے سن رہے تھے کہ پہلو بھی نہ بدلا اور ٹکٹکی باندھے حضرت صدر الشریعہ کو دیکھتے رہے۔ اس وقت نہ واہ واہ کا رواج تھا نہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے کا اور نعرہ تکبیر و رسالت کا..... وقار و اطمینان کے ساتھ لوگ علماء کی تقریریں سنتے تھے۔ پھر بھی حضرت محدث اعظم ہند بار بار ہلکی آواز میں سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے جاتے تھے..... اگرچہ ان کی ہلکی آواز پورے مجمع میں گونج اٹھتی تھی۔ (1)

سامعین کی ذہنی سطح کے مطابق تقریر

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ جیسے ایک ماہر مدرس کی حیثیت سے طلبہ کی ذہنی سطح کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سبق پڑھاتے تھے یوں ہی ایک کہنہ مشق مقرر کی حیثیت سے سامعین کی ذہنی سطح کے مطابق کلام کرتے تھے۔ حضرت کے شاگرد جناب مولانا سید مظہر ربانی بیان کرتے ہیں:

”ایک مرتبہ ایک نواب صاحب نے اپنے یہاں بڑے پیمانے پر جلسہ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منعقد کیا جس میں بہت سے نواب و جاگیردار اور روساء شریک ہوئے۔ علمائے کرام بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔ صدر الشریعہ کی تقریر کا پروگرام تھا۔ حسب معمول حضرت صدر الشریعہ کے شاگرد بھی ہمراہ تھے۔ میں بھی طلبہ کی جماعت میں شامل تھا۔ سب نے باہمی مشورہ سے قاری محبوب رضا کو نمائندہ بنا کر حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ حضور آج ”انما انا بشرٌ مثلکم“ والی تقریر فرمائیں جو بریلی میں اعلیٰ حضرت کے عرس کے موقع پر فرمائی تھی۔ اس تقریر سے بریلی کی نضا تحسین و مرزا کے نعروں سے گونج اٹھی تھی۔ حضرت نے درخواست مسترد کر دی اور فرمایا بریلی اور یہاں کے ماحول میں فرق ہے۔ بریلی کا بچہ بچہ اصل مابہ النزاع سے واقف ہے اس کے برعکس یہاں بہت سے لوگ طواغیت اربعہ کے ناموں تک سے واقف نہیں۔ ہمارے بیان سے گستاخانِ رسول کا تعارف ہوگا۔ ان کی کفری عبارتیں

(1) شریف الحق امجدی مفتی ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر 49



پیش کرتے وقت ان کی کتابوں کے نام بھی بتائے جائیں گے۔ بہت سے نا پختہ کاران کی کتابیں پڑھیں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔ کلموا الناس علی قدر عقولہم یہاں تو عشق رسول و تعظیم اولیاء اور مسلک اعلیٰ حضرت کو دل میں اتارنے کی ضرورت ہے۔ جب دل نور ایمان سے منور ہو جائے گا تو پھر کبھی بھی کہیں بھی کوئی بھی اس کے خلاف نظر آئے گا تو مومن لاجول سے اس کا مقابلہ کرے گا (۱)۔

اصلاح معاشرہ

حضرت صدر الشریعہ کہیں بھی کوئی کام شریعت و سنت کے خلاف ہوتا دیکھتے تو فوراً ٹوکتے اور اصلاح کرتے چنانچہ حضرت مفتی شریف الحق امجدی بیان کرتے ہیں: "ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ مغرب کے وقت کچھ تاخیر سے پہنچے۔ ایک حافظ صاحب کو ہم لوگ حافظ جنتی کہتے تھے نماز پڑھا رہے تھے انہوں نے "وجاء بقلب" کو بکلب پڑھا قلب معنی "دل" اور کلب معنی "کتا"..... اس مسجد میں مغرب کے وقت بہت بڑی جماعت ہوتی تھی۔ حضرت نے امام صاحب کے سلام پھیرتے ہی انہیں ٹوکا اور فرمایا..... نماز نہیں ہوئی..... پھر کوئی صحیح خواں پڑھا میں۔ حافظ جنتی صاحب نے عرض کیا حضور ہی آ کر پڑھا دیں۔ پھر حضرت نے نماز پڑھائی (۲)۔

تحریک پاکستان کے حق میں یادگار تقریر

حضرت صدر الشریعہ جہاں جید عالم و مفتی اور قاضی شرع عظیم ہیں بغاوض قوم اور ہندو ملت تھے۔ درس و تدریس کی مصروفیات کے باعث وہ باقاعدہ عملی سیاست میں تو نہ آئے لیکن اپنے فتاویٰ اور تقاریر کی صورت میں برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی ضرور فرمائی۔ آپ نے مسلمانوں کو واشکاف الفاظ میں کانگریس سے بچنے اور مسلم لیگ کا ساتھ دینے کی تلقین کی۔ چنانچہ 1365ھ / 1946ء کے پچیسویں عرس اعلیٰ حضرت میں آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا "کانگریس فتنہ عظیمہ ہے وہ ہندوستان سے مسلمان کے استیصال کا ارادہ کر چکی ہے..... علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس جال میں پھنستا ہوا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم مدد سے

(۱) سید مظہر ربانی 'مولانا' حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص 262

(۲) شریف الحق امجدی 'مفتی ماہنامہ اشرفیہ' صدر الشریعہ نمبر، ص 55

اعلان کر رہے ہیں اور ہماری تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں قائم ہیں کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں چنانچہ پچھلے الیکشن (نومبر 1945ء مرکزی الیکشن) میں ان کانفرنسوں کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں اس وقت (فروری 1946ء) میں ہونے والے صوبائی انتخابات کے لیے ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں (1)۔

حضرت صدر الشریعہ کی تقریر کے بعد حضرت صدر الافاضل نے ان کی تائید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ”الیکشن کے معاملے میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا جائے ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الہی کے لیے انجام دیتے ہیں..... اس کے بعد آپ نے پاکستان کے مسئلے پر بہت واضح اور مدلل تقریر فرمائی اور بتایا کہ پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے ایک حصے میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت طاہرہ کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو۔ مسلمان یہ عزم کر لیں تو دنیا کی کوئی طاقت ایسی حکومت قائم کرنے سے انہیں روک نہیں سکتی۔ اگر آپ کو پاکستان حاصل کرنا ہے تو آپ اسلامی زندگی حاصل کیجئے اور اسلامی قوانین کے خود پابند ہو جائیے اور اپنے گھر والوں کو پابند کیجئے تب محلہ والوں پر ان کی بات کا اثر ہوگا۔ پاکستان حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ظاہر و باطن سے اسلام کے فدائی ہوں اور آپ کے عمل اور آپ کی وضع بتاتی ہے کہ جو مطالبہ آپ کی زبان پر ہے اس کا جذبہ صادقہ آپ کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے۔ جب آپ کا اس جوش صادق کے ساتھ عزم راسخ ہو تو پھر پاکستان کو کوئی روکنے والا نہیں (2)۔

دہلیہ سکندری 15 فروری 1946ء کی اشاعت میں ہے کہ اس اجتماع عام کے موقع پر ہر فرد بشر گہری عقیدت کے جوش میں وارفتہ تھا بار بار تحسین و مرحبا اور تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی تھیں اور مسلمان جو پہلے سے علماء کی ہدایت کے منتظر تھے اس رہنمائی کے بعد مطمئن ہو گئے اور ہر شخص پاکستان کے جذبہ سے سرشار تھا۔ علمائے اہل سنت کی اس زبردست حمایت اور پرزور تائید کی وجہ سے صوبائی انتخاب میں بھی مسلم لیگ سیاسی سطح پر مکمل طور پر فاتح ہو کر سامنے آئی (3)۔

(1) عبدالحکیم شرف قادری، مولانا البریلوینہ کا حقیقی اور تنقیدی جائزہ ص 294-295

(2) صابر حسین شاہ بخاری، سید، خلفائے امام احمد رضا اور تحریک پاکستان، ص 45

(3) ارشاد احمد رضوی، مولانا ماہنامہ جہانِ رضا ص 54، ستمبر اکتوبر 1997ء

آل انڈیاسنی کانفرنس بنارس میں شرکت

آل انڈیاسنی کانفرنس جو برصغیر کے اہل سنت کی ملک گیر تنظیم تھی، کا ایک چار روزہ فقید المثل تاریخی اجلاس 27 تا 30 اپریل 1946ء کو بنارس میں منعقد ہوا۔ اس میں پانچ سو مشائخ عظام، سات ہزار علمائے کرام، اور دو لاکھ سے زائد سنیوں نے شرکت کی (۱)۔

اس کانفرنس میں اعلان کیا گیا کہ آل انڈیاسنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت، اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو (۲)۔ اس کانفرنس میں صدر الشریعہ نے اپنے تلامذہ کے ہمراہ شرکت فرمائی اور آئین سازی کے لیے بنائی گئی کمیٹی جسے ”کمیٹی برائے اصول پاکستان“ کا نام دیا گیا تھا، میں بھی شامل ہوئے (۳)۔

صدر الشریعہ کی تقریر کی خصوصیات

حضرت صدر الشریعہ بذرا طریقہ کی تقریر نہایت ٹھوس مضامین اور تفسیر قرآن و حدیث پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ طریقہ تقریر یہ تھا کہ پہلے کسی آیت کی تلاوت فرماتے اس کے بعد اس کا ترجمہ فرما کر پھر آیت کی تفسیر اور اس کے متعلقات نہایت مدد سے بیان فرماتے۔ تقریر میں وہابیہ کا رد اور اہل سنت کے عقائد کا اثبات ہوا کرتا تھا۔ لیکن انداز بیان ایسا نرالا اور بلا لہ (دلائل) اتنے قوی اور واضح ہوتے کہ مخالف و موافق سب کو ان باتوں کو تسلیم کرنا پڑتا۔ عموماً مقررین کی خاص تقریریں ہوتی ہیں جو انہوں نے یاد کی ہوتی ہیں۔ اس کے اشارے کٹائے بلکہ اٹھنا بیٹھنا تک انہوں نے مشق کے ذریعہ سے ٹھیک کیا ہوتا ہے لیکن جہاں تک مجھے خیال ہے حضرت صدر الشریعہ کی کوئی تقریر رٹی ہوئی نہ تھی بلکہ تقریر بھی ایک مستعد فی دوس باور ہاوقار خطبہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ ہو

(۱) صابر حسین شاہ بخاری، سید امام احمد رضا اور تحریک پاکستان، ص 70

(۲) جلال الدین قادری، مولانا تاریخ آل انڈیاسنی کانفرنس، ص 250

(۳) مجید اللہ قادری، ڈاکٹر محمد صادق قصوری، خلفائے اہل سنت، ص 207



سکتا ہے کہ ابتدائے جوانی میں ایک یا چند تقریریں یاد کی ہوں، لیکن جہاں تک میرے سننے اور عام احباب کے سننے کا تعلق ہے سب لوگ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ آپ کے خطبے ہمیشہ نئے اور باتیں عموماً نرالی ہوتی تھیں البتہ درمیان میں احادیث مشہورہ اور تاریخی واقعات کی طرف اشارہ بھی ہوا کرتا تھا۔ میں نے بعض مرتبہ دیکھا ہے کہ حضرت کو اگر رات میں تقریر کرنی ہے تو دن کو دوپہر کے وقت بعد غذا یا کسی اور وقت نہایت گہری سوچ میں مشغول رہتے تھے اور کبھی کبھی کچھ آہستہ آہستہ زبان سے بھی فرما دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد تقریر ہوتی اور سماں بندھ جاتا (۱)۔

اشاعتِ کتب

تحریر و تصنیف کی اہمیت سے کوئی بھی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ آج وہی قومیں زندہ ہیں جن کا لٹریچر عام ہے۔ جس قوم نے تصنیف و تالیف سے غفلت برتی وہ صفحہ رہستی سے مٹ گئی۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ لٹریچر کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے اسی لئے آپ نے تعلیم و تدریس، افتاء و تبلیغ اور دیگر اہم مصروفیات کے باوجود اشاعتِ کتب کا بھی اہتمام کیا۔ آپ نے بہت سے ایسے دینی و علمی رسائل شائع کئے جو عوام و خواص کے لیے عظیم سرمایہ ہیں۔ خصوصاً مجددِ اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے کتب و رسائل کی اشاعت کا آپ کے اندر غیر معمولی جذبہ و ولولہ تھا۔ بتیس (32) ایسے کتب و رسائل نظر سے گزرے ہیں جن کو حضرت صدر الشریعہ نے اپنے اہتمام سے شائع کیا۔ جن میں فتاویٰ رضویہ ج اول اور جامع الفتاویٰ (مصنفہ مفتی ریاست علی خاں شاہ جہاں پوری) جیسی ضخیم اور اہم کتابیں شامل ہیں۔ کتابوں کے سرورق پر یہ جملہ درج ہے ”مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب اعظمی قادری رضوی نے اپنے اہتمام سے مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں چھاپا (2)۔“

مطبع اہل سنت کا تمام کام آپ کے سپرد تھا۔ از کتابت تا تصحیح تمام کام کی آپ نگرانی فرماتے۔ کاپیوں کی تصحیح اور پروف کی تصحیح خود ایک بہت دقت طلب کام ہے۔ ذہین سے ذہین آدمی

(1) پاسبان الہ آباد امام احمد رضا نمبر، ص 149

(2) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا، سوانح صدر الشریعہ، ص 95



کی نظر چوک جاتی ہے لیکن حضرت صدر الشریعہ کی نظر ایسی بارک ہیں، صحیح ہیں، صحیح خواں تھی کہ آپ کی تصحیح سے کئی ہزار صفحات چھپے مگر کسی ایک میں کہیں ایک نقطے کی غلطی آج تک نہیں مل سکی۔ خیال کیجئے فتاویٰ جلد اول جو جہازی سائز کے 880 صفحات ہیں جس کے ہر صفحہ پر بار یک خط سے 23 سطریں ہیں اور حاشیہ پر فوائد کی تفصیل اور بھی بار یک خط سے ہے۔ اور فہرست میں 37 سطریں ہیں۔ پھر یہ فہرست 32 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے..... مگر آج تک کوئی غلطی نہیں مل سکی (۱)۔ مطبع کی آمدنی بہت قلیل تھی اور اخراجات آمدنی کے لحاظ سے بہت زائد لیکن حضرت صدر الشریعہ چونکہ اس کام کا ذمہ لے چکے تھے اس لئے اپنی تنخواہ کا ایک جز ہمیشہ پریس کی نظر کرتے رہے (2)۔



(1) شریف الحق امجدی، مفتی ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر ص 46

(2) عبدالمنان اعظمی، مفتی حیات صدر الشریعہ ص 30

رڈ و مناظرہ

حضرت صدر الشریعہ نے درس و تدریس کی جان گسل مصروفیات کے باوجود بہت سے مناظروں میں شرکت کی اور اپنی ذہانت و حاضر دماغی اور زور علم و وسعت مطالعہ سے منکرین و معاندین اہل سنت کے پر نیچے اڑائے۔ حضرت صدر الشریعہ کے علمی مقام کا پورے برصغیر میں چرچا تھا۔ اسی لئے اکثر مناظر آپ کے سامنے آتا تو کجا نام سن کر ہی راہ فرار اختیار کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک مناظرہ کا احوال جس میں مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو سامنا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت صدر الشریعہ ہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

”جنوری 1917ء بمطابق 1336ھ رنگون سے ایک تار آیا جو چوہدری عبدالباری کا بھیجا ہوا تھا، مضمون یہ تھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی یہاں آئے ہوئے ہیں کیا آپ ان سے مناظرہ کے لیے یہاں آ سکتے ہیں۔ ان کو اطلاع دی گئی کہ تین اشخاص کے لیے سفر خرچ روانہ کر دیں کہ ان کو ہم یہاں سے روانہ کر دیں گے۔ اس وقت مولوی عبد العظیم صاحب میرٹھی (۱) بھی بریلی تھے۔ انہوں نے بھی جانے کے لیے آمادگی ظاہر کی میں، مولانا عبد العظیم میرٹھی، مولانا عبدالکریم چٹوڑی (یہ اس وقت میرے پاس پڑھنے کے لیے اپنے وطن سے آئے تھے اور مشغول تدریس تھے) تینوں بریلی سے کلکتہ ہوتے ہوئے رنگون جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے چوہدری عبد الباری کے نام ایک تار روانہ فرمایا کہ فلاں فلاں شخص کو روانہ کرتا ہوں، اگر میرے آنے کی ضرورت ہو تو وقت پر میں بھی پہنچوں گا اور ایک تار کلکتہ بنام حاجی لعل محمد خان صاحب روانہ کیا کہ یہ لوگ فلاں ٹرین سے جا رہے ہیں۔

”ہوڑہ“ میں گاڑی سے اترنے کے بعد استقبال والی جماعت میں سے بعض نے یہ کہا کہ

(۱) مبلغ اسلام مولانا عبد العظیم صدیقی، میرٹھی، عظیم عالم و عارف اور عالمی مبلغ اسلام تھے۔ 35 سے زائد ممالک کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ ہزاروں غیر مسلموں کو دائرۃ اسلام میں داخل کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے خلافت و اجازت حاصل تھی، لاکھوں مسلمانوں کو مرید کر کے ان کی روحانی اصلاح کی۔ انگلش، عربی اور اردو میں کئی کتب تصنیف فرمائیں۔ 63 برس کی عمر میں مدینہ طیبہ میں داخل بحق ہوئے اور جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کی۔ مولانا شاہ احمد نورانی آپ کے فرزند ارجمند اور ڈاکٹر فضل الرحمان انصاری داماد ہیں۔



آپ لوگ جن سے مناظرہ کے لیے رنگون جانا چاہتے ہیں سنا ہے کہ وہ کل خود کلکتہ آنے والے ہیں (یعنی تھانوی صاحب) اور بیان کنندہ نے یہ بھی بتایا کہ ان کے متعلق ایک اشتہار شائع ہوا ہے کہ وہ کل آئیں گے اور پرسوں ان کا فلاں جگہ وعظ ہے تلاش کرنے پر نہ تو اشتہار ملا اور نہ تھانوی صاحب کے آنے کی متحقق اطلاع ملی۔

جس شام کو کلکتہ اترے اس کی صبح کو رنگون جہاز جانے والا تھا۔ اگر اس سے جاتے ہیں اور تھانوی صاحب کلکتہ آجاتے ہیں تو جانا بیکار اور اگر نہیں جاتے اور فرض کیجئے کہ تھانوی صاحب بھی نہیں آئے تو ہمارے اس تین چار روز کی تاخیر سے اہل رنگون کو پریشانی اور محافلین کو ہنسنے کا موقع ملتا ہے لہذا یہ رائے طے پائی کہ مولوی عبدالکریم صاحب چتوڑی کو صبح کے جہاز سے رنگون روانہ کر دیا جائے اور ہم یہاں کلکتہ رہ کر تھانوی صاحب کا انتظار کریں۔

مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ کہہ دیا کہ اہل رنگون کو اس تقدیر پر کہ تھانوی صاحب وہاں موجود ہوں یہ سمجھا دیں کہ وہ گھبرائیں نہیں دوسرے جہاز سے فلاں اور فلاں آ رہے ہیں اور اسی مضمون سے کلکتہ سے ایک تار بھی دے دیا۔ ”چونکہ آج مولوی تھانوی صاحب کے یہاں آنے کی خبر ہے اس لئے ہم اپنا سفر ملتوسی کرتے ہیں اور مولوی عبدالکریم صاحب کو روانہ کرتے ہیں۔“

رنگون کا جہاز آیا اس سے معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کلکتہ وارد ہوئے ہیں۔ فلاں جگہ ان کا قیام ہوگا اور فلاں جگہ ان کی تقریر یہ اطلاع پا کر میں نے تھانوی صاحب کے پاس ایک تحریر لکھی کہ رنگون سے یہ تار دیا گیا ہے کہ آپ مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔ اور علمائے اہل سنت کو مناظرہ کی دعوت ہے۔ کلکتہ آنے کے بعد ہم کو یہ معلوم ہوا کہ آپ آج یہاں وارد ہونا چاہتے ہیں۔ ان دونوں باتوں کو سن کر سخت تعجب ہوا۔ اگر آپ مناظرہ کے لیے تیار تھے تو رنگون سے واپس کیوں آئے؟ اور نہیں تھے تو سمندر پار مناظرہ کے اعلان کی کیا ضرورت تھی۔ بہر حال آپ کی آمد کی اطلاع پا کر میں یہاں رک گیا ہوں۔ اگر آپ واقعی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم حاضر ہیں اور اگر آپ ہمارے پاس آنا چاہتے ہیں تو حقوق سے آئیے۔ آپ کی حفاظت اور نقص امن کے ہم ذمہ دار ہیں۔

یہ تحریر ان تک پہنچا دی گئی انہوں نے پڑھنے کے بعد مناظرہ سے انکار کر دیا اور حسب عادت تحریری جواب نہ دیا۔ یہ تمام واقعات مفصل طور پر لکھ کر ایک اشتہار کی صورت میں اسی روز



شائع کیا گیا۔

علی رؤس الاشهاد اعلانِ حق

اور اسی سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ ایک بڑے جلسے میں تھانوی صاحب کا مناظرے کا اقرار پھر مقابلے کا نام سنتے ہی فرار، عام مسلمانوں کے سامنے بیان کر دیا جائے اور علی الاعلان ان کو دعوتِ مناظرہ بھرے جلسے میں دی جائے کہ ان میں کچھ بھی دم ہو تو علمائے حق کے سامنے منہ کھولیں۔ اور علی رؤس الاشهاد ان کی گمراہی ظاہر ہوگی اور حق کا آفتاب نصف النہار پر چمکے گا اور ان کی ضلالت و بطالت خود ان کی زبان سے عالم آشکارا ہو جائے گی۔ سننے میں آیا تھا کہ رنگون سے واپسی کے بعد تھانوی صاحب تقریباً ایک ہفتہ تک کلکتہ میں قیام کریں گے۔ مگر جس ڈر سے رنگون سے وہ بھاگے۔ اسی کا کلکتہ میں پھر سامنا کرنا پڑا۔ اگر قیام کرتے ہیں تو اپنے مریدین و معتقدین میں رسوائی ہوتی ہے لہذا فرار کی ٹھہری اور اس کا بھی انتظار نہ کیا کہ میل ٹرین یا ایکسپریس سے روانہ ہوں مارے ڈر کے پسینہ ٹرین سے روانہ ہو گئے۔

جلسے کا چونکہ اعلان ہو چکا تھا اس لئے بڑی دھوم دھام سے اور شان و شوکت کے ساتھ جلسے کا انعقاد ہوا۔ تقریباً آٹھ نو ہزار کا مجمع ہو گا جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل پر تقریر کی گئی اور اسی سلسلے میں وہابیہ نے شانِ اقدس میں جو کچھ توہین کی ان کا اور خود تھانوی صاحب کی کتاب حفظ الایمان وغیرہ کا مکمل رد کیا گیا۔

چوہدری عبدالباری صاحب کو رنگون اطلاع دی گئی کہ تھانوی صاحب نہ صرف رنگون بلکہ کلکتہ سے بھی بھاگ چکے ہیں۔ اب رنگون آنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی اور ہم ایک روز کلکتہ قیام کر کے بریلی واپس جائیں گے۔

ورودِ رنگون

وہاں سے تار آیا کہ آپ کا رنگون پہنچنا بہت ضروری ہے فوراً یہاں تشریف لائیے۔ اس تار کے آنے سے کلکتہ سے رنگون روانہ ہوئے اور اپنی روانگی کی اہل رنگون کو اطلاع دی۔ رنگون روانہ ہونے کے وقت الوداع کہنے والوں کا کافی مجمع تھا۔ ہمارا جہاز جب رنگون کی گودی کے قریب پہنچا تو استقبال کرنے والوں کا ہجوم اور جہاز سے اترنے کا نظارہ ایک قابل دید منظر تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں اس وقت مسلمانوں کا مجمع گودی میں حاضر تھا۔ جو اپنے ان مہمانوں کے لیے



اپنی آنکھیں فرشِ راہ کرنا چاہتے تھے۔ جہاز سے اترے تو استقبال کرنے والوں نے ملاقاتیں کیں دیر تک ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر موٹر پر سوار ہو کر کئی موٹروں کے ساتھ یہ جلوس شہر کا دورہ کرتے ہوئے چوہدری عبدالباری کے مکان پر پہنچا۔ اصل مقصد یعنی مناظرہ جس کے لیے ہم گئے تھے اگر چہ فوت ہو گیا تھا مگر چونکہ اسی سلسلہ میں جانا ہوا تھا اس لئے سارے رنگون کی فضا اختلاقی مسائل پر گفتگو چاہتی تھی۔ ہر جگہ اس کا تذکرہ، یہی چھیڑ چھاڑ، یہی گفتگو نظر آتی تھی۔

رنگون میں اہل سنت کے جلسے

بفضلہ تعالیٰ شہر رنگون میں بڑی دھوم دھام بڑی آب و تاب بڑے اہتمام کے ساتھ نہایت کامیاب جلسے ہوتے رہے۔ جلسے میں کئی کئی ہزار کا مجمع ہوتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لاؤڈ سپیکر کا نام بھی سننے میں نہیں آیا تھا۔ کئی کئی ہزار کے مجمع میں اس طرح تقریر کرنا کہ سارے مجمع کو آواز پہنچے کتنا دشوار امر تھا۔ بحمدہ تعالیٰ جلسہ ہم تن گوش بنا رہتا تھا۔ اول سے اخیر تک پوری تقریر سننا تھا۔ اور ان تقریروں کا کافی طور پر اثر ہوتا تھا۔ (اس دوران اہل سنت کی کامیابیاں دیکھ کر بد مذہبوں نے علمائے حق کو رنگون سے نکلوانے کی بہت کوششیں کیں لیکن سب ناکام ہو گئیں فالمدہ اللہ علی ذالک)

الحمد للہ اہل سنت کے جلسوں میں آدمیوں کا اتنا جھوم ہوتا تھا کہ جلسے کے بعد کم از کم ایک گھنٹہ مصافحہ میں صرف ہوتا تھا۔ جب وہاں کی فضا بحمدہ تعالیٰ بالکل درست ہو گئی اور گلی میں اہل سنت کی حقانیت پر اظہار خیال ہونے لگا اور یہاں کی ضرورتوں نے واپسی پر مجبور کیا۔ معتدبر حضرات سے وہاں سے روائگی کے لیے کہا گیا اور یہ طے پایا کہ فلاں روز روائگی ہوگی۔ بلکہ سینڈ کلاس کے ٹکٹ بھی ان علماء کے لیے خرید لیے گئے۔

باسی کڑھی میں اُبال

جب وہابیوں کو اطلاع ملی کہ یہ لوگ روانہ ہونے والے ہیں، ٹکٹ خرید لیے گئے ہیں۔ اب کسی طرح نہ رکھیں گے تو اس وقت جب کہ یہ سب حضرات سینٹ عثمان عبدالغنی کے دفتر ہی میں موجود تھے۔ مولوی ابراہیم سورتی کی طرف سے ایک آدمی آتا ہے اور مناظرہ کا پیغام دیتا ہے کیونکہ انہوں نے یہ جانا تھا کہ اب تو یہ لوگ جاتی رہے ہیں کہنے کو ہو جائے گا کہ میں نے مناظرہ کا چیلنج کیا تھا مگر منظور نہیں کیا۔ لیکن اہل حق بفضلہ تعالیٰ شیطان کے مکائد سے محفوظ رہتے ہیں۔ اسی شخص سے فوراً یہ اطلاع بھیجی جاتی ہے کہ ہم مناظرہ کے لیے موجود ہیں۔ اگرچہ آپ اس قابل نہیں کہ آپ کو منہ

لگایا جائے مگر ہم اس کی پرواہ نہیں کریں گے اگر آپ خود مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ جگہ اور وقت وغیرہ آج طے کر لیا جائے گا اور ہم اپنی روانگی کو ملتوی کرتے ہیں اور آپ کے جواب آنے پر ہم ٹکٹوں کو بیکار کیے دیتے ہیں۔ لیکن اگر آپ نے محض ہمارے ٹکٹ کے روپے برباد کرنے کا ارادہ کیا ہے اور مناظرہ کا نام صرف دھوکہ دینے کے لیے لیا ہے اور ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ آپ تو کیا آپ کے اکابر میں بھی ہمت و جرأت نہیں ہے۔ ہم نے ٹکٹ خراب کر دیا اور آپ نے مناظرہ نہ کیا تو ہمارے ٹکٹ کی قیمت آپ کو دینی ہوگی اور یہ نقصان آپ کے ذمہ رہے گا۔ آپ کا جواب آنے کے بعد ہم ٹکٹ ضائع و بیکار کر دیں گے۔ اور تین گھنٹے تک ہم اس کا انتظار کریں گے اگر یہ وقت گزر گیا اور آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو سمجھ لیا جائے گا کہ یہ آپ کی طرف سے فریب تھا جو ہمیشہ آپ کے ہم مذہبوں کا شیوہ رہا ہے۔

بھلا ان کی ہمت کیا ہوتی کہ شیران حق کے مقابلے میں آتے؟ دوسرے دن تک بھی اس کا

جواب نہ آ سکا۔ تین گھنٹہ کیا معنی؟

رنگون سے واپسی

جہاز کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ جہاز تین بجے کے بعد رات میں روانہ ہوگا مگر مسافر دن ہی دن میں نماز مغرب سے قبل سوار کر دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد حسب دستور پھاٹک وغیرہ بند کر دیئے جائیں گے اور کسی کو آنے جانے کی اجازت نہ رہے گی۔ چنانچہ علمائے کرام کا سامان وغیرہ بھی بعد نماز عصر جہاز پر روانہ کر دیئے گئے اور ان کے کمروں میں لگا دیئے گئے اور خود ان کے لیے اجازت لے لی گئی کہ بارہ بجے رات کے بعد جلسے سے فارغ ہو کر یہ حضرات جہاز پر تشریف لائیں گے۔ اس شب میں بھی ایک بڑا عظیم الشان جلسہ تھا جس میں کئی ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ حسب دستور مسائل عقائد پر تقریریں ہونے کے بعد رنگون کا اتنے دنوں تک کا قیام اور ان میں جو کچھ بڑے چھوٹے واقعات پیش آئے ان کو بیان کرنے کے بعد حسب دستور جلسہ صلوٰۃ و سلام پر ختم ہوا اور حاضرین نے بڑے ذوق و شوق اور محبت کے ساتھ علماء سے مصافحے کیے تقریباً دو ہزار آدمی جہاز تک رخصت کرنے کے لیے گئے۔ جس وقت گودی کا پھاٹک کھولا گیا اور اتنے بڑے عظیم الشان مجمع کا داخلہ ہوا تو اہل شہر نے اپنے معزز مہمانوں کو رخصت کیا اور جہاز پر سوار کیا

جدائی سے لوگوں کے دل بے تاب اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ مجمع کی ایک دلچسپ کیفیت تھی جو دیکھنے کے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔ مجمع وہاں سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ کسی طرح کہہ سن کر روانہ کیا گیا (۱)۔

نجیب آباد

یونہی نجیب آباد میں بھی مولوی اشرف علی تھانوی سامنے نہ آسکے۔ ہوا یوں کہ نجیب آباد سے جناب احمد حسن صاحب رضوی نے سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تار بھیجا کہ یہاں مولوی اشرف علی تھانوی آیا ہوا ہے اور ہم نے مناظرہ کی دعوت دے دی ہے فوراً مناظرہ بھیجئے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے فوراً حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کو حکم فرمایا کہ مناظرہ کے لیے فوراً نجیب آباد پہنچو۔ نجیب آباد پہنچ کر آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی کو خط لکھا اس نے جواب دینے کا وعدہ کیا اور راتوں رات نجیب آباد سے فرار ہو۔ وہاں فتح کا جلسہ کر کے حضرت صدر الشریعہ واپس لوٹے (۲)۔

بھاگلپور

بھاگلپور میں مولوی عبدالشکور کاکوروی ایڈیٹر "انجم" نے وہابی دیوبندی افکار و عقائد کی ترویج کے لیے تقریر کی اور علمائے اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ وہاں کے لوگوں نے مولانا سید احمد اشرف علیہ الرحمۃ کو اطلاع بھیجی۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اطلاع دی۔ اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ ہی کو مناظرے کے لیے بھاگلپور بھیجا۔ صدر الافاضل علیہ الرحمۃ بھی تشریف لا چکے تھے۔ ان دونوں حضرات کی آمد کی خبر سن کر کاکوروی صاحب تھلا گئے اور ان کی ساری گیدڑ بھکیاں ختم ہو گئیں۔ کاکوروی صاحب نے مولوی محمد علی موغیری کا نام بحیثیت مناظرہ پیش کیا۔ جس میں راز یہ تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کو عربی زبان میں مہارت تھی۔ دیوبندی مناظرے کہا مناظرہ عربی میں ہوگا۔ سنی مناظرے کہا مناظرہ تو عربی میں ہوگا لیکن غیر مستوط عربی میں اور عربی نظم میں مناظرہ ہوگا نثر میں نہیں۔ یہ سن کر دیوبندی مناظر کی حالت غیر ہو گئی اور مناظرہ کے لیے تیار نہ ہوا۔ پھر سنی مکتب فکر کے علماء نے وہاں فتح کے جلسے کئے (۳)۔

(۱) عبدالمنان اعظمی، مصلحتی حیات صدر الشریعہ ص 53 تا 66 باختصار

(۲) محمد حسن علی رضوی، مولانا ہتھامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ص 117

(۳) آل مصطفیٰ معراجی، مولانا سوانح صدر الشریعہ، ص 83

شردھانند کا فرار

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی مناظرانہ مہارت صرف بدمذہبوں کے رد تک ہی محدود نہ تھی بلکہ آپ ہندوؤں کا رد بھی نہایت احسن انداز میں فرماتے تھے۔ اسی سلسلے میں آپ نے ایک مرتبہ ہندوؤں کے بہت بڑے لیڈر شردھانند کو مناظرہ کا چیلنج کیا لیکن اس کو مقابلے کی ہمت نہ ہو سکی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ کلکتہ میں پیر ابو بکر پھر پھر والے نے تار دے کر بلوایا کہ یہاں آریوں نے سراٹھایا ہوا ہے اور سراج گنج میں شردھانند آیا ہوا ہے اس سے مناظرے کے لیے یہاں آ جاؤ ان کے تار پر فوراً کلکتہ پہنچے اور مولوی عبدالعزیز خان صاحب کے ہاں قیام کیا۔ وہاں سے سراج گنج روانہ ہوئے مگر شردھانند کو جب اطلاع ملی کہ یہاں مقابلے کی ٹھہرے گی اور مسلمانوں سے مناظرہ کرنا پڑے گا فوراً وہاں سے روانہ ہو گیا۔ جب صدر الشریعہ سراج گنج پہنچے تو معلوم ہوا کہ شردھانند جی کل یہاں سے روانہ ہو گئے اور یہ کہہ گئے کہ ہم مناظر نہیں ہیں (۱)۔

جو کرتا بڑھ کے پنچہ آزمائی کس میں ہمت تھی

صف باطل کو اندازہ تھا اس بازو کی قوت کا

رام چندر کی شکست

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا اخیر دور تھا کہ آریوں نے بہت سراٹھایا۔ مسلمانوں کی کم نصیبی سے امرتسر میں ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا آریوں سے چار دن تک مناظرہ رہا۔ اس مناظرے میں دیوبندیوں کے چوٹی کے مولوی اپنے برادر کلاں کے پشت پناہ تھے لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس مناظرہ میں دیوبندی اور غیر مقلد سخت ناکام رہے جس کی وجہ سے آریوں کی ہمت بڑھ گئی تھی ان کا ایک پنڈت رام چندر بریلی شریف آیا۔ یہ اپنے آپ کو پندرہ پارے کا حافظ بتاتا تھا بہت چوب زبان بے حیا تھا۔ اس کے مقابلے پر حضرت صدر الشریعہ کی مسلسل تقریریں بریلی شریف میں ہوتی رہیں بالآخر ایک وقت وہ آیا کہ حضرت صدر الشریعہ حضرت صدر الافاضل حضرت مولانا رحمہ اللہی وغیرہ نے جا کر اس کے جلسے میں اس کو جواب اور مبہوت کیا اور وہ منہ کی کھا کر بریلی سے بھاگا (۲)۔

(۱) عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص 73

(۲) شریف الحق امجدی، مفتی، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ، نمبر، ص 47

زمانہ طالب علمی کا ایک مناظرہ

حضرت صدر الشریعہ ابتدا ہی سے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا دافر جذبہ رکھتے تھے۔ اسی سلسلہ میں طالب علمی کے زمانے میں بخار کے عالم میں آپ نے مخالف کو لا جواب کر دیا۔ تفصیلات حضرت صدر الشریعہ ہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے: ”طالب علمی کے زمانے میں مسئلہ قیام میلاد شریف ایک نزاعی مسئلہ بن گیا تھا اس مسئلہ میں بعض لوگ حد سے بڑھے ہوئے تھے اور میلاد شریف پڑھواتے اور پڑھتے تھے مگر قیام نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میلاد شریف کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ اس مسئلہ پر تقریر کی یہ وہ زمانہ تھا کہ نہ دینیات سے اچھی طرح واقفیت تھی اور نہ تقریر کرنے کا طریقہ تھا صرف اتنا معلوم تھا کہ محققین اہل سنت کا مسلک یہ ہے اتنا معلوم ہونے کے بعد کچھ عقلی دلائل کچھ ادھر ادھر کے رسائل سے دیکھی ہوئی باتیں بیان کر کے مسئلے کو اچھی طرح واضح اور ثابت کر دیا جو لوگ اس مسئلے کے مخالف تھے انہوں نے دوسرے روز مکان کے قریب ہی میلاد شریف کیا اور اس میں ایک مولوی صاحب کو جو قیام کے مخالف تھے تقریر کے لیے بلا یا۔ انہوں نے کچھ ادھر ادھر کی الم غلم باتیں بیان کرنے کے بعد قیام کے متعلق یہ کہنا شروع کیا کہ بدعت ہے اور ناجائز ہے۔ میں اپنی بیٹھک میں بیٹھا ہوا تھا ان دنوں سردی کے ساتھ مجھے بخار آتا تھا اور عین اس وقت جب مولوی صاحب نے تقریر کی مجھے سخت لرزہ آ گیا تھا۔ لحاف اوڑھے ہوئے پڑا ہوا تھا کہ قیام کے بدعت ہونے کی آواز میرے کان میں آئی۔ پھر کیا تھا ضبط نہ ہوا اسی حالت میں لحاف پھینک کر جلسہ گاہ میں پہنچ گیا اور مولوی صاحب سے قیام کے بدعت ہونے پر گفتگو شروع کر دی چونکہ میری نو عمری کا زمانہ تھا اور میں ایک طالب علم تھا اور وہ مولوی صاحب انہوں نے چاہا کہ مولویت کے رعب ہی سے خاموش کر دوں۔ وہ چلا چلا کر بلند آواز سے بولنے لگے میں نے ان سے کہا کہ چلانے سے کوئی فائدہ نہیں آپ اگر نہ چلائیں گے تو بھی لوگ آپ کی بات سنیں گے مسئلہ پر گفتگو کیجئے اور ان بے ہودہ باتوں سے باز آئیے۔ مگر ان مولوی صاحب کے پاس بلکہ اس ساری جماعت کے پاس کوئی بھی ایسی دلیل نہیں جس سے قیام یا ان دیگر چیزوں کو بدعت و ضلالت ثابت کر سکیں۔ مولوی صاحب کو ذلت کے ساتھ خاموشی اختیار کرنا پڑی اور قیام کا عدم جواز ثابت نہ کر سکے (۱)۔

(۱) عبدالمنان اعظمی مفتی حیات صدر الشریعہ، ص 75

صدر الشریعہ کے مناظرے کی خصوصیات

حضرت صدر الشریعہ کے مناظرے کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

- (1) حاضر جوابی
 - (2) مخالف پر علمی گرفت
 - (3) تحقیقی جواب کے ساتھ ساتھ الزامی جواب دینا
 - (4) اصولِ مناظرہ کی پابندی
 - (5) اپنے دعویٰ پر مضبوط اور ٹھوس دلائل پیش کرنا
 - (6) مجادلہ اور مکابرہ سے گریز
- عموماً مناظرہ گاہ میں آپ کی تشریف آوری کے بعد مخالفین راہ فرار اختیار کرتے۔ لیکن اگر کوئی بیٹھا رہتا تو اسے ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑتا جیسا کہ آنولہ ضلع بریلی میں چکڑ الویوں سے مناظرہ کیا۔ اس مناظرے میں چکڑ الویوں کو زبردست شکست ہوئی (۱)۔



(۱) آلِ مصطفیٰ مصباحی، مولانا سواخ صدر الشریعہ، ص 83

سج و زیارت

marfat.com

Marfat.com

حج و زیارت

بیت اللہ شریف کا حج اور روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہر مسلمان کی قلبی تمناؤں میں سے اولین تمنا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ عرصہ دراز تک مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے بے قرار رہے۔ آخر 1337ھ/1919ء کا سال نوید حج و زیارت لایا^(۱)۔ اور آپ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے اجازت لے کر بذریعہ بحری جہاز سوئے مکہ و مدینہ روانہ ہوئے۔ آپ نے اس سفر مقدس میں کیا دیکھا، کیا پایا انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے: ”مکہ معظمہ کے زمانہ قیام میں بہت سے عمرے کیے چاندنی راتیں تھیں رات ہی میں تنعمیم جاتا وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر نماز فجر کے وقت مسجد حرام شریف میں واپس آ جاتا۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد عمرہ کے ارکان ادا کر کے احرام سے فراغت حاصل کرتا۔ مکہ معظمہ کے زمانہ قیام میں علماء کی خدمت میں حاضری کا بھی اتفاق ہوا ان کی صحبتیں بہت پر لطف تھیں۔“

مولانا احمد شمس الدین مدنی

مولانا احمد شمس الدین مدنی جو مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر تھے حج کے لیے مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے۔ باب السلام کے قریب اقامت پذیر تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوا بڑے مقدس بزرگ تھے چہرہ ان کا کپڑے سے چھپا ہوتا، صرف آنکھیں کھلی رہتیں، نہایت خوش اخلاق بزرگ تھے۔ ان کی خدمت میں جو کوئی حاضر ہوتا ضرور کچھ کھانے کو پیش کرتے۔ عموماً مدینہ طیبہ کی اعلیٰ قسم کی کھجوریں جو ان کے ساتھ تھیں پیش فرماتے تھے۔ انہوں نے مجھے جب یہ دیکھا کہ اسے علم سے کچھ تعلق ہے اور ان کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرات کے خدام میں سے ہے تو بہت زیادہ احترام کرتے۔ ان کی نسبت یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف ایک بکری کے دودھ پر اکتفا کرتے ہیں حج کو آتے ہیں تو اپنی بکری بھی ساتھ لاتے ہیں۔

علمائے حرم میں اعلیٰ حضرت کا چرچا

اور بھی بہت سے علماء، مولانا عابد، مولانا عبداللہ مرداد وغیر ہم سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور کبھی کبھی کچھ علمی تذکرے بھی رہے جو سنتا کہ اس کو اعلیٰ حضرت سے تعلق ہے، نہایت عزت و

(۱) مبارک حسین مصباحی، مولانا ماہنامہ اشرفیہ ص 26 اپریل 2001ء، اکثر سیرت نگاروں نے 1337ھ کے ساتھ میسوی سن 1922ء تحریر کیا ہے جو درست نہیں ہے۔

احترام کرتا، مولانا عبداللہ سراج جو قاضی القضاة تھے اور شریف حسین صاحب کے یہاں سب سے بڑا مرتبہ انہیں کا تھا، یہ مولانا کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے اور شریف صاحب کو سیدنا کہا جاتا تھا۔ ان کی خدمت میں بھی کئی مرتبہ جانا ہوا۔ پہلی مرتبہ ”حمیدیہ“ وہاں کا دارالحکومت تھا، وہاں پہنچا اور مولانا کی خدمت میں اطلاع بھیجی کہ ایک ہندی شخص جو فلاں نام اور فلاں جگہ کارہنہ والا ہے، آپ سے ملنے کی خواہش رکھتا ہے۔ خادم نے دروازے پر کرسی رکھ دی، اس پر بیٹھا رہا، کچھ دیر کے بعد اندر بلا لیا گیا مولانا عبداللہ سراج ایک اچھے اور قابل عالم تھے، ظاہر بڑے سیاستدان بھی معلوم ہوتے تھے، اخلاق نہایت پاکیزہ تھا، یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ قبیح شرع ہیں، مکہ معظمہ میں وہ ایک خاندانی عالم تھے، حضرت مولانا عبدالرحمن سراج، عبداللہ سراج کے فرزند تھے۔ ان سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ جب میں نے اعلیٰ حضرت قبلہ کا نام ان کے سامنے لیا اور اپنا تعلق بیان کیا تو وہ بہت زیادہ مسرور اور خوش ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سے غالباً نہایت درجہ محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس سال اعلیٰ حضرت شیخ امام احمد رضا خان یہاں تشریف لائے تھے میں موجود نہ تھا، اس زمانہ میں ملک شام میں تھا مگر میں ان کے فضل و کمال سے واقف ہوں، ان کی بعض تصانیف بھی میں نے دیکھی ہیں، جن کی وجہ سے میں ان کی قابلیت کا معترف ہوں اور مکہ معظمہ کے بڑے بڑے علماء مولانا شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ اور حضرت مولانا شیخ سعید پھیل مفتی شافعیہ سے ان کی تعریفیں سن چکا ہوں۔

مقام ولادت نبوی کے انوار

حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ معظمہ کے مقامات حبرکہ کی زیارتیں بھی کرتا رہا۔ وہ جگہ جہاں ولادت شریف ہوئی ہے، اس کی زیارت میں عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ انوار کی بارش ہو رہی ہے، دل و دماغ پر انوار اتر رہے ہیں۔ جو کیف یہاں حاصل ہوا، اتنا دوسری جگہ محسوس نہ ہوا۔ یہاں کی زیارتوں سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ طیبہ روانگی کا وقت آیا۔ آخر میں مکہ معظمہ سے جدہ اور جدے سے مدینہ طیبہ کو روانہ ہوا۔

صبح امید

اب وہ رات آئی جس کی صبح مدینہ طیبہ حاضری ہوگی۔ شام ہی سے کچھ دل پر عجیب کیف



ہے۔ ذوق و شوق کا وہ عالم کہ دل قابو سے باہر قافلہ روانہ ہوا۔ اس دیارِ پاک کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں دل کی مرجھائی ہوئی کلیوں کو شگفتہ کر رہی ہیں۔ ہوا کے ایسے خوشگوار جھونکے کے کبھی ایسی پر لطف ہوائیں نہیں ملی تھیں۔ جوں جوں مدینہ منورہ قریب ہوتا جاتا ہے، وارنگی کا عالم بڑھتا جاتا ہے۔ چاندنی رات ہے، دور تک میدان آنکھوں کے سامنے ہے، کبھی سراب سمندر کی طرح موجیں مار رہا ہے، کہیں کھجوروں کے باغات اور درخت رات میں عجیب خوشنما منظر پیش کر رہے ہیں۔ دل کھینچ رہا ہے، جی چاہتا ہے کہ جلد ہی چار قدم میں یہ تمام راستہ طے ہو جاتا، جلد سے جلد حاضر آستانہ ہو کر دل کی آرزوؤں کو پورا کرتے۔

سبز گنبد کا کلس

صبح صادق کا وقت آیا اور اس صحرا میں بہت دور سے گنبد خضریٰ کا کلس چمکا، وہ روح پرور نظارہ کبھی دل سے محو نہیں ہو سکتا۔ زباں پر درود و سلام ہاتھ ناف سے نیچے بندھے ہوئے، اور سر جھکے ہوئے، ادب کے ساتھ اس راستے کو طے کیا جا رہا ہے، کبھی آنکھیں بند ہوتی ہیں، کبھی دل میں ایک عجیب قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور کبھی کھلتی ہیں تو گنبد خضریٰ پر پڑ کر دل میں کچھ عجیب ذوق و شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح درود و سلام کا تحفہ نچھاور کرتے ہوئے پاپیادہ تمام حجاج عشق و محبت میں متوالے بنے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ وقت زیادہ ہو چکا تھا، اتنا موقع نہ تھا کہ مسجد نبوی میں حاضر ہو کر نماز فجر ادا کی جائے۔ پڑاؤ پر ہی نماز فجر ادا کی گئی اور خیال یہ ہے کہ غسل کر کے کپڑے بدل کر حاضر دربار ہونا چاہئے۔

حاضری دربار

مدینہ طیبہ کے مجاور صاحب نے ایک مکان میں ٹھہرایا جو باب جبریل کے قریب تھا۔ فوراً وہاں غسل کیا، کپڑے بدلے اور خوشبو وغیرہ لگا کر دربار بے کس پناہ سرکارِ دو جہاں مالک کون و مکان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ نہ آنکھ بتا سکتی ہے کہ کیا دیکھا؟ وہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کا دیکھنا نصیب کرے، اور ہر مومن وہاں کی حاضری سے بہرہ مند ہو۔ آمین۔ آنکھیں بند ہیں، ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں، دل میں تمناؤں کا ہجوم ہے، سراپا سوال بن کر اس

دربار عالی میں حاضر ہیں اور ان سے ہر قسم کی عطا کی امید رکھتے ہیں (۱)۔ وہ زمانہ شیاطین نجد کا تو تھا نہیں کہ اگر ہاتھ اٹھائے جائیں تو نیچے کر دیئے جائیں اور ان کے دربار میں کچھ غرض کیا جائے تو مار کر نکال دیئے جائیں۔ جتنی دیر تک جس نے چاہا درود و سلام پڑھتا رہا اور اپنی التجا میں پیش کرتا رہا۔

علمائے مدینہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ کی حاضری کے زمانے میں یہاں کے علماء کی زیارتوں اور ملاقاتوں کا موقع نصیب ہوا۔ مولانا شیخ احمد شمس الدین جن کا تذکرہ اوپر کر چکا ہوں وہ مدینہ طیبہ آچکے ہیں ان کے یہاں بھی گیا، بہت اخلاق سے پیش آئے، شیخ الدلائل سید رضوان صاحب کے پاس بھی جانا ہوا اور ان سے مسجد مقدس میں کبھی کبھی نیاز حاصل ہوتا۔ وہاں کے تمام علماء میں سب سے بہتر ایک عالم مغربی کو پایا جن کو غالباً احمد شتقیلی کہتے ہیں ان کے یہاں علمی مذاکرے بھی ہوئی۔ بھگتہ تعالیٰ بہت قابلیت رکھتے تھے۔ چونکہ وہ زمانہ بہت فتنے کا زمانہ تھا، اس لیے مدینہ میں حجاج کو بہت تھوڑی اقامت کا موقع ملتا تھا، اس قلیل زمانے میں کچھ بھی نہ ہو سکا، نہ وہاں کے حالات کے پورے طور پر معلوم کرنے کا موقع مل سکا۔ قبا شریف اور احد شریف جانے کی خواہش ظاہر کی، معلوم ہوا کہ وہاں جانا اس وقت بہت پر خطر ہے اور جانا اپنے خیال میں ضروری تھا۔ ایک گھوڑا گاڑی کرایہ کی لی گئی کہ گاڑی پر خطرہ کم ہوتا ہے اور ایک بدو کو اپنے ساتھ شناخت کے لیے اجرت پر رکھا اس طرح پر وہاں حاضر ہو کر زیارتیں کر سکے۔

حجاز میں بد امنی کا دورہ

ترکیوں کا دور حکومت حجاز مقدس سے ختم ہو چکا تھا۔ حجازیوں کی وہ آمد نیاں جو ترکی سے وابستہ تھیں۔ معدوم ہو چکی تھیں اور جنگ عظیم کے بعد گرانی بھی سخت تھی۔ تین پاؤ یا سیر بھرا آٹا چاول ملتا تھا جو اس زمانے کے لحاظ سے اتنی شدید گرانی تھی کہ گویا گرانی کیا تھی موت کا پیغام تھی۔ میں نے وہاں یہ بھی روایتیں سنیں کہ مدینہ طیبہ کے بہت سے معزز گھرانے کے علماء اور سادات اسی دور میں فاقہ کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہو گئے، جن کی خشک لاشیں ان کے مکانوں میں پائی گئیں

(۱) لب واپیں آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے



اور انہوں نے اپنے فائقے کا اظہار لوگوں کے سامنے کرنا پسند نہ کیا۔

مولانا ضیاء الدین مدنی، خلیفہ اعلیٰ حضرت

مولوی ضیاء الدین مدنی صاحب (۱) جو پنجاب کے رہنے والے تھے۔ اور انہوں نے ترک وطن کیا اور مدینہ طیبہ میں بحیثیت مہاجر سکونت پذیر ہوئے ان کو اعلیٰ حضرت قبلہ سے بہت زیادہ عقیدت تھی اور ان کے وابستگان سے محبت۔ جب انہیں میرے مکہ معظمہ آنے کی خبر ہوئی تو برابر وہ میری مدینہ طیبہ حاضری کا انتظار کر رہے تھے وہاں حاضر ہوتے ہی ان سے ملاقات ہوئی اس وقت یہ موجود تھے اور رباط عجمی میں ان کا قیام تھا۔ جس حجرے میں رہتے تھے وہ ایسے بہترین موقع پر واقع تھا کہ گنبد خضریٰ بالکل سامنے تھا، گویا مسجد سے باہر رہتے ہوئے ہر وقت روضہ اقدس کا نظارہ نصیب تھا۔ جب میں ان کے ہاں جاتا اس پاکیزہ منظر کو دیکھ کر وہاں سے آنے کو جی نہ چاہتا تھا۔

حرم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک رات

ایک روز عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد مولوی ضیاء الدین صاحب میرے پاس آئے اور یہ فرمایا کہ آپ یہ رات مسجد نبوی میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہ میں گزارنا چاہتے ہیں، یہ مژدہ جانفزا سن کر دل باغ باغ ہو گیا کہ اپنے غلاموں کو اس طرح نوازا جاتا ہے اور سرفراز کیا جاتا ہے، ایسی عظیم الشان دولت مجھ گناہگار کو بے طلب عطا فرمائی، میرے تو خیال میں یہ بات نہ تھی کہ یہ چیز ممکن ہوگی۔ میں تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ سارے دروازے حرم نبوی کے بند ہو جاتے ہیں اور سوا خدام کے یہاں کوئی بھی رہنے نہیں پاتا اور تھا بھی ایسا ہی، مگر مولانا نے جب یہ خبر سنائی تو میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ میں نے عرض کیا اس سے بہتر میرے لیے کیا چیز ہو سکتی ہے؟ کہ رات کی تنہائی میں مجھے مواجہ اقدس میں حاضری نصیب ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ جب نماز عشاء کے بعد

(۱) قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا غلام قادر بھیرودی اور مولانا محمد حسین نقشبندی سے حاصل کی۔ حضرت علامہ وصی احمد سورتی سے درس حدیث لیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے اجازت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔ نو سال بغداد شریف میں گزار کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ تقریباً ستر ۷۷ برس مدینہ طیبہ میں گزارے۔ ۴ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جنازہ مفتی محمد علی مراد شامی نے پڑھایا۔ جنت البقیع میں سیدۃ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار شریف سے دو گز کے فاصلے پر دفن ہونے کی سعادت پائی۔ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

یہاں سے لوگ چلے جاتے ہیں تو آپ ”مکرم یہ“ کے نیچے بیٹھ رہیں، میں جنت کی کیاریوں میں اس وقت بیٹھا ہوا تھا۔ جب نمازیوں کا مجمع میں نے دیکھا بہت زیادہ نکل چکا ہے اور کچھ لوگ باقی رہ چکے ہیں تو ”مکرم یہ“ کے نیچے آ کر بیٹھ گیا۔ خدام حرم نبوی روشنی لیے ہر طرف دیکھ رہے تھے جو کوئی انہیں ملتا ہے مسجد سے باہر جانے کا حکم دیتے ہیں، غرض ساری مسجد خالی ہو گئی اور دروازے بند ہو چکے تو ایک صاحب میرے پاس آتے ہیں اور انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم یہاں رہو گے؟ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہاں لے گئے جہاں مسجد نبوی کا وضو خانہ ہے اور ان لوگوں کا پیشاب خانہ و طہارت خانہ ہے، مجھ سے انہوں نے یہ کہا کہ اگر پیشاب کی ضرورت ہو تو یہ جگہ ہے اور وضو ٹوٹ جائے تو وضو کا یہ مقام ہے۔ یہ بتا کر مجھے انہوں نے چھوڑ دیا کہ اب جاؤ جو چاہو کرو۔ غرض یہ کہ رات بھر بجمہ تعالیٰ اس مسجد اقدس میں گزاریں جس جس وقت میں جو کچھ سمجھ میں آیا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ الحمد للہ علی انعامہ (۱)

در و فراق

یہ مختصر زمانہ مدینہ طیبہ کی اقامت کا ایسا جلد ختم ہوا کہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کب آیا اور کب گیا؟ فراق کی گھڑی سامنے اور حکومت کی جانب سے روانگی کا حکم ملا جو صدمہ اور رنج اس وقت دل پر گزر رہا تھا وہ کیا بیان کیا جائے ہر ایک شخص خود اپنے دل سے اندازہ کر سکتا ہے۔ کچھ دور پیدل روانہ ہوئے اور پھر پھر کر گنبد پاک کو دیکھتے رہے۔ جب وہ بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور بہت دور نکل آئے تو اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہو کر جدہ پہنچے اور جہاز پر سوار ہو کر بمبئی روانہ ہو گئے۔ شیخ امام علی صاحب رضوی جاتے وقت بمبئی میں موجود نہ تھے اس وقت وہ مکان سے واپس آ چکے تھے جہازوں کی آمد کے تجسس میں رہتے تھے جب کسی جہاز کے آنے کی خبر پاتے ہیں تو کبھی گودی میں خود جاتے ہیں، کبھی اور لوگوں کو بھیجتے ہیں کہ وہ مجھے اتار کر مکان پر لائیں اتفاق سے جب جہاز بمبئی پر پہنچا اس وقت بھی مجھے لینے کے لیے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے جہاز سے سامان اترا ان لوگوں

(۱) مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: کہ حضرت صدر الشریعہ کے بچھے بھائی حکیم احمد علی نے آپ سے پوچھا کہ ان راتوں کی غلطی کی حاضر یوں میں کیا ہوا مسکرا کر فرمایا یہ مت پوچھے بتانے کی بات نہیں۔ ”ناظرین خود سوچیں جنم جنم کا بھراں نصیب عاشق صادق جب اپنے محبوب کی عنایت خاصہ سے محبوب کیساتھ ایسی غلطی میں جگہ پائے جہاں وہ ہو اور محبوب ہو اور تیسرا کوئی نہ ہو تو محبوب نے کیا کیا نوازشیں کی ہوں گی اسے کون جانے اور کون بتائے۔ ملاحظہ فرمایا ہے

ہزاراں رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم

نی دام چہ محفل بود شب جائے من بودم

(ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ۶۰)

نے دیکھا کہ ابھی مال کی نکاسی میں دیر لگے گی سامان وہیں چھوڑا اور ایک آدمی کو متعین کیا اور مجھے مکان لے گئے۔ اب میں شیخ امام علی صاحب کا مہمان ہوں وہ خاطر مدارت میں مشغول ہیں۔

جے پور سے روانگی کے وقت حاجی عبدالجبار صاحب نے وعدہ لے لیا تھا کہ جب آپ بمبئی آئیں مجھے فوراً تار دیجئے، میں بمبئی آپ کو لینے آؤں گا، ان کو بھی تار دیا وہ فوراً جے پور سے بمبئی پہنچے بریلی اور مکان پر بھی اپنے واپس آنے کی اطلاع دے چکا ہوں دو تین دن سفر کی تکان اتاری، اب میں نے بریلی روانگی کا ارادہ کیا تو امام علی صاحب نے اجازت نہیں دی اور کہا کہ میں کچھ علیل ہوں جب بالکل اچھا ہو جاؤں گا تو میلاد شریف ہوگا اور جلسہ اس کے بعد آپ جا سکیں گے۔ اور یہ سب ترکیبیں مجھے روکنے کی تھیں تقریباً پندرہ روز تک بمبئی ٹھہرنا پڑا جب میرا اصرار زیادہ ہوا تو امام علی صاحب نے ایک شاندار جلسہ کیا جس میں کافی اجتماع ہوا، اس میں مجھے تقریر کرنی پڑی۔ کئی گھنٹہ مسلسل تقریر کے بعد سلام و قیام پر جلسہ ختم کیا گیا۔ جملہ حاضرین کو کافی مقدار میں آئس کریم کھلائی گئی اور بڑی بڑی نان خطائیاں جن کا بمبئی میں رواج ہے تقسیم کی گئیں، میں وہاں سے حاجی عبدالجبار صاحب کی معیت میں اجمیر شریف حاضر ہوا یہاں زیارت سے فارغ ہو کر جے پور پہنچا، تقریباً ایک ہفتہ جے پور میں قیام کیا وہاں سے پھر حاجی عبدالجبار صاحب اور بعض دیگر احباب کے ساتھ بریلی روانہ ہوا۔

بریلی مراجعت

بریلی آمد کے وقت کی اطلاع دے چکا تھا، جنکشن اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا کافی مجمع تھا اور انہوں نے مجھے وہاں سے اترنے سے روک دیا کہ شی اترنا ہوگا وہاں بہت سے لوگ استقبال کے لیے آئے ہوئے ہیں اور خود اعلیٰ حضرت قبلہ شی پر تشریف فرما ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے ہی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ شی پر اترنے کے لیے ان سے کہہ دیا جائے۔ گاڑی شی پر آئی اعلیٰ حضرت قبلہ سے نیاز حاصل کیا اور قدم بوسی کی۔ خود اعلیٰ حضرت قبلہ جس انداز سے پیش آئے میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔

استقبال کرنے والوں کی جماعت مجھے اعلیٰ حضرت کے دولت خانے پر لے آئی۔ سارے



مجمع کو کھجوریں تقسیم کیں اور زمزم شریف پلایا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا مزاج ناساز تھا کمزوری بہت بڑھ گئی تھی باوجود اس کے اسٹیشن تشریف لے جانے کی زحمت گوارا فرمائی (۱)۔
مختصر یہ کہ یہ جلوس بڑی شان و شوکت کے ساتھ نعت خوانی کرتا ہوا آستانہ آیا یہاں مداح
الحجیب مولوی جمیل الرحمان خان صاحب نے ابھی نعت شریف شروع نہیں کی تھی کہ حضور نے
بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
پڑھنے کی فرمائش کی جس کو سن کر تمام مجمع عجیب پر کیف حالت میں تھا (۲)۔



(۱) عبدالمنان اعظمی، مفتی حیات صدر الشریعہ، ص 90 تا 100 باختصار

(۲) ظفر الدین بہاری، مولانا حیات اعلیٰ حضرت، ص 209

اخلاق و عادات

marfat.com

Marfat.com

اخلاق و عادات

عالم اگر اپنے حاصل کردہ علم پر عامل نہ ہو تو علم بجائے نعمت کے زحمت بن جاتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ ایک باعمل عالم تھے۔ آپ کے اخلاق و عادات قرآن و حدیث کی تعلیمات کے عین مطابق تھے۔ آپ شریعت کی مخالفت سے بچنے اور سنت کی پابندی کرنے کی ہمہ وقت کوشش فرماتے تھے آپ کے مقدس معمولات و عادات کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

نمازِ باجماعت پر مداومت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نمازِ باجماعت کے سختی سے پابند تھے بلکہ اگر کسی وجہ سے مؤذن وقت مقررہ پر نہ پہنچتا تو خود اذان دیتے، قدیم دولت خانہ سے مسجد بالکل قریب تھی وہاں تو کوئی دقت نہیں تھی لیکن جب نئے دولت خانہ قادری منزل میں رہنے لگے تو آس پاس میں دو مسجدیں تھیں۔ ایک بازار کی مسجد دوسرے بڑے بھائی کے مکان کے پاس جو نوا کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دونوں مسجدیں فاصلے پر تھیں اس وقت پچھائی کمزور ہو چکی تھی بازار والی مسجد نسبتاً قریب تھی مگر راستے میں بے ٹکی بالیاں تھیں اس لئے نوا کی مسجد نماز پڑھنے آتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی نماز کے لیے جا رہے تھے راستے میں ایک کتواں پڑتا ہے ابھی کچھ اندھیرا تھا اور راستہ بھی برابر نہ تھا اونچا نیچا تھا اندازے سے کتوں کی منڈیر پر چڑھ گئے۔ قریب تھا کہ کتوں میں گر پڑتے کہ کسی کے آواز دینے پر قدم روک لیے اور پھر کتوں سے اتر کر مسجد گئے۔ سڑ میں بھی کوشش فرماتے کہ نمازِ باجماعت پڑھیں۔ مبارک پور کبھی امتحان اور سالانہ جلسے میں تشریف لاتے تو گولہ بازار کی مسجد میں جا کر نمازِ باجماعت پڑھتے^(۱)۔

ذوقِ عبادت

ذوقِ عبادت کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ علیل ہو گئے، شدت کا بخار تھا، بیہوشی و غنودگی طاری تھی میں (حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری) بھی حاضر تھا۔ جب ذرا ہوش ہوا تو دریافت فرمایا کیا وقت ہے۔ میں نے گھڑی دیکھ کر وقت بتایا تو ظہر کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ فوراً آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے آہ میری نمازِ ظہر قضا ہو گئی۔ میں نے عرض کیا

(۱) شریف الحق امجدی، مفتی ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ص 55

حضور! شریعت کی رو سے غشی کی حالت میں نماز قضا نہیں ہوتی فرمایا غم اس کا ہے کہ ایک باری کی حاضری سے محروم رہ گیا! (۱)

فیض العارفین مولانا صوفی شاہ منور حسین داتا گنجوی قدس سرہ کا کہنا ہے کہ میرا عینی مشاہدہ ہے کہ جب ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کے دارالعلوم کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حاضر ہوا تو اختتام جلسہ پر حضرت صدر الشریعہ کے ارشاد فرمانے پر میں اپنی جگہ اپنی چارپائی پر لیٹ گیا۔ (صدر الشریعہ مجھ پر بڑے مہربان تھے اور میری بڑی قدر فرماتے تھے) اور آپ اپنی چارپائی پر محو استراحت ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد جو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آپ نماز تہجد میں مشغول ہیں۔ نماز تہجد سے فراغت پا کر آپ نماز فجر کے لیے مسجد روانہ ہو گئے۔ آپ نے نماز فجر پڑھائی۔ میں نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی تو ایسا لطف آیا اور ایسی روحانیت نصیب ہوئی جس کی حلاوت اب بھی پاتا ہوں (۲)۔

بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی مدظلہ فرماتے ہیں:

”رمضان مقدس کے مہینے میں اکثر و بیشتر مجھے ہی خدمت اقدس کی حاضری کا شرف حاصل رہا کرتا تھا۔ عام لوگوں کی طرح میرا معمول یہ تھا کہ سحری کھانے کے بعد عموماً سو جاتا، پھر نماز فجر کے لیے بیدار ہوتا۔ اس بابرکت مہینہ کی ایک شب تھی۔ میں معمول کے مطابق سحری کھا کر سو گیا کہ اچانک فجر سے پہلے میری آنکھ کھل گئی..... کیا دیکھتا ہوں کہ سیدی صدر الشریعہ قدس سرہ یونہی مصلیٰ پر بیٹھے مراقبہ کی حالت میں ذکر الہی میں مصروف ہیں..... اور اسم جلال کی ضرب سے پورا کمرہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سے گونج رہا ہے..... درود یوار انوار و تجلیات میں ڈوبے ہوئے تھے اور حضرت پر بے خودی کی سی کیفیت طاری تھی..... یہ آپ کے ذکر سری کی محسوس تجلیات تھیں..... مجھ پر ایک سکتہ کی کیفیت طاری تھی..... اللہ اکبر جسے ہم اس دور کا فقیہ اعظم سمجھتے ہیں وہ اپنے وقت کا بے مثال عارفِ کامل، مرد حق آگاہ، ذکر الہی سے سرشار قلب لطیف کا حامل، اللہ کا مقرب بندہ بھی ہے.....

(۱) فیضان المصطفیٰ قادری، حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص 19

(۲) مظفر احمد صدیقی، بدایونی، مفتی ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ص 124

اس وقت مجھے آپ کے قرب الہی اور روحانیت کے بلند مراتب کا اندازہ ہوا۔

حقیقت میں نہ کیوں اللہ کا محبوب ہو جائے
نہ کھویا عمر بھر جس نے کوئی لمحہ عبادت کا

عشق مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والسلام)

اس پر پوری امت کا قطعی یقینی اجماع ہے اور قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ایمان کی اصل عشق رسول ہے..... اعلیٰ حضرت عرض کرتے ہیں:

اللہ کی سر تا بقدم شان میں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان میں یہ

اس لیے جس کا ایمان جتنا قوی اور مضبوط ہوگا اس کے اندر اسی تناسب سے عشق و محبت

مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ سے زیادہ ہوگا۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے سینے میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کالا وا دھک رہا تھا جس نے ماسوا کو پھونک کر خاکستر کر کے حضرت صدر الشریعہ کو فانی قار رسول باقی بالرسول کے مقام رفیع پر پہنچا دیا تھا۔ وسعت ظرف کا عالم یہ تھا کہ سوزی دروں سے اگرچہ قلب و جگر کباب تھے مگر کسی کو ان کی مہک بھی نہیں لگی۔ لیکن کبھی کبھی جب کوئی نعت خواں نعت پڑھتا تو راز اندروں کی غمازی چشم آبدار کے موتی کر دیتے..... انسان اگر وسیع الطرف ہے تو اپنی زبان کو قابو میں رکھ سکتا ہے مگر چشم تر پر کسی کا کوئی قابو نہیں

نہیں قابو کسی کا کچھ ہماری دیدہ تر پر

مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: میں نے بارہا دیکھا کہ جب نعت شروع ہوتی تو آنکھیں بند کر لیتے تھے، مودب بیٹھ جاتے دونوں ہاتھ باندھ لیتے۔ انتہائی وقار و تمکنت کے ساتھ اس طرح پر سکون ہو جاتے کہ معلوم ہوتا کوئی پتھر کا مجسمہ ہے۔ نہ واہ واہ کرتے نہ سبحان اللہ..... پورے انہماک و توجہ سنتے..... پھر کچھ ہی دیر کے بعد آنکھوں سے سیل اشک اس

(۱) ارشاد احمد رضوی، مصباحی مولانا، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ، ص 163

طرح جاری ہو جاتا کہ آنسو تھمنے کا نام نہ لیتے۔ نعت پڑھنے والا نعت پڑھ کر خاموش ہو جاتا اس کے بعد بھی کچھ دیر تک خود فراموشی طاری رہتی۔

حب رسول ہی کی تڑپ تھی کہ مدت العمر سفر، حضر، کہیں بھی ہوں، کتنی ہی مصروفیت ہو نماز فجر کے بعد ایک پارہ کی تلاوت فرماتے اور پھر ایک حزب دلائل الخیرات شریف پڑھتے، اس میں کبھی مانعہ نہ ہوتا اور جمعہ کو بعد نماز جمعہ بلا مانعہ سو بار درودِ رضویہ پڑھتے۔ حتیٰ کہ سفر میں بھی نماز ظہر کے بعد درودِ رضویہ نہ چھوڑتے۔ چلتی ہوئی ٹرین میں کھڑے ہو کر پڑھتے۔ ٹرین میں جو ہندویا ترقی یافتہ مسلمان بننے والے ہوتے، اس دیوانگی پر حیرت زدہ ہوتے انہیں کیا معلوم

دیوانہ بہت سوچ کے دیوانہ بنا ہے

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیوانگی ہے کہ جس پر سارے جہاں کی فرزانگی قربان

رسول پاک کے عشق و محبت کا یہ صدقہ ہے

جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدر شریعت کا

نعتیہ مشاعرے کا انعقاد

یہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا ثمرہ تھا کہ ہر سال قادری منزل کی چھت پر نعتیہ مشاعرے کا بڑے اہتمام سے انعقاد فرماتے۔ رمضان المبارک میں علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب صاحبزادہ اور علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی وغیرہ کو بلا کر خود مصرعہ طرح منتخب فرماتے جو یا تو اعلیٰ حضرت کا کوئی مصرعہ ہوتا یا مولانا حسن رضا خاں صاحب کا کوئی مصرعہ..... مثلاً..... ایک سال مصرعہ طرح یہ تھا

تاج والوں کا یہاں خاک پر ماتھا دیکھا

اور ایک سال مولانا حسن رضا خان صاحب کا یہ مصرعہ

جب خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو

پھر ازہری صاحب کو بٹھا کر تمام شعراء کی لسٹ بنواتے اور حکم دیتے کہ سب کو دعوت نامہ بھیجنا..... سارے اخراجات اپنی جیب سے کرتے عموماً یہ مشاعرہ 4 شوال کو ہوتا تھا بلکہ غالباً ہمیشہ اسی تاریخ میں ہوتا تھا۔ مشاعرہ کی رات عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد ہی فرش وغیرہ بچھوا کر سب سے پہلے خود آ کر بیٹھ جاتے اور اخیر وقت تک جب تک مشاعرہ ختم نہ ہو جائے بیٹھے رہتے۔

شاعروں کا حضرت کی موجودگی کی وجہ سے ہوش گم رہتا لیکن اس وقت سراپا جمال ہی جمال کرم ہی کرم نظر آتے۔ مشاعرے کے اصول کے مطابق کبھی کبھی شاعر کے مصرعہ کو دہراتے اور اچھے اشعار پر دل کھول کر داد دیتے۔ اس وقت استغراق بالکل نہ ہوتا اور اچھے سامع کی طرح پورا مشاعرہ سنتے۔ مشاعرہ ختم ہونے پر دعا فرماتے (۱)۔

آخر میں صدر الشریعہ خود مہیا کہہ فرماتے اگر مشکل زمین ہوتی اور اچھے اچھے شعراء جبکہ پھسل جاتے تو حضرت علیہ الرحمۃ بغرض اصلاح اظہار فرماتے اور جملہ شعراء تسلیم کرتے (۲)۔

اتباع سنت

”ان المحب لمن يحب بطبع“ یعنی محبت اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ ایک سچے عاشق رسول تھے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ کا کوئی فعل خلاف سنت ہو۔ آپ روزمرہ کے تمام امور یہاں تک کہ چلنے میں بھی سنت کی پیروی کرتے۔ حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری بیان کرتے ہیں:

”حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ چلتے تو رفتار سے عظمت و وقار کا ظہور ہوتا، دائیں بائیں نگاہ نہ فرماتے ہر قدم قوت کے ساتھ اٹھاتے، چلتے وقت جسم مبارک آگے کی طرف قدرے جھکا ہوتا، ایسا لگتا گویا اونچائی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہوں۔ ہمارے استاذ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سنت کے مطابق راستہ چلتے تھے ان سے ہم نے علم بھی سیکھا اور عمل بھی (۳)۔“

یہی فرماتے ہیں ”میں دس سال حضرت کی کنش برداری میں رہا، پوری مدت میں آپ کو قبح سنت پایا (۴)۔“

جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ

ایسے صدر شریعت پہ لاکھوں سلام

عموماً دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے پختہ نمازی دوران سفر یا بخار کی حالت میں نماز چھوڑ

(۱) شریف الحق امجدی، مفتی ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر ص 62

(۲) غلام حسین امجدی، مفتی وقار شریعت، ص 24

(۳) اختر حسین فیضی، مصباحی حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص 153

(۴) عبدالعزیز مبارک پوری، مولانا ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ص 12

دیتے ہیں لیکن اس کے برعکس حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ دوران سفر اور صحت کی خرابی کے باوجود بھی فرائض و واجبات تو کجا مستحبات کا دامن بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ چنانچہ مفتی مجیب الاسلام صاحب بیان فرماتے ہیں: ”میں ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھا اس وقت آپ بہت سخت بیمار تھے..... بخار کی شدت سے آپ کا پورا وجود لرز رہا تھا..... ایسی حالت میں آپ کو استنجا کی ضرورت درپیش ہوئی..... آپ کے قریب اس وقت کوئی نہ تھا..... آپ خود ہی بمشکل کسی طرح اٹھ کر تشریف لے گئے مگر جب بیت الخلاء کے قریب پہنچے تو خیال آیا کہ سر پر ٹوپی نہیں ہے۔ بخار کی شدت کی وجہ سے لوٹنا دشوار تھا..... وہیں سے مجھے آواز دی مجیب! مجیب! میں نے کہا جی حضور! میں دوڑتا ہوا آیا آپ نے فرمایا ذرا ٹوپی لانا میں نے جلدی سے ٹوپی لا کر دی تب آپ استنجا خانے میں تشریف لے گئے۔“

میں دم بخود تھا کہ یا اللہ بخار کی شدت سے اٹھا نہیں جا رہا..... دماغ جل رہا ہے مگر اس کے باوجود انہیں ٹوپی کا خیال آیا تو کیسے؟ ہمیں تو فرائض و واجبات کا مستحب وقت میں ہوش نہیں رہتا تاخیر سے ادا کرتے ہیں مگر آپ نے شرعی ادب کو بھی اس ناگفتہ بہ حالت میں ملحوظ رکھا؟ مگر پھر میں نے سوچا کہ یہی وہ اللہ کے نیک بندے ہیں جن کے دم قدم سے امت کا بھرم قائم ہے۔ انہیں اوروں پر قیاس کرنا درست نہیں (۱)۔

گھر کا کام

گھر کا کام کاج کرنے میں کوئی عار نہ تھا گھر میں ترکاریاں چھیلنے کانتے اور دوسرے کام بھی کر دیا کرتے تھے حدیث شریف میں ہے ”کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مہنة اہلہ“ (بخاری جلد ثانی ص 808) اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے گھر کے کام کاج سے عار محسوس نہ فرماتے بلکہ سنت پر عمل کرنے کی نیت سے بخوشی انجام دیتے (۲)۔

آپ کی ایک دعا

علامہ غلام جیلانی اعظمی لکھتے ہیں کہ نماز عصر و نماز فجر کے بعد میں نے بارہا مندرجہ ذیل دعا کو آپ کی زبان فیض ترجمان پر رقت خشوع اور خضوع کے ساتھ جاری ہوتے ہوئے سنا:

اللہم اعطنی حبک وحب من یحبک وحب عمل یقر بنی الیک

(۱) ارشاد احمد رضوی مصباحی مولانا ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 162

(۲) شریف الحق امجدی مفتی ایضاً ص 54

ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنی محبت اور اپنے محبوبین کی محبت اور اپنی طرف قریب کرنے والے
عمل کی محبت عطا فرما ۱۱۔ آمین

سادات کا احترام

جس سے محبت ہوتی ہے اس سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے پیار ہوتا چلا جاتا ہے۔
حضرت صدر الشریعہ نبی کریم علیہ الخستیہ والتسلیم کے سچے عاشق تھے۔ اسی لیے سادات کا جن کو
سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خصوصی نسبت و تعلق کا اعزاز حاصل ہے نہایت درجہ ادب و
احترام کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی بیان کرتے ہیں: ”حضرت سادات کا بے حد
احترام فرماتے تھے حالانکہ میں ایک ادنیٰ خادم تھا اور میری بھی دوسرے طلبہ کی طرح یہ کوشش رہتی
کہ میں بھی حضرت کی خدمت کیا کروں لیکن آپ ہمیشہ احتیاط فرماتے باتھ پیروبانے کا موقع مجھے
کبھی نہ دیتے (۲)۔“

ہمدردی

اجمیر شریف میں جن دنوں آپ جامعہ معینیہ عثمانیہ میں پڑھاتے تھے آپ کے چھوٹے
صاحبزادے کا انتقال ہو گیا۔ گرمی کا موسم تھا طلبہ مولانا محترم کی رہائش گاہ سے ایک میل کے
فاصلے پر رہتے تھے۔ بہت دیر بعد معلوم ہوا۔ جب پہنچے تو صاحبزادہ صاحب دفن ہو چکے تھے۔
مولانا عبدالعزیز مبارک پوری بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا حضور نے ہمیں اطلاع نہیں دی
فرمایا خیال ہوا کہ گرمی کا وقت ہے آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی لہذا دفن کر دیا (۳)۔

کمالِ صبر

بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب کا انتقال ہو گیا تو حضرت اس
وقت نماز تراویح ادا کر رہے تھے اطلاع دی گئی تشریف لائے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا
ابھی آٹھ رکعت تراویح باقی ہیں پھر نماز میں مصروف ہو گئے (۴)۔

یونہی صاحبزادی کے انتقال پر بہت صبر کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ”بنو مرحومہ“ سے قبل کوئی

(۱) غلام جیلانی، علمی علامہ، ایضاً، ص ۱۹

(۲) سید ظہیر احمد زیدی، مولانا ماہنامہ شریف صدر الشریعہ نمبر ص ۸۹۱۳

(۳) عبدالعزیز مبارک پوری، مولانا، ایضاً، ص ۱۳

(۴) ایضاً، ص ۱۳

صاحبزادی نہ تھی۔ اس لئے آپ کو اپنی اس بچی کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ یہ صاحبزادی بیمار ہوئیں، مرض نے طوالت اختیار کی، متعدد حکماء سے علاج ہوا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ صحت وفاقہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ ایک دن بعد نماز فجر حضرت مولانا نے قرآن خوانی کے لیے طلبہ و حاضرین کو روکا۔ بعد ختم قرآن مجید آپ نے مجلس کو خطاب فرمایا کہ ”بنو“ کی علالت طویل ہو گئی، کوئی علاج کارگر نہیں ہوا اور فائدہ کی کوئی صورت نہیں نکل رہی ہے آج شب میں نے خواب دیکھا کہ سرور کونین، رحمت عالم روحی فداہ گھر میں تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ بنو کو لینے آئے ہیں۔ سید الانام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھنا بھی حقیقت میں بلاشبہ آپ ہی کو دیکھنا ہے۔ اس لئے یہ یقین ہے کہ بنو کی دنیاوی زندگی اب پوری ہو چکی ہے۔ مگر وہ بڑی ہی خوش نصیب ہے کہ اسے آقا و مولیٰ رحمت عالم، محبوب رب العالمین، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لینے کے لیے تشریف لائے اور میں نے خوشی سے سپرد کیا دعائے خیر کے بعد مجلس قرآن خوانی، ختم ہو گئی، غالباً اسی دن یا دوسرے دن بنو کا انتقال ہو گیا (۱)۔

حکیم مولوی شمس الہدیٰ صاحب کا انتقال ہوا اور اپنے پیچھے ایک بیوہ اور بچے چھوڑے جن کی کفالت کی ذمہ داری بھی حضرت کے کاندھوں پر آئی۔ مرحوم حضرت کے قوت بازو تھے۔ وطن مالوف میں آپ کی عدم موجودگی میں گھر کے جملہ معاملات کا انتظام و انصرام ان کی ذمہ داری میں رہتا تھا اور ان کی وجہ سے حضرت کو بے فکری تھی۔ ان کے بعد ان کے چھوٹے بھائی مولوی یحییٰ عارضہ یرقان میں مبتلا ہوئے اور داعی اجل کو لبیک کہا انہوں نے بھی اپنے پیچھے ایک بیوہ اور بچہ چھوڑا۔ ان دونوں کے انتقال سے جو قلبی صدمات حضرت کو پہنچے وہ تو اظہر من الشمس ہیں لیکن ایک بڑی دشواری یہ سامنے آئی کہ گھر کا سارا انتظام درہم برہم ہو گیا۔ اللہ اکبر صبر ہو تو ایسا کہ اتنے عظیم اور پہاڑ جیسے صدمات ان کے پیچھے عظیم مسائل مگر زبان مبارک پر بجز صبر و شکیں کوئی دوسرا لفظ نہ آیا بے شک اللہ جل و علا اپنے نیک بندوں کا شرح صدر فرمادیتا ہے ان کا حوصلہ بلند فرمادیتا ہے۔ پھر ہر مصیبت ان کے لیے سہل اور آسان ہو جاتی ہے۔ ایک جوان بیٹی اور دو مددگار جوان بیٹوں کے انتقال کے بعد آپ کے تیسرے جوان العمر صاحبزادے مولوی عطاء المصطفیٰ کا انتقال ہوا جو اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل ہی فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ اس طرح تین چار سال کی قلیل مدت میں

(۱) سید ظہیر احمد زیدی، مولانا ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، ص 90

آپ کے تین جوان صاحبزادگان اور ایک صاحبزادی نے مفارقت کی لیکن تسلیم و رضا کی منزل سے آپ کے قدم استقامت میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی۔ ایسے عظیم و شدید صدقات کو برداشت کر لینا آسان کام نہیں اگر وہ رحم الراحمین توفیق صبر عطا نہ فرمائے تو معلوم نہیں انسان کیا کر ڈالے لیکن آپ سنت نبویہ و اسوۃ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ثابت قدم رہے۔ میں نے دیکھا کہ مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی وفات کے بعد سے آپ کمر پکڑ کر اٹھنے لگے اور دھیرے دھیرے آنکھوں کی بینائی میں ضعف پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے آخر میں آپ نے تدریس چھوڑ دی اور ذکر اللہ میں استغراق رہنے لگا (۱)۔

خوش اخلاقی

مفتی خلیل خان برکاتی بیان فرماتے ہیں: ”تقریباً نو سال کی مدت تک حضرت کی جوتیاں سیدھی کیں لیکن اس عرصہ میں بد اخلاقی کی ایک بھی مثال اس فقیر گناہ گار کی نظروں میں نہ گزری حتیٰ کہ دورانِ درس طلبہ غلطیاں کرتے اصلاح فرمادی جاتی ضرورت ہوتی تو ڈانٹ ڈپٹ بھی کی جاتی مگر بد اخلاقی یا بد مزاجی کا شائبہ بھی نہ ہوتا (۲)۔“

مولانا سید ظہیر احمد زیدی لکھتے ہیں ”مجھے سات سال کے عرصہ میں ان گنت بار مولانا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا لیکن میں نے آپ کی مجلسوں کو ان عیوب سے پاک پایا جو عام طور پر بلا امتیاز عوام و خواص ہمارے معاشرے کا جزو بن گئے ہیں مثلاً غیبت، حغلی، دوسروں کی بدخواہی، عیب جوئی وغیرہ۔ آپ کی زندگی نہایت پاک و صاف اور مقدس تھی۔ جہاں تک میرا علم ہے آپ کے معمولات قرآن و سنت کے مطابق تھے۔ گفتگو بھی نہایت صاف سہری اور مہذب ہوتی کوئی ناشائستہ اور غیر مہذب لفظ استعمال نہ فرماتے (۳)۔“

خطوط کے جوابات نہایت پابندی سے دیتے اگر کوئی شخص خط کا جواب نہ دیتا تو بہت ناراضگی کا اظہار فرماتے اور کہتے ”اگر تم کسی سے بات کرو اور وہ تمہیں جواب نہ دے تو یہ بات تم کو کتنی ناگوار ہوگی۔ اس طرح اگر کسی کے خط کا جواب نہ دیا جائے تو اس کا بھی یہی اثر ہوتا ہے (۴)۔“

(۱) ایضاً ص 92

(۲) خلیل خان برکاتی، مفتی حضرت صدر الشریعہ کا انداز تدریس (قلمی) ص 3

(۳) سید ظہیر احمد زیدی، مولانا ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 86

(۴) مشتاق احمد نظامی، علامہ پاسبان الہ آباد امام احمد رضا نمبر ص 152

مہمان نوازی

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بے حد مہمان نواز تھے۔ آپ کے ہاں عموماً مہمان آتے رہتے۔ سب کے شایان شان کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، آرام کا اہتمام فرماتے۔ مہمانوں کے لیے خصوصیت سے ان کی ضروریات کی چیزیں ہر وقت گھر میں رکھتے۔ اگر کبھی مطلوبہ سامان نہ ہوتا پھر بھی ہر ممکن اہتمام کرتے چنانچہ مفتی شریف الحق امجدی بیان کرتے ہیں: "ایک مرتبہ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری بعد مغرب دو مدرس اور چھ طالب علموں کو لے کر پہنچ گئے اس وقت ہمارے یہاں کا بازار مغرب کے وقت بند ہو جاتا تھا اور اب بھی بعد مغرب ترکاری وغیرہ نہیں ملتی۔ حضرت کے یہاں مغرب کے وقت تک کھانا تیار ہو جاتا تھا۔ عشاء اور مغرب کے درمیان حضرت اور گھر کے سب لوگ کھانا کھا لیتے تھے ازہری صاحب بعد مغرب جو مہمانوں کی فوج لے کر پہنچے آپ خود سوچتے، آپ اگر ہوتے تو کیا ہوتا..... مہمانوں کے سامنے کچھ نہیں فرمایا، اندر لے جا کر (علامہ ازہری) کو کافی تنبیہ فرمائی، تم کو پہلے سے اطلاع کرنی چاہئے تھی اب بولو اس وقت کیا ہو سکتا ہے..... دال روٹی پکانے میں بھی کتنی دیر ہوگی۔ اور پھر مہمانوں کے سامنے صرف دال روٹی لے جائیں گے تو وہ کیا کہیں گے۔ ان کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی۔ پھر حکم دیا جو کھانا پکا ہوا ہے وہ مہمانوں کو کھلا دو اب جو کھانا کچے گا ہم کھالیں گے (۱)۔"

وقت کی قدر

وقت کی قدر و قیمت کا اس قدر احساس تھا کہ حتی الامکان طلبہ کے اسباق کا ناغہ پسند نہ فرماتے، ناسازی طبع کے باوجود درس میں مصروفیت کو اپنا بہترین مشغلہ جانتے۔ طلبہ آپ کی طبیعت کی ناسازی کو دیکھ کر نہ پڑھنے کی درخواست کرتے مگر آپ اسے قبول نہ فرماتے آپ کہا کرتے تھے کہ ناغہ کرنے سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ حال یہ تھا کہ جمعہ کے دن بھی صبح گیارہ بجے تک گھر میں درس دیا کرتے (۲)۔

ہر ادا، ایک حکمت

مولانا محمد نعیم الدین صاحب صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف بیان

(۱) شریف الحق امجدی، مفتی ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر 56

(۲) فداء، المصطفیٰ قادری، حضور صدر الشریعہ، حیات و خدمات ص 269

کرتے ہیں کہ میرے بڑے والد صدر الشریعہ سے ملاقات کے لیے گھوسی گئے۔ اس وقت حضرت کی بینائی بہت کمزور ہو چکی تھی گھڑی بھی نہیں دیکھ پاتے کہ کتنا بجا ہے۔ مگر گھڑی لگاتے تھے۔ اس پر بڑے والد نے عرض کیا جب حضور وقت نہیں دیکھ سکتے تو پھر گھڑی رکھنے کا کیا فائدہ؟ فرمایا اگرچہ میں نہیں دیکھ سکتا مگر کسی جاننے والے سے دکھا کر نماز کا وقت تو معلوم کر سکتا ہوں (اس وقت گھڑی رکھنے کا عام چلن نہیں تھا) (۱)

دیگر کوائف

مزاج میں حد درجہ لطافت تھی، صاف ستھرا عمدہ لباس زیب تن فرماتے، اعلیٰ کپڑوں کی شیروانی یا جبہ بنواتے، قیمتی کاہدار عمامہ باندھتے، زمانہ دراز تک حضرت صدر الشریعہ کو انتہائی قیمتی لباس میں دیکھا گیا مگر اخیر عمر مبارک میں ایک بیک رنگ بدل گیا اور کھدر پسند آ گیا اسی کی بنیاد اسی کا کرتہ اسی کا چوڑی مہری کا پاجامہ اسی کی گول ٹوپی اسی کا عمامہ باندھتے۔

یہی حال کھانے کا تھا، عام طور پر متوسط کھانا تناول فرماتے لیکن کبھی کبھار نہایت اعلیٰ کھانے گھر پکوا کر خود بھی کھاتے اور سب بچوں کو کھلاتے۔ پانی ہمیشہ بہت ٹھنڈا پیتے حتیٰ کہ جاڑوں میں رات کو گھڑوں میں پانی بھر دیتے اور وہی دن بھر پیتے۔ بھنا ہوا گوشت روٹی اور تلے ہوئے کریلے آپ کی پسندیدہ خوراک تھے۔ عمدہ اور گرم چائے پیتے۔ میٹھی چیزوں میں ہلکا میٹھا پسند کرتے، عصر کے بعد عموماً ٹہلنے لگتے۔

آواز بہت بارعب، گرجدار اور بلند تھی..... مہاراج پور بدر سہ اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر جامع مسجد راجہ شاہ مبارک میں تقریر فرما رہے تھے۔ ہم لوگ پرانے مدرسہ پرانی بستی میں تھے وہاں سے آواز کی گھن گرج سنتے تھے حالانکہ لاؤڈ اسپیکر اس وقت ہندوستان میں آیا بھی نہیں تھا۔ فطری طور پر بہت رحم دل، شفیق، مہربان، بردبار، حلیم الطبع، سنجیدہ و متین تھے۔ البتہ اگر اپنے صاحبزادگان یا تلامذہ سے کوئی غلطی ہوتی تو اس زور سے ڈانٹتے کہ لوگوں کے اوسان خطا ہو جاتے۔

رشتہ داروں کا بہت خیال کرتے۔ بچھے بھائی حکیم احمد علی صاحب و کاہدار بڑے بھائی حکیم

(۱) بیابا، المصطفیٰ قادری، مولانا ایضاً ص 109

محمد علی صاحب سے ملنے ان کے گھروں پر جاتے ان کا پورا احترام کرتے۔ اگر خاندان میں شکر رنجی ہوتی تو ملا دیا کرتے^(۱)۔

حلیہ مبارکہ

کشادہ پیشانی، فراخ چہرہ جس سے نورانیت عیاں، گندی رنگ، متوسط قد، صحت مند بدن، زادہ، بسطۃ فی العلم والجسم کی تصویر، گھنی ڈاڑھی، بارعب اور پروقا، شخصیت کے مالک، چال سے تواضع، عاجزی نمایاں، نشست و برخاست سنت نبوی کی آئینہ دار، گفتگو مختصر مگر معنویت سے لبریز خوش مزاج اور ملنسار^(۲)۔

﴿ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ﴾

(۱) شریف الحق امجدی، مفتی، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر ص 54 باختصار

(ب) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ، ص 120

(۲) فیضان المصطفیٰ قادری، مولانا، حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 12

تَصْنِيفَات

تصنیفات

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تصنیف و تالیف کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ اسی لیے آپ نے درس و تدریس کی جاں نسل مصروفیات کے باوجود اس اہم و عظیم کام کی جانب توجہ دی اور سات 7 گراں قدر تصانیف کا پیش بہا تحفہ قوم کو پیش کیا۔ ان کتب کا اجمالی تعارف پیش خدمت ہے۔

1. بہار شریعت

اردو زبان میں سترہ حصوں پر مشتمل حضرت صدر الشریعہ کی یہ وہ عظیم کتاب ہے جسے فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یوں تو فقہی مسائل پر بیسیوں کتب، کتابچے اور رسائل موجود ہیں جن میں احکام شریعت کو اردو زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر سالہ کسی خاص موضوع سے متعلق ہے مثلاً کسی میں صرف عقائد، کسی میں فرائض، کسی میں فقط نماز و روزہ کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے لیکن بہار شریعت کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں زندگی سے لے کر موت تک کے تمام مسائل شرعی کو سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے تو یہ کہنا بجا اور درست ہے کہ اس نظام حیات کی ترجمان بہار شریعت ہے۔

مقصد تصنیف

بہار شریعت کی تصنیف کا مقصد بیان کرتے ہوئے حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

”ایک وہ زمانہ تھا کہ ہر مسلمان اتنا علم رکھتا تھا جو اس کی ضروریات کو کافی ہو بفضلہ تعالیٰ علماء بکثرت موجود تھے جو نہ معلوم ہوتا تھا ان سے بآسانی دریافت کر لیتے حتیٰ کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم فرما دیا تھا کہ ہمارے بازار میں وہی خرید و فروخت کریں گے جو دین میں فقیہ ہوں (رواہ الترمذی عن العلاء بن عبد الرحمن بن یعقوب عن ابیہ عن جدہ) پھر جس قدر عہد نبوت سے بعد ہوتا گیا اسی قدر علم کی کمی ہوتی رہی اب وہ زمانہ آ گیا کہ عوام تو عوام بہت سے وہ جو علماء کہلاتے ہیں روزمرہ کی ضروری چیزیات حتیٰ کہ فرائض و واجبات سے ناواقف اور جتنا جانتے ہیں اس پر بھی عمل سے منحرف کہ ان کو دیکھ کر عوام کو سیکھنے اور عمل کرنے کا موقع ملتا اسی قلتِ علم و بے

پروائی کا نتیجہ ہے کہ بہت سے ایسے مسائل کا جن سے واقف نہیں انکار کر بیٹھتے ہیں حالانکہ نہ خود علم رکھتے ہیں کہ جان سکیں نہ سیکھنے کا شوق کہ جاننے والوں سے دریافت کریں نہ علماء کی خدمت میں حاضر رہتے کہ ان کی صحبت باعث برکت بھی ہے اور مسائل جاننے کا ذریعہ بھی اور اردو میں کوئی ایسی کتاب کہ سلیم عام فہم قابل اعتماد ہو اب تک شائع نہ ہوئی۔ بعض میں بہت تھوڑے مسائل کہ روزمرہ کی ضروری باتیں بھی ان میں کافی طور پر نہیں اور بعض میں اغلاط کی کثرت لاجرم ایک ایسی کتاب کی بے حد ضرورت ہے کہ کم پڑھے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لہذا فقیر بہ نظر خیر خواہی مسلمانان اور بمقتضائے ”الدين النصح لكل مسلم“ مولیٰ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس امر اہم و اعظم کی طرف متوجہ ہوا۔“

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں: اس کتاب میں مسائل کی دلیلیں نہ لکھی جائیں گی کہ اول تو دلیلوں کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں دوسرے دلیلوں کی وجہ سے ایسی الجھن پڑ جاتی ہے کہ نفس مسئلہ سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ لہذا ہر مسئلے میں خالص معنی حکم کا بیان ہوگا۔

مزید فرماتے ہیں: اس کتاب میں حتی الوسع یہ کوشش ہوگی کہ عبارت بہت آسان ہو کہ سمجھنے میں دقت نہ ہو اور کم علم اور عورتیں اور بچے بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں پھر بھی علم بہت مشکل چیز ہے یہ ممکن نہیں کہ علمی دشواریاں بالکل جاتی رہیں ضرور بہت سے مواقع ایسے بھی رہیں گے کہ اہل علم سے سمجھنے کی حاجت ہوگی کم از کم اتنا نفع ضرور ہوگا کہ اس کا بیان انہیں متنبہ کرے گا اور نہ سمجھنا سمجھ والوں کی طرف رجوع کی توجہ دلائے گا (۱)۔“

بہارِ شریعت کی خصوصیات

بہارِ شریعت بہت سی ایسی خوبیوں کی جامع ہے جو یک وقت کسی کتاب فقہ میں موجود نہیں۔ یہاں ان تمام خوبیوں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں صرف چند اہم اور بنیادی خصائص اور امتیازات درج ذیل ہیں:

(۱) یہ فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف ہے۔ اس کتاب میں زندگی کے خطوط و نقوش اور تمام لوازمات کا شرعی احاطہ کر لیا گیا ہے اور شب و روز میں پیش آنے والے تمام مسائل اس میں جمع کر

(۱) امجد علی اعظمی مولانا بہار شریعت حصہ دوم ص 3-4

دیئے گئے ہیں۔

- (2) ہر باب کے ذیل میں تائیدی آیات و احادیث طیبہ کے بعد مسائل فقہ کا بیان ہے۔
- (3) اس کتاب میں ماخذ کے مکمل حوالہ جات کا التزام کیا گیا ہے۔
- (4) بحث کی پیچیدگیوں میں الجھے بغیر بات دلنشین انداز میں کہی گئی ہے تاکہ قاری کے ذہن پر بوجھ نہ پڑے۔
- (5) عبارت نہایت جامع، سادہ اور سلیس ہے جس کو ہر معمولی اردو خواں بھی سمجھ سکتا ہے۔
- جزئیات سے پہلے کلیات کی نشاندہی کر دی گئی ہے تاکہ نئے مسائل کے اخذ کرنے میں قاری کو سہولت فراہم ہو جائے۔

(6) جملہ ابواب فقہ میں مسائل ضروریہ کا استقصاء ہے۔

(7) مفتی بہ اور صحیح و راجح مسائل کا التزام ہے۔

(8) ترتیب مسائل اور حسن بیان میں یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے⁽¹⁾۔

”بہار شریعت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مولانا سید ظہیر احمد زیدی لکھتے ہیں: ”اس کتاب کے مطالعے سے دین سے لگاؤ اور عمل کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور پڑھنے والے کے اندر دین و ایمان کا استحکام اور عقائد میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور اس یقین کو قوت حاصل ہوتی ہے کہ دین اسلام ایک کامل ضابطہ حیات ہے جس میں انسانی معاشرے کی جملہ ضروریات کا تسلی بخش حل موجود ہے اور جو انسانی زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔“

مزید لکھتے ہیں: اس کتاب کو آپ جتنی بار بھی پڑھیں گے آپ کی نگاہ میں اس کی عظمت اور اہمیت و افادیت بڑھتی ہی چلی جائے گی اور یہاں تک کہ مسائل شریعت کو معلوم کرنے کے لیے یہ ایک ناگزیر ضرورت محسوس ہونے لگے گی۔ عقائد و عبادات سے لے کر معاملات تک اور معاملات میں بھی پیدائش سے لے کر موت تک ہر قسم کے معاملہ کے متعلق فقہی و شرعی احکامات کو اردو میں مرتب کر دیا ہے۔ ان معاملات سے متعلق احادیث شریفہ اور آیات قرآنی بھی ترجمہ کے ساتھ لکھ دی گئی ہیں اور مسائل میں ہر مسئلہ اور ہر فقہی جزئیہ کو حوالہ کتاب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے متعلق مسائل کا علم حاصل کرنے کے لیے آپ کو بہت سی کتابیں اردو زبان میں مل جائیں گی لیکن اگر آپ خرید و فروخت، رہن، ہبہ، عاریت، اجارہ (کرایہ داری) وقف، شرکت

(1) غلام محییٰ انجم مصباحی، ڈاکٹر فقہ اسلامی اور بہار شریعت مشمولہ معارف رضا کراچی ص 185

(ساجھا و کمپیز) نکاح، طلاق، خلع، فسخ، نکاح، ایلاء، طہار، لعان، نان و نفقہ، حضانت، حق مہر، قضا (فیصلہ)، قانون شہادت، حق شفعہ، قرض و استقراض، زراعت، بیائی پر کاشت، لگان داری، قواعد آب پاشی، حدود شرعیہ، زنا، سرقت، اتہام، زنا، قتل، قطع اعضاء وغیرہ کی شرعی سزائیں اور دیگر معاملات سے متعلق احکام شریعت و فرامین الہی معلوم کرنا چاہیں تو آپ کو ان کے تفصیلی احکام اردو زبان کے اندر صرف بہار شریعت میں ملیں گے۔ اردو زبان میں آج تک ایسی کوئی جامع کتاب احکام شریعت پر نہ ملے گی کہ ان معاملات و احکام کے علاوہ اس کتاب میں اخلاق حسنہ، اخلاق سنیہ، آداب تلاوت قرآن، فضائل تلاوت، فضائل علم دین و احکام جہاد بھی بیان کیے گئے ہیں۔ آخر میں بعنوان خطر و اباحت کا بیان، حرام و حلال کا بیان اور جائز و ناجائز چیزیں بھی بیان کی گئی ہیں جس میں جزئیات بھی ہیں اور اصول بھی (۱)

اعلیٰ حضرت کی تصدیق و دعاً

مندرجہ بالا خصائص و امتیازات کے ساتھ ساتھ بہار شریعت کی مقبولیت و محبوبیت اور شہرت کی ایک اہم وجہ اسے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن کی تائید و تصدیق اور دعاً کا حاصل ہونا بھی ہے۔ امام اہل سنت تحریر فرماتے ہیں: ”فقیر غفرلہ المولی القدر نے مسائل طہارت میں یہ مبارک رسالہ بہار شریعت تصنیف حلیف اخی فی اللہ ذی الجہد والجاه والصلح السلیم والفکر القویم والفضل والعلی مولانا ابوالعلی مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والمشرّب والسکنی رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحشی مطالعہ کیا الحمد للہ مسائل صحیحہ و صحیحہ معتقدہ معتقدہ پر مشتمل پایا۔ آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں اور گمراہی و اغلاط کے مصنوع و طبع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں مولیٰ عزوجل مصنف کی عمر و عمل فیض میں برکت دے اور عقائد سے ضروری فروع تک ہم باب میں اس کتاب کے اور حصص کافی و شافی دوانی و صافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے اور انہیں اہل سنت میں شائع و معمول اور دنیا و آخرت میں نافع و مقبول فرمائے۔ آمین“

(۱) سید قطب احمد زیدی مولانا ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر 82

(۲) امجد علی اعظمی مولانا بہار شریعت حصہ دوم ص 60

مرشد صدر شریعت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن کی مندرجہ بالا جامعیت اور فصاحت و بلاغت سے لبریز تقریب مبارکہ میں صدر الشریعہ کے نام کے ساتھ اعظمی بالمذہب والمشرّب والسکنی تحریر ہے اس کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر ہیں اور غوث اعظم حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرب میں داخل ہیں اور اعظم گڑھ سکونت رکھتے ہیں۔ سبحان

اللہ (ماخوذ از پاسان الازاد امام احمد رضا نمبر 154)

بہار شریعت کا ماخذ

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے بہار شریعت میں ہر مسئلہ کا حوالہ بالالتزام نقل کیا ہے اور یوں نہیں کہ ایک ہی کتاب کے حوالے نقل کرتے چلے جائیں بلکہ بیسیوں کتب تفسیر و حدیث و فقہ کے حوالے آپ نے درج کیے ہیں۔ مولانا قمر الحسن مصباحی صاحب نے نہایت محنت سے بہار شریعت کے ماخذ کا جائزہ تحریر کیا ہے لکھتے ہیں: سترہ 17 حصوں پر مشتمل بہار شریعت کے ماخذ چند طرح کے ہیں کچھ تو عقائد سے متعلق بحثوں کے ماخذ ہیں جن میں چند فرقہ ہائے باطلہ کے رد و ابطال پر ان کی کتابوں کے حوالوں کو شواہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے اس کے علاوہ اعمال سے متعلق ماخذ میں قرآن مقدس احادیث کریمہ اور فقہ حنفی کی مستند امہات کتب ہیں۔ ایسا نہیں کہ مصنف نے کسی ایک ہی کتاب کا حوالہ ہر جگہ اور بار بار دہرایا ہو بلکہ جب جیسی ضرورت ہوئی اسی کے لحاظ سے مراجع کا حصول ہوا ہے ماخذ کی یہ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

ا: قرآن مقدس

ب: احادیث مبارکہ

ج: کتب فقہ

د: رد فرقہ ہائے باطلہ

کتب احادیث مبارکہ

الف: 1. ابن ماجہ شریف

2. ابوداؤد شریف

3. امام احمد بن حنبل

4. اصحاب السنن

5. اصہبانی

6. امام مالک

7. ابن عساکر

ب: 8. بخاری شریف

9. بزار

22. دعوات کبیر

ر: 23. رزین

س: 24. سنن اربعہ

ش: 25. شرح معانی الآثار

26. شرح السنہ

ص: 27. صحیح ابن خزیمہ

28. صحیح ابن حبان

ض: 29. ضیا

ط: 30. طبرانی صغیر

31. طبرانی کبیر	10. بیہقی	
32. طبرانی اوسط	11. ترمذی شریف	ت:
33. کتاب الآثار	12. تاریخ حاکم	ک:
34. کنز العمال	13. تاریخ بخاری	
35. مسلم شریف	14. ترغیب	م:
36. مشکوٰۃ شریف	15. حصن حصین	ح:
37. مسند ابو یعلیٰ	16. حاکم	
38. موطا امام احمد	17. حلیہ	
39. مستدرک	18. خطیب	خ:
40. معرفہ	19. دارقطنی	د:
41. مصنف عبدالرزاق	20. داری	
42. نسائی شریف	21. دیلمی	ن:

حدیث کے ان مراجع پر نظر ڈالنے سے جہاں ایک طرف حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا محدثانہ منصب اجاگر ہوتا ہے اور ثقاہت پر مہر یقین ثبت ہوتی ہے وہیں بہار شریعت کی فقہی جزئیات اور اس کے مستحکم کامعیار و قیاس سے قطع تر ہونا چلا جاتا ہے اور فقہ حنفی کا حدیث و قرآن سے ارتباطی عمل بھی واضح و آشکار ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس کے بعد ذرا فقہ حنفی کی ان کتب پر نظر ڈالیں کہ مصنف نے کتنی ساری کتابیں نظروں میں رکھ کر بہار شریعت کو ترتیب دیا ہے وہ بھی فقہ حنفی کی شاہکار امہات کتب جن پر فقہ حنفی کا انحصار ہے گویا اس منظر نامے میں بہار شریعت ایک ایسا بنیادی کارنامہ ہے جس پر جتنا بھی زیادہ تازہ کیا جائے کم ہے۔ اس تعداد کو دیکھ کر امام اہل سنت کے اس قول کی مزید وضاحت ہوتی ہے جو آپ نے فقہ سے متعلق حضرت صدر الشریعہ کے لیے ارشاد فرمایا تھا:

”آپ کے یہاں موجودین میں فقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائے گا وجہ یہی ہے کہ وہ استغناء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔“



کتاب فقہ حنفی

- | | |
|------------------|------------------------------|
| 1. بحر الرائق | 2. بزازیہ |
| 3. بحر | 4. بدائع |
| 5. تنویر الابصار | 6. تبیین |
| 7. جوہرہ نیرہ | 8. حلیہ |
| 9. خیرہ | 10. خلاصۃ الفتاویٰ |
| 11. در مختار | 12. ذخیرہ |
| 13. رد المحتار | 14. زیلعی |
| 15. شرح وقایہ | 16. شرنبلالی |
| 17. شرح ملتقى | 18. خلیبہ |
| 19. صغیری | 20. طحاوی علی المراقی الفلاح |
| 21. عالمگیری | 22. عنایہ |
| 23. غنیۃ | 24. غایۃ البیان |
| 25. غرر | 26. فتاویٰ رضویہ |
| 27. فتح القدر | 28. قاضی خان |
| 29. قاری الحدایہ | 30. کشف الغطاء |
| 31. کنز الدقائق | 32. لباب |
| 33. مراقی الفلاح | 34. منیہ |
| 35. منتقى | 36. محیط |
| 37. مشک | 38. مسلک |
| 39. مبسوط | 40. مجمع الانہر |
| 41. منجی الخالق | 42. نظم زندوسی |
| 43. نتائج | 44. وشاح الجید |
| 45. ہدایہ | |



مذکورہ بالا دونوں مراجع حصہ دوم سے لے کر سترہویں حصہ تک بکھرے ہوئے بے شمار ابواب پر مشتمل ان ابحاث کے مراجع و مآخذ ہیں جن میں ایک مسلمان کے داخلی اور عائلی قوانین کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث اور کتب فقہ کے یہ ذخائر حضرت علیہ الرحمۃ کی شانِ تفقہ کے غماز ہیں۔ جس میں ایک فقیہ کی اعلیٰ ژرف نگاہی زورِ مطالعہ اور جزئیاتِ فقہ پر عبور رکھنے کی مکمل نشاندہی ہے۔

حصہ اول جو صرف معتقدات پر مشتمل ہے اس کے مراجع اور ہیں

چونکہ عصر حاضر میں حشرات الارض کی طرح بہت سارے فرقے جنم لے چکے ہیں جن کا مقصد مسلمانوں کے ایمان کو تباہ کرنا ہے اس لئے ان کی خصوصاً نشاندہی کی گئی ہے۔ ان باطل فرقوں کے رد و ابطال میں جن کتابوں کو استشہاد میں پیش کیا گیا ہے وہ کچھ اس طرح ہیں:

قادیانی

- | | |
|--------------------|-----------------|
| 1. ازالہ اوہام | 2. انجام آتھم |
| 3. دافع البلاء | 4. اربعین |
| 5. معیار | 6. کشتی نوح |
| 7. اعجاز احمدی | 8. دافع الوسواس |
| 9. ضمیر انجام آتھم | |
| وہابی | |
| 10. تقویۃ الایمان | 11. ایضاح الحق |
| 12. صراط مستقیم | 13. تحذیر الناس |
| 14. براہین قاطعہ | |

حصہ اول و دوم کی ترتیب

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ بہارِ شریعت کا حصہ دوم پہلے تصنیف کیا گیا اور حصہ اول بعد میں چونکہ دوسرے حصے میں اعمال سے متعلق بحث ہے جس میں خصوصاً طہارت کا ذکر ہے۔ مگر اعمال بغیر عقیدہ کی صحت کے ضائع و بے کار ہوتے ہیں اس لئے عقیدہ کی بحث کو تقدم لازم آیا۔

اسی لئے حصہ دوم تصنیف میں اگرچہ مقدم تھا مگر ترتیباً مؤخر ہو گیا۔ خود تحریر فرماتے ہیں:

فقیر بارگاہ قادری ابو العلیٰ امجد علی اعظمی رضوی عرض کرتا ہے کہ زمانہ کی حالت نے اس طرف متوجہ کیا کہ عوام بھائیوں کے لیے صحیح مسائل کا ایک سلسلہ عام فہم زبان میں لکھا جائے جس میں ضروری روزمرہ کے مسائل ہوں۔ باوجود بے فرصتی اور بے مائیگی کے تو کلا علی اللہ اس کام کو شروع کیا ایک حصہ لکھنے پایا تھا کہ یہ خیال ہوا کہ اعمال کی درستگی عقائد کی صحت پر متفرع ہے اور بہترے مسلمان ایسے ہیں کہ اصول مذہب سے آگاہ نہیں ایسوں کے لیے سچے عقائد ضروری کے سرمایہ کی بہت شدید حاجت ہے۔ خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں کہ گندم نما جو فروش بکثرت ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے بلکہ عالم کہلاتے ہیں اور حقیقتاً ان کو اسلام سے کچھ علاقہ نہیں عام تاواقف مسلمان ان کے دام تزویر میں آکر مذہب اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ لہذا اس حصہ یعنی کتاب الطہارۃ کو اس سلسلہ کا حصہ دوم کیا اور ان بھائیوں کے لیے اس سے پہلے حصہ میں سچے اسلامی عقائد بیان کیے امید کہ برادران اسلام ان کے مطالعہ سے ایمان تازہ کریں اور اس فقیر کے لیے غفور عافیت دارین اور ایمان و مذہب اہل سنت پر خاتمہ کی دعا فرمائیں (۱)۔

بہار شریعت کے وہ سترہ حصے جو حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کے قلم فیض رقم سے معرض وجود

میں آئے ان میں آیات قرآنیہ احادیث مبارکہ اور مسائل وغیرہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

395	کل آیات قرآنیہ
42	کتب احادیث مبارکہ
2224	کل احادیث مبارکہ
50 سے زائد	کتب فقہ
9993	کل مسائل فقہیہ
14	کتب عقیدہ و رد
136	کل عقیدہ

یاد رہے کہ یہ ساری ابحاث 381 اہم اور اصل عنوانات کے تحت قائم کی گئی ہیں۔ جن میں اصل عنوان کے تحت ضمنی عنوانات بھی ہیں جن کو یہاں شمار نہیں کیا گیا ہے۔ اگر ان عناوین کا بھی

ذکر کیا گیا ہوتا تو تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوتی۔ یوں ہی جن آیات کریمہ کی تعداد یہاں پیش کی گئی ہے وہ ایسی آیات ہیں جن سے کوئی فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے وگرنہ تمثیل کے طور پر جن آیتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس شمارے سے خارج ہیں (۱)۔

فتاویٰ عالمگیری پانچ سو منتخب اور اجلہ علمائے کرام نے مل کر مرتب کیا تھا پھر بھی اس میں بہت سے جزئیات میں راجح اور مفتی بہ کی تعیین نہیں۔ ان علمائے کرام کی عظمت یہ تھی کہ دربار میں تشریف لاتے تو عالمگیر کھڑے ہو جاتے بہار شریعت حضور صدر الشریعہ نے تنہا لکھی راجح اور مفتی بہ کی تعیین بھی کی نئے مسائل کی عقدہ کشائی بھی فرمائی عربی کتابوں میں مدون مسائل کو سلیس اور عام فہم اردو زبان میں منتقل کرنے کی مہم بھی سر کی..... اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ پانچ سو علمائے کرام کی مشارکت سے ترتیب پانے والی کتاب فتاویٰ عالمگیری (ہندیہ) سے اہم خدمت ہے اس لئے حضرت صدر الشریعہ فرماتے تھے اگر اور نگزیب علیہ الرحمۃ زندہ ہوتے اور میری یہ خدمت دیکھ پاتے تو مجھے سونے سے تولتے (۲)۔

زمانہ تصنیف

یہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی ابتدا کب اور انتہا کب ہوئی تاہم بعض قرائن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ تصنیف چودھویں صدی ہجری کے چوتھے دہے سے شروع ہوا کیونکہ ابتداء کے چند حصے جو امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کو دکھائے گئے اور آپ نے اس کی تصدیق فرمائی تو اس میں جلد دوم کے تصدیق نامے میں ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۵۵ مرقوم ہے جس سے اس بات کا واضح اشارہ ملتا ہے کہ اس حصہ دوم کا زمانہ تصنیف یقیناً اس تصدیق سے دو ایک سال قبل ہے۔

بہار شریعت کے اختتام کا علم سترھویں حصے کے آخر میں حضرت صدر الشریعہ کے تحریر کردہ عرض حال سے ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

اس کتاب کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی تعطیل میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا اس میں کچھ لکھ لیا جاتا۔ یہاں تک کہ جب ۱۹۳۹ء میں جنگ شروع ہوئی اور کاغذ کا ملنا نہایت مشکل ہو گیا اور اس کی طبع میں دشواریاں پیش آ گئیں تو اس کی

(۱) فہم الحسن مصباحی مولانا مابنامہ شریفیہ صدر الشریعہ برص ۲۳۴ ۲۳۷۴ باختصار

(۲) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا سوانح صدر الشریعہ ص ۴۴

تصنیف کا سلسلہ بھی جو کچھ تھا وہ بھی جاتا رہا اور یہ کتاب اس حد تک پوری نہ ہو سکی جس کا فقیر نے ارادہ کیا تھا بلکہ اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری اور کتاب لکھی جائے گی جو تصوف اور سلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی جس کا اظہار اس سے پیشتر نہیں کیا گیا تھا ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے۔ چند سال کے اندر متعدد حوادث پیہم ایسے درپیش ہوئے جنہوں نے اس قابل بھی مجھے باقی نہ رکھا کہ بہار شریعت کی تصنیف کو حد تکمیل تک پہنچاتا۔

7 شعبان 1358ھ کو میری ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا اور 25 ربیع الاول 1359ھ کو میرا منجھلا لڑکا مولوی محمد یحییٰ مرحوم کا انتقال ہوا شب وہم رمضان المبارک 1359ھ کو بڑے لڑکے مولوی حکیم شمس الہدیٰ مرحوم نے رحلت کی۔ 20 رمضان المبارک 1362ھ کو میرا چوتھا لڑکا عطاء المصطفیٰ مرحوم کا دادوں ضلع علی گڑھ میں انتقال ہوا اور اسی دوران مولوی شمس الہدیٰ مرحوم کی تین جوان لڑکیوں کا اور ان کی اہلیہ کا اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا اور مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی اہلیہ اور بیٹی کا انتقال ہوا۔ ان پیہم حوادث نے قلب و دماغ پر کافی اثر ڈالا۔ یہاں تک کہ مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کے سوم کے روز جبکہ فقیر تلاوت قرآن مجید کر رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونے لگا اور اس میں برابر ترقی ہوتی رہی اور نظر کی کمزوری اب اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ لکھنے پڑھنے سے بالکل معذور ہوں۔ ایسی حالت میں ”بہار شریعت“ کی تکمیل میرے لیے بالکل دشوار ہو گئی اور میں نے اپنی تصنیف کو اس حد پر ختم کر دیا۔ گویا اب اس کتاب کو کامل و اکمل بھی کہا جاسکتا ہے مگر ابھی اس کا آخری تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا۔ اگر توفیق الہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو جمع ابواب فقہ پر یہ کتاب مشتمل ہوتی اور کتاب مکمل ہو جاتی اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علمائے اہل سنت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمائیں تو میری عین خوشی ہے (۱۱)۔

حضرت صدر الشریعہ کی درج بالا تحریر 1362ھ سے معلوم ہوا کہ بہار شریعت کی تصنیف کا زمانہ چودھویں صدی ہجری کے چوتھے عشرے میں غالباً 1334ھ سے شروع ہو کر ساتویں عشرے کی ابتدا پر ختم ہوتا ہے۔ گویا اس عظیم تصنیف کا مکمل عرصہ تقریباً 28 برس پر مشتمل ہے۔ یاد رہے کہ

(۱) صدر الشریعہ، انا انا امجد علیٰ عظمیٰ بہار شریعت، حصہ 17 ص 51

اٹھائیس برس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ آپ ان برسوں میں ہمہ وقت تصنیف میں مگن رہے بلکہ تدریس سے جو وقت بچتا یا تعطیلات میں آپ نے تحریر کا کام کیا۔

بہارِ شریعت کی تکمیل

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بہارِ شریعت کو بیس حصوں میں مکمل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن ہجومِ حوادث کی بناء پر ایسا نہ کر پائے اور اپنے تلامذہ کو اس کی تکمیل کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے شاگردوں اور اولاد نے اس جانب بھرپور توجہ دی اور بہارِ شریعت کے مزید تین حصے لکھ کر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی عینِ خوشی کا سامان فراہم کر دیا۔ آخری تین حصوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

اٹھارہواں حصہ: علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری

مفتی وقار الدین قادری رضوی علیہم الرحمۃ

مولانا قاری محبوب رضا خاں بریلوی

انیسواں حصہ: مولانا سید ظہیر احمد زیدی

بیسواں حصہ: مولانا مفتی وقار الدین قادری

یہ تینوں حصے شاہزادہ صدر الشریعہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی صاحب کے اہتمام سے مکتبہ رضویہ کراچی نے شائع کر دیئے ہیں۔ اور یوں بہارِ شریعت مکمل ہو چکی ہے۔ یقیناً اس نیک کام پر حضرت صدر الشریعہ کی روح پر فتوح اپنی قبر مبارک میں نہایت خوش ہوگی اور ان مصنفین کے لیے دعا گو بھی۔

حضرت حجتہ الاسلام کا پیغام

حضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان بنوری علیہ الرحمۃ مسلمانوں کی صلاح و فلاح کے لیے بہارِ شریعت کو نہایت اہم خیال فرماتے تھے اور متعلقین و متوسلین کو اس کے درس کا حکم دیتے تھے۔ چنانچہ آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد 1343ھ / 1925ء میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ابتداء میں بچوں کو اسلامی قاعدہ (مصنفہ مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی) یا کوئی اور قاعدہ جو انجمن اہل سنت یا مدرسہ التبلیغ نے منظور کیا ہو شروع کیا جائے۔ قرآن پاک کی تعلیم لازمی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دینیات کے لیے بہارِ شریعت پڑھائی جائے" مزید فرماتے ہیں:

”بوزھے جوان‘ کاشتکار‘ مزدور‘ محنتی مزدور لوگ جو پڑھنے کا وقت نہیں پاتے انہیں روزانہ ایک وقت مقرر کر کے بہار شریعت کے مسئلے سمجھا کر سنائے جائیں اور کوشش کی جائے کہ اس پر عمل بھی کریں“

یقیناً بہار شریعت سے استفادہ کا حق یونہی ادا ہو سکتا ہے کہ اسے خود پڑھیں‘ احباب کو پڑھائیں‘ قریبی مساجد یا اہم پبلک مقامات پر اس کا روزانہ یا ہفتہ وار درس جاری کریں۔ مولیٰ تعالیٰ اس کا رخیہ کی سب مسلمانوں کو توفیق دے اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

2. فتاویٰ امجدیہ

چار جلدوں پر مشتمل یہ کتاب حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ اکثر فتاویٰ اردو میں ہیں جبکہ بعض فتاویٰ عربی اور فارسی میں بھی ہیں۔ یاد رہے کہ یہ حضرت صدر الشریعہ کے تمام فتاویٰ کا مجموعہ نہیں بلکہ صرف ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ نے تحریر فرمائے۔ چنانچہ شہزادہ صدر الشریعہ مولانا ضیاء المصطفیٰ مصباحی لکھتے ہیں: حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کے فتاویٰ کی صحیح تعداد کیا ہے؟ کسی کو نہیں معلوم زیادہ تر آپ کی فرصت کے اوقات بھی سوال و جواب اور دینی تربیت ہی میں صرف ہوتے روزانہ زبانی طور پر پچاسوں مسائل آپ سے عوام و خواص معلوم کرتے تھے لیکن کسی نے ان کو قلمبند کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی ورنہ ہمارے پاس دینی معلومات کا ایک شاندار ذخیرہ ہوتا۔

تحریری فتاویٰ کا حال بھی تقریباً ایسا ہی ہے کیونکہ ہمارے پاس آپ کے فتاویٰ کی جو نقول ہیں وہ 7 ربیع الاول 1340ھ سے شروع ہوتی ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے دور میں آپ نے منصب افتاء پر جو کچھ کارنامے انجام دیئے ان کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں رکھا گیا۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران جب کاغذ ناپید ہو رہا تھا اس دور میں بھی کاغذ نہ ہونے کی بناء پر بیشتر فتاویٰ کی نقول تیار نہ ہو سکیں۔ یعنی ہمارے پاس فتاویٰ امجدیہ کی جو نقول ہیں انہیں حضرت

(۱) محمد جلال الدین قادری مولانا خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص 148

صدر الشریعہ کے تمام فتاویٰ کا مجموعہ نہیں قرار دیا جاسکتا لیکن جو ہے وہ بھی ایک عظیم فقہی سرمایہ ہے (۱)۔

اس دور کے رسائل و جرائد میں بھی حضرت صدر الشریعہ کے بعض فتاویٰ شائع ہوتے رہے چنانچہ بدبہ سکندری رام پور کے درج ذیل شماروں میں آپ کے چند محققانہ فتاویٰ شائع ہوئے۔

24 ربیع النور 1367ھ / 6 فروری 1948ء ص 1

5 ربیع الاخر 1367ھ / 17 فروری 1948ء ص 2

5 جمادی الاولیٰ 1367ھ / 17 مارچ 1948ء ص 1

17 جمادی الاولیٰ 1367ھ / 29 مارچ 1948ء ص 2

19 جمادی الاخریٰ 1367ھ / 30 اپریل 1948ء ص 1

3 رجب المرجب 1367ھ / 12 مئی 1948ء ص 1

29 رمضان المبارک 1367ھ / 6 اگست 1948ء ص 2 (2)

مرجع علماء

جب ہم حضرت صدر الشریعہ سے فتویٰ پوچھنے والوں کی فہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو بڑے بڑے علماء بھی مستفتیوں کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علیت، نقاہت اور مرکزیت کا منہ بولا ثبوت ہے۔ حضرت کی انہی صلاحیتوں کے باعث اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے آپ کو ہندوستان بھر کے لیے قاضی شرع مقرر کیا تھا۔ نیز اس میں یہ بھی اشارہ پنہاں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے بعد قضاء و افتاء کے امام حضرت صدر الشریعہ ہیں۔ اسی بناء پر بدصغیر پاک و ہند کے علمائے کرام مشکل مسائل میں آپ ہی کی جانب رجوع کرتے تھے۔ حیدرآباد دکن کے مولانا اسرار الرحمن صاحب نے 18 رجب 1367ھ چند مسائل کے حل کے لیے آپ کی خدمت میں استفتاء بھیجا، استفتاء کے شروع میں وہ لکھتے ہیں: ”یہ مسائل ایسے ہیں کہ ہر ایک شخص سے تشفی بخش جواب ملنا دشوار ہے۔ خوب غور کے بعد دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بطفیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو اس لائق کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و ایمان و فیضان میں برکت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو آپ کے فیض سے متمتع کرے

(۱) ضیاء المصطفیٰ مصباحی مقدمہ فتاویٰ امجدیہ، ج اول ص ۱۰

(۲) اہل اللہ دین قادری مولانا محمد علی اعظم پاکستان ص 134-135

آمین ثم آمین۔“

اسی طرح حضرت مولانا ضیاء الدین پبلی بھیتی علیہ الرحمۃ نے مال وقف سے متعلق ایک استفتاء حضرت صدر الشریعہ کے پاس بھیجا۔ جواب کے تقاضے کے لیے یہ خط تحریر کیا:

”جامع بر علم فن، مفتی اعظم اہل سنن، حاجی شرور و فتن، حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب لازالت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بے شک کاراہم تدریس و تعلیم سے فرصت دم زدن نہ ہوگی اور اس کی کمال مشغولی کسی اور کام کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی ہوگی، مگر اس پچھداں نے نہایت مجبوری کی حالت میں تکلیف دی ہے۔ میں سعی کر کے تھک گیا مگر کوئی جزئیہ نہ ملا پھر خیال کیا کہ ہمارے علمائے کرام میں ایسی کون ذات ہے کہ جس کی تحریر سے میرے قلب کی تسکین ہو بجز آپ کی ذات گرامی کے کوئی دوسری ذات ذہن میں نہ آئی۔ یہ وجہ تکلیف دینے کی ہوئی۔ اگرچہ آں مکرم کی جانب سے اس قدر تاخیر ہوئی اور ہو رہی ہے جس کی وجہ سے وقف نامہ کہ اشد ضروری ہے معرض التواء میں ہے۔ مگر اس شدید ضرورت پر آپ کا جواب اشد سمجھا گیا۔ شاید ہی کوئی روز ایسا گذرتا ہو کہ ڈاک کے وقت آپ کے جواب کا انتظار نہ کیا جاتا ہو۔ یہ احقر نہایت عاجزی سے عرض گزار ہے کہ زبردستی وقت نکال کر جواب مرحمت فرمائیے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو ضرور کوئی جزئیہ مل جائے گا۔ اگر خدا نخواستہ کئی جزئیہ نہ ملا تو آپ کا علم اس پایہ کا ہے کہ کسی کلیہ کے تحت داخل کر کے (مثلاً الضرورات تبیح المحظورات) حکم تحریر فرمادیں۔ چونکہ کسی وقت میں شے موقوف اضاعت کا ظن غالب ہے لہذا ضرور فقہ میں کوئی صورت ایسی ہوگی جو اضاعت سے بچائے اور باجود ورق گردانی کے کتاب الوقف کی وہ صورت مجھے نہ سوجھی پس آپ کی طرف رجوع کی ضرورت پیش آئی۔ مگر ما! بہت دن ہو گئے جلد توجہ فرمائیے خدا نخواستہ ایسا نہ ہو کہ تا تو بمن میری من بخدا می رسم۔“

امام النحو علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کو جب بھی کسی مسئلہ میں دشواری ہوتی آپ کی طرف رجوع فرماتے۔ ایک بار چند انجیل مسائل کا حل دریافت کیا اور عریضہ کے آخر میں تحریر فرمایا ”بار بار عریضہ حاضر کرنا ممکن ہے کہ بار خاطر ہو لیکن اگر حضور کی خدمت میں اپنی حاجات

پیش نہ کی جائیں تو پھر کس کے دروازہ پر جائیں۔“

تیرے نکلے سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال

جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

ماہر معقولات خیر الاذکیاء مولانا غلام یزدانی گھوسوی علیہ الرحمۃ کا بھی یہی حال تھا جب انہیں کسی مسئلہ میں الجھن ہوتی تو آپ کی طرف رجوع کرتے چنانچہ انہوں نے ”باب نکاح“ سے متعلق دو پیچیدہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کے پاس بھیجے صدر الشریعہ نے تشفی بخش جواب عنایت فرمایا۔ جواب کی وصولیابی کے بعد خیر الاذکیاء نے یہ عریضہ لکھا:

”مخدومنا المکرم‘ واستاذنا المعظم ذوالکرم زاد لطفک وفضلک

الحکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کرم نامہ صادر ہوا بعد مطالعہ

کاشف اسرار ہوا۔ حضور نے ہر دو مسئلہ کا نہایت وضاحت سے جواب تحریر فرمایا فقیر کو

بخوبی سمجھ میں آ گیا۔“ شیر پشہ اہل سنت علامہ حشمت علی پوری بھٹی حضور محدث اعظم

ہند کچھوچھوی حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی سراج العلماء مولانا سراج

احمد صاحب مکھنپوری علیہم الرحمۃ وغیرہ نے بھی فتاویٰ حاصل کئے۔

شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم بھی آپ کی فقہی مطومات پر بھرپور اہتمام فرماتے تھے

جس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعے سے ہوگا۔

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز جب اپنے آخری سفر حج کو روانہ ہوئے تو شاہ گنج شیش سے بخار ہو گیا اور بریلی شریف پہنچتے پہنچتے بخار نے اتنی شدت پکڑ لی کہ کڑے بوشی کا سا عالم ہوتا اس وقت بریلی میں مولانا مفتی مجیب الاسلام صاحب اوروی خدمات و عیادت میں مصروف تھے۔ ان کا بیان ہے کہ انہیں ایام میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چند مسائل پیش کئے گئے۔ مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ ابھی جواب مستحضر نہیں ہے اور سفر حج کی تیاری کی وجہ سے کتاب دیکھنے کی بھی فرصت نہیں۔ یہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کے سامنے پیش کرو۔ وہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کو سنائے گئے۔ آپ نے اسی شدت مرض کے عالم میں بستر پر لیٹے لیٹے تمام سوالات حل فرمادئے۔ فقہ میں آپ کی اسی مہارت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”آپ کو فقہ کے جمیع ابواب کے تمام جزئیات ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ مستحضر تھے (1)۔“

(1) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا سراج صدر الشریعہ ص 36 39

اعلیٰ حضرت کی روحانی توجہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے انتقال کے بعد صدر الشریعہ کو بڑی فکر دامن گیر ہوئی کہ اب فتاویٰ کی قطعی صحت اور اصلاح کا کام کون کرے گا چنانچہ اسی فکر میں آپ سو گئے اور خواب میں اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی، اعلیٰ حضرت نے صدر الشریعہ کے ہاتھوں میں فتاویٰ دیتے ہوئے فرمایا ”ہم اسی طرح آتے رہیں گے“۔ اس خواب کے تذکرہ کے بعد صدر الشریعہ نے بریلی شریف کے عرس کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”مجھے یقین ہوا کہ میرے فتاویٰ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی باطنی نظر برابر رہے گی اور جب بھی میں نے کوئی فتویٰ ترتیب دیا تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا خاص کرم شامل حال رہا تو یقین ہے کہ میرا کوئی فتویٰ غلط نہیں بلکہ ہر فتویٰ شریعت کے عین مطابق ہے (۱)۔ مولانا ضیاء المصطفیٰ مصباحی نے درست فرمایا ”ندرت استدلال و حسن استنباط دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ فتاویٰ امجدیہ یقیناً فتاویٰ رضویہ کا ایک تتمہ ہے (۲)۔

ڈیڑھ ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل یہ فتاویٰ جو آیات قرآنیہ احادیث کریمہ، فقہی جزئیات اور نظائر و شواہد سے بھرپور ہے، کراچی سے مکتبہ رضویہ نے شائع کر دیا ہے۔ اہل علم زیارت کر کے ایمان کو تازگی بخشیں۔

3. حاشیہ طحاوی شریف

طحاوی شریف دراصل امام ابو جعفر طحاوی کی معرکہ لاءِ آراء تصنیف شرح معانی الآثار کا دوسرا نام ہے۔ امام طحاوی 237ھ میں پیدا ہوئے، ثقہ، مثبت، فقیہ، عاقل تھے اپنا مثل پیچھے نہیں چھوڑ گئے (۳) آپ کے تعارف میں علامہ عبدالعزیز فرہاروی رقم طراز ہیں:

”حضرت امام طحاوی مذہب حنفی کے عظیم مجتہدوں سے ہو گئے۔ ہمیں ائمہ ثلاثہ امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد کے بعد احناف میں امام طحاوی اور امام ابن الہمام جیسے نہیں ملتے کیونکہ ان دونوں نے علم حدیث کا احاطہ کر لیا۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی نے امام طحاوی کی اس عظیم الشان کی کتاب پر حاشیہ کیوں اور کیسے تحریر کیا؟ اس سوال کا جواب آپ کے شاگرد علامہ مبین الدین محدث امر دھوی یوں دیتے

(۱) ایضاً ص 49

(۲) ضیاء المصطفیٰ مصباحی، مولانا مقدمہ فتاویٰ امجدیہ، ج اول ص ۱

(۳) غلام علی اوکاڑوی، مولانا مجموعہ رسائل اشرفیہ، ص 267

ہیں۔ ”شوال 61ھ میں دادوں مدرسہ حافظیہ سعید یہ میں حضرت نے دورہ (حدیث) شروع کر دیا۔ اس میں 5 معلم شریک تھے۔ اکثر اوقات حضرت اقدس کی جامعیت و کمالات کا ذکر ہوتا رہتا۔ ایک دن اثنائے گفتگو میں یہ بات نکلی کہ کلام پاک کا ترجمہ کنز الایمان لوگوں نے اصرار کر کے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے لکھوایا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ املا کراتے اور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ لکھتے جاتے۔ اس طرح وہ دولت امت کو ملی اس پر خیال ہوا کہ ہم لوگ اپنے حضرت سے کچھ لکھوائیں۔ مناسب وقت کے ہم لوگ منتظر رہے۔ آخر ایک دن موقع پا کر عرض کیا کہ حضور درسی تین کتابیں بالکل معریٰ ہیں۔ پڑھنے پڑھانے میں سخت دشواری ہوتی ہے۔ شرح ہدایۃ الحکمة للخیر آبادی، مدارک التنزیل، طحاوی شریف، یہ تینوں کتابیں اس مدرسہ کے مجوزہ نصاب میں داخل تھیں۔ ان کی شرح تحریر فرمادی جائے۔ اس وقت منظوری کا پروانہ ملتوی رہا۔ پھر دوبارہ بارہ عرض کرنے پر فرمایا کہ اچھا کریں تو کوئی دینی خدمت کریں۔ طحاوی شریف منتخب فرمائی اور اس کے تحشیہ کی تیاری شروع کر دی کچھ کتابیں حضرت کی دادوں میں موجود تھیں۔ ضرورت کی بعض کتب، کتب خانہ حبیبیہ، حبیب تنج علی گڑھ سے مستعار حاصل کیں، کچھ کتابیں بریلی جا کر ساتھ لائے، کچھ کتابیں خرید فرمائیں۔

جو کتابیں تحشیہ کے لیے جمع فرمائیں ان کی تعداد بہت زائد تھی چند کے نام یہ ہیں: صحاح ستہ، سنن الکبریٰ للبیہقی، مستدرک للحاکم، موطا امام محمد، دارقطنی، کتاب الآثار، کتاب الخراج، موطا امام مالک، مشکل الآثار، فتح الباری، دارمی، عمدۃ القاری، ارشاد الساری، مرقاة المفاتیح، شرح مشکوٰۃ للطیبی، اشعة اللمعات، بذل الجهود، تقریب، تہذیب التہذیب، الاستیعاب، تذکرۃ الحفاظ، الاکمال، صفة الصفوة لابن جوزی، ہدایہ، کفایہ، عنایہ، فتح القدیر، بدائع، صنائع، سعایہ، حاشیہ شرح الوفاہ، بحر الرائق، شامی، جد الممتار، فتاویٰ رضویہ، مرقاۃ الفلاح، القاموس، صراح، مختار الصحاح، المنجد، منتهی الارب، ان کے علاوہ اور بہت ذخیرہ تھا۔

تحشیہ کا کام محرم سے شروع ہو کر شعبان تک چند مہینہ ہوا۔ اس کام کے لیے عشاء کے بعد 2 گھنٹے مقرر تھے اور جمعہ کو صبح سے گیارہ تک یا درمیان سال کی تعطیلات میں یہ کام انجام پاتا۔ اس مختصر مدت میں باریک قلم سے کچھ کم پانچ سو صفحات لکھے گئے۔ مشیت الہی کہ پھر وہ کام ملتوی ہو

گیا۔ اب تک نہ مکمل ہو سکا نہ اتنا ہی شائع ہو سکا (۱)۔

حاشیہ کی خوبیاں

حاشیہ کی چند خوبیاں درج ذیل ہیں:

- (۱) ہر باب کے عنوان کی وضاحت۔ (۲) طحاوی شریف میں مذکورہ احادیث کے رواۃ کے حالات کا بیان۔ (۳) امام طحاوی کی بیان کردہ احادیث کی تقویت و تائید کے لیے دوسرے محدثین کی تخریج کا بیان۔ (۴) کسی مضمون کی حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہونے کی صورت میں کتاب کے حوالے کے ساتھ ساتھ سلسلہ سند کا تفصیلی بیان۔ (۵) الفاظ حدیث کی توضیح و تشریح۔ (۶) حدیث سے مستنبط احکام و نکات و اشارات کا ذکر۔ (۷) صحابہ یا تابعین یا ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف مسائل کی صورت میں امام طحاوی کے اشارے کی تصریح۔ (۸) احادیث متعارضہ کا تعارض دفع کرنے کی صورتوں کی تعیین۔ (۹) روایت کے ساتھ ساتھ درایت اور قیاس شرعی سے مسئلہ دائرہ کی تحقیق۔ (۱۰) امثال و نظائر سے مسئلہ کی توضیح۔ (۱۱) مخالفین کے اعتراض و استدلال کا ذکر پھر دلائل کی روشنی میں اعتراض کا دفعیہ اور استدلال کی تردید۔ (۱۲) توضیح و تنقیح اور بحث میں طویل گفتگو سے گریز۔ (۱۳) حدیث سے مسلک احناف کی تائید اور اپنی ذاتی تحقیق کا بیان۔ (۱۴) راویان حدیث کی عدالت اور عدل و ضبط سے متعلق ناقدین حدیث کے اقوال کا ذکر (۲)۔

اس کے علاوہ تحریر میں اختصار و جامعیت آپ کا طرہ امتیاز ہے۔ چنانچہ مولانا مبین الدین محدث امرہوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ یہ ہوا کہ باب الکسوف کا حاشیہ لکھا جا رہا تھا۔ کسوف کی لفظی، فقہی تحقیق ہو رہی تھی اور کسوف کے اسباب پر گفتگو تھی۔ حضرت نے حسب عادت جامع بیان میں لفظی و معنوی تحقیق لکھا دی۔ ہم لوگوں کی یہ خواہش رہتی تھی کہ ہر موقع پر خوب پھیلاؤ ہونا چاہئے اس بناء پر ہم نے کسی کتاب کا مزید بیان ملاحظہ کے لیے پیش کیا دیکھ کر فرمایا یہ سب کچھ بیان سابق میں آچکا زائد کی ضرورت نہیں۔ کسوف کے اسباب پر گفتگو ہو رہی تھی حضرت نے یہاں بھی وہی انداز اختیار فرمایا کہ جامع واضح الفاظ میں اس کا سبب ظاہر کر دیا۔ بعض شارحین حدیث نے اسباب کسوف پر خوب تفصیلی بحث کی تھی نہایت بسط سے اسباب بتائے تھے۔ ہم نے

(۱) مبین الدین محدث امرہوی مولانا ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر ص 202-204

(۲) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا سوانح صدر الشریعہ، ص 70

پورا مضمون درج حاشیہ کروانا چاہا مگر حضرت اقدس نے یک نظر دیکھ کر رد فرما دیا۔ پھر ہم کو مطمئن کرنے کے لیے رطب و یابس کو چھانٹ کر رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ سب سطحی باتیں ہیں اصل سبب وہ ہے جو میں نے لکھ دیا۔ وہ بہت قوی ہے۔ پھر فرمایا کہ آدمی سو نہ کہے۔ ایک کہنے ڈھنگ کی کہے (۱)۔

یہ کتاب علم حدیث میں ایک بڑا علمی شاہکار اور حضرت صدر الشریعہ کی حدیث دانی پر شاہد عادل ہے۔ آپ ہجوم حوادث کی بناء پر اسے پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے اور وصیت فرمادی کہ تلامذہ میں سے کوئی صاحب کمال کر دیں۔ بفضلہ تعالیٰ شاہزادہ صدر الشریعہ علامہ ضیا المصطفیٰ مصباحی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور اس حاشیہ کو مکمل کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ جلد از جلد یہ حاشیہ مکمل ہو کر شائع ہوتا کہ اہل علم اس عظیم علمی ودینی خزانے کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سکیں۔

4. التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل

یہ رسالہ قنوت نازلہ کے تعلق سے ایک استفتاء کا تفصیلی جواب ہے اس میں قنوت نازلہ سے متعلق احادیث کریمہ اور اقوال فقہاء کی ایسی تحقیق و تنقیح کی گئی ہے کہ اور ایسے قوی دلائل سے حنفی مذہب کو ثابت کیا گیا ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد آپ کے ذہن و علم، فہم و دانش، حدیث دانی اور فقہی بصیرت کا پہلو نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ اس رسالے کے اختتام پر خود مصنف علیہ الرحمۃ کا مندرجہ ذیل ارشاد رسالے کی اہمیت واضح کرتا ہے:

بخدمہ تعالیٰ قنوت نازلہ کا یہ مسئلہ اور اس سے پہلے قنوت نازلہ قبل رکوع ہونے کا مسئلہ یہ دونوں مل کر ایک رسالے کی قدر ہو گئے۔ اس کا نام التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل رکھا گیا ہے۔ فقیر اس قابل نہیں ہے کہ وہ محقق اور مدلل فتاویٰ تحریر کر سکے مگر محض اللہ عزوجل کا فضل و کرم تھا جو ایسا فتویٰ ایسی حالت میں اس نے تحریر کرادیا۔“

قنوت نازلہ کا مسئلہ حنفیہ و شافعیہ کے درمیان متنازع فیہ ہے۔ خود حنفیہ کے درمیان بعض جزوی امور میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اس حیثیت سے یہ مسئلہ بڑا اہم اور پیچیدہ ہے خصوصاً جب کہ متون و شروح میں اختلافات موجود ہوں ایسی صورت میں راجح مختار اور مفتی بہ قول کو ٹھوس دلائل سے ثابت کرنے کے لیے فقہ میں جس رسوخ و تبحوہ اور کمال استحضار کی ضرورت ہے وہ کچھ اہل علم خصوصاً ارباب افتاء ہی سمجھ سکتے ہیں جن کی فکر و نظر کا دائرہ حدیث کے رموز و اسرار اور فقہ کے اصول و جزئیات پر وسیع سے وسیع تر ہو (۲)۔

(۱) بین الدین محدث امر دہلوی مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص 282

(۲) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا سوانح صدر الشریعہ، ص 51

قنوت نازلہ ایک مخصوص دعا ہے جو مسلمانوں پر کسی عظیم حادثے کے وقت نماز فجر میں پڑھی جاتی ہے۔ حضرت صدر الشریعہ نے بڑی محنت سے یہ ثابت کیا ہے کہ قنوت نازلہ ہو یا قنوت وتر دونوں کا وقت قبل رکوع یعنی قیام میں ہے۔ جو حضرات تفصیل چاہیں وہ اصل رسالہ کی جانب رجوع فرمائیں۔

5. قَامِعُ الْوَاهِيَاتِ مِنْ جَامِعِ الْجَزِيَّاتِ

1913ء میں مچھلی بازار کانپور کی مسجد کا ایک حصہ مسجد کے پاس سے سڑک نکالتے وقت جب حکومت نے سڑک میں دبا لیا تو اس پر مسلمانوں کی طرف سے سخت احتجاج ہوا حتیٰ کہ گولی چلی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے آخر کار 16 اگست 1913ء کو مسلمان معززین کا ایک وفد جس میں علامہ عبدالباری فرنگی محلی راجہ صاحب محبوب آباد اور سر رضا علی وغیرہ شامل تھے 'لیفٹیننٹ گورنر سے ملا..... اور پھر 14 اکتوبر 1913ء کو ان حضرات نے مسلمان قوم کی طرف سے وائسرائے ہند سے چند شرائط پر صلح کر لی جن میں ایک شرط یہ تھی:

”چونکہ مسجد کی سطح زمین سے کئی فٹ بلند ہے اس لئے جس جگہ غسل خانے واقع تھے وہ بدستور تعمیر کر لیے جائیں لیکن نیچے کی زمین پر فٹ پاتھ بنا دیا جائے گا تا کہ راہ رواں پر سے گذر سکیں (۱)۔“

اس معاہدے کے سلسلے میں جب مولوی محمد سلامت اللہ صاحب (نائب منصرم مجلس مؤید الاسلام) نے 30 ذی قعدہ 1331ھ / 1913ء کو فرنگی محل (لکھنؤ) سے ایک استفتاء بھیجا۔ جس کے جواب میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک مستقل رسالہ ”ابانۃ التواری فی مصالحہ عبدالباری“ تحریر فرمایا جس میں اس مصالحانہ طرز عمل پر کڑی تنقید کی اور پرزور دلائل سے ثابت کیا کہ وقف قابل انتقال نہیں ہوتا۔ مولانا عبدالباری صاحب لکھنؤی نے اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے ایک چھ درتی عربی کتابچہ تحریر کیا۔ جس میں بزعم خویش موصوف نے چند فقہی جزئیات سے اپنے دعویٰ کی تائید پیش کی۔ اس کے رد میں حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ نے پچپن صفحات پر مشتمل ایک عربی رسالہ ”قَامِعُ الْوَاهِيَاتِ مِنْ جَامِعِ الْجَزِيَّاتِ“ تحریر فرمایا اور یہ ثابت فرما دیا کہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مچھلی بازار کانپور کی مسجد کے تعلق سے جو فیصلہ کیا ہے وہ خلاف شرع ہے۔

(۱) محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر گناہ بے گناہی، ص 31

مولانا لکھنوی صاحب نے اپنے کتابچہ میں چند جزئیات سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی تھی مگر ان کی یہ کوشش بار آور نہ ہوئی چنانچہ ابانہ التواری اور قامع الواہیات کو دیکھنے کے بعد انہیں اس مسئلہ سے رجوع کرنا پڑا۔ عربی کتابچہ کا قامع الواہیات میں جو رد بلوغ کیا گیا ہے وہ علمی ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ یہ رسالہ جہاں حضرت ممدوح کے فقہی تبحر کا آئینہ دار ہے وہیں عربی ادب پر آپ کی بے پناہ مہارت و مہارت پر شاہد عادل بھی ہے۔ نمونہ کے طور پر ذیل میں چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

مولانا لکھنوی صاحب نے مسجد کی زمین پر گذرگاہ بنانے کے جواز پر ایک دلیل یہ دی تھی کہ فقہاء نے اس سلسلہ میں جواز و عدم جواز کا کوئی فیصلہ نہیں فرمایا ہے بلکہ یہ حکم مسکوت عنہ ہے۔ لہذا جائز چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

قد علم ان قولهم المسجد مسجد الى السماء والى تحت

الارض ان لم يجعل تحته او فوقه شي آخر اما جعل

الممر تحته فانه مسكوت عنه في هذا المحل

فقہاء کا یہ کہنا کہ مسجد آسمان اور تحت ارضی تک مسجد ہوتی ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ

اس کے نیچے یا اس کے اوپر کوئی دوسری چیز نہ بنائی گئی ہو، ہاں مسجد کے نیچے گذرگاہ بنانا تو یہ حکم مسکوت عنہ ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے اس استدلال کی دجیاں اڑادی ہیں اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ مسجد کی زمین میں گذرگاہ بنانے کو مسکوت عنہ کہنا فقہائے اسلام کے ارشادات سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

تقدم مراراً وقد اعترف به ايضاً ان كل هذا قبل تمام

المسجدية لان المسجد انما يصير مسجد بجعله فاذا بنى

فوقه او تحته بيتا اور سرواً بالمصالحة لم يجعل هذا القدر

مسجداً فكان منعا لا نزاعاً و دفعاً لا رفعاً بخلاف ما اذا

تمت المسجدية ولم يجعل تحته ولا فوقه شيئاً فقد صار

مسجد فی جانبہ الی منقطع الجہتین باقرارک ایضاً
فکیف یحل الآن النزع والرفع والاخراج والقطع و
کلامک فی هذا اذا هو فی الاستبدال وهو فعلتک فی
کانفور فما تغنی الحیل

بار بار گزر چکا ہے اور موصوف کو بھی اعتراف ہے کہ یہ صورت تمام مسجدیت سے پہلے
کی ہے اس لئے کہ جب مسجد کو مسجد کر دیا جائے وہ حقیقتاً مسجد ہو جاتی ہے تو جب اس
کے اوپر یا نیچے کوئی گھر بنایا جائے یا مصالح عامہ کے لیے سرائے بنایا جائے تو اتنی جگہ کو
مسجد نہیں قرار دیں گے تو یہ مسجدیت سے خارج ہوئی نہ کہ مسجد کو مسجدیت سے ختم
کرنا ہوا، بخلاف اس صورت کے جب کہ مسجدیت تام ہو جائے اور اس کے اوپر یا
نیچے کوئی چیز نہ بنائی جائے تو دونوں جہتوں کے ختم تک دونوں جانب مسجد ہوگی، خود
آپ کے اقرار سے بھی تو پھر تمام مسجدیت کے بعد مسجد کے حصہ کو ڈھانا اور مسجدیت
سے خارج کرنا کیونکہ جائز ہوگا اور آپ کی گفتگو اسی شق پر ہے۔ اس لیے کہ یہ تو مسجد کو
بدلنا ہوگا جیسا کہ آپ نے مسجد کانپور میں کیا ہے تو پھر حیلہ و بہانہ کیا کارآمد ہوگا۔

حضرت ممدوح نے مزید رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ مسجد کی اندرونی جگہ نہ بھی ہو
بلکہ مصالح مسجد کے لیے ہو جب بھی اسے عام سڑک بنانا جائز نہیں کہ مصالح مسجد تو تابع مسجد ہیں۔
اور توابع مسجد کے لیے مسجد ہی کا حکم ہوتا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

مصالح المسجد توابع المسجد و تابع الشی لہ حکم
الشی تقول ما فی الدار غیر الامیر ومعہ خدمہ اما سمعت
ما تقدم عن الكتب الكثيرة نقلته ایضاً ان الفناء تبع
للمسجد لیكون حکمہ حکم المسجد

مسجد کے مصالح، مسجد کے تابع ہوتے ہیں اور جو حکم شے کا ہوتا ہے وہی حکم شے کے
تابع کا ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ امیر کے علاوہ گھر میں کوئی نہیں ہے حالانکہ اس
کے خادم اس کے ساتھ ہوتے ہیں کیا آپ نے نہیں سنا۔ جو فقہی عبارتیں اس سے
پہلے گذریں کہ فناء مسجد، مسجد کے تابع ہوتا ہے تو اس کا حکم مسجد ہی کا ہے۔

(2) مولانا لکھنوی نے ابو خطاب کے حوالہ سے ایک جزئیہ پیش کر کے انہدام مسجد کانپور کے جواز پر اس طرح دلیل دی تھی:

قال ابو الخطاب سئل ابو عبد الله يحول المسجد قال اذا
كان ضيقاً لا يسع اهله فلا بأس ان يحوله الى موضع اوسع
منه

ابو خطاب نے کہا کہ ابو عبد اللہ سے تحویل مسجد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب مسجد تنگ ہو اور نمازی اس میں نہ سائیں تو دوسری وسیع زمین میں منتقل کرنے میں حرج نہیں۔

مذکورہ بالا استدلال پر حضرت صدر الشریعہ نے جو فقہی و منطقی گرفت فرمائی ہے وہ کچھ اس طرح ہے:

هذا في الجامع فانه الذي يضيق عادة بجمعة الجماعات
لا سيما عند اتحاد الجمعة كما كان في زمنهم فليس فيه الا
تحويل الوصف ولو جاز ابطال المسجدية لاجل الضيق لما
حل اخذ ارض بكرة للتوسيع وقد فعله الصحابة رضي الله
تعالى عنهم ولعمري ما ابطال المسجد للضيق الا قتل
مسلم لمرضه

مذکورہ بالا (تحویل مسجد کا) قول جامع مسجد سے متعلق ہے کیونکہ جامع مسجد ہی وہ ہے جس میں مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اکٹھا ہو جاتی ہیں۔ اس لیے دو عبادت گاہ ہو جاتی ہے۔ بالخصوص جبکہ نماز جمعہ ایک ہی جگہ ہوتی ہو جیسا کہ ان حضرات کے زمانہ میں تھا تو اس میں محض مسجد کے وصف کو بدلنا ہے (نہ کہ مسجد کی مسجدیت کو) اگر تنگی کی وجہ سے مسجد کی مسجدیت کو باطل کرنا جائز ہوتا تو پھر توسیع مسجد کے لیے پاس والی زمین کو جبراً لینا کیونکر جائز ہوگا۔ حالانکہ صحابہ کرام نے ایسا کیا ہے۔ تنگی کی وجہ سے مسجدیت کو ختم کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی مسلمان کو بیماری کی وجہ سے قتل کر دینا۔

پھر آپ نے معارضہ کے طور پر جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بتائیے مسجد اگر تنگ ہو

جائے تو وہ مسجد ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو یہ تنگ چیز آخر کیا ہے؟ اور کیا دنیا کے کسی بھی عالم نے مسجد کو تنگی کی بناء پر مسجدیت سے خارج کیا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مسجد نبوی شریف تنگ تھی امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی توسیع کی تو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”رحم اللہ عثمان زاد فی مسجد ناحتی وسعنا“ اللہ عزوجل عثمان پر رحم فرمائے کہ انہوں نے ہماری مسجد میں اضافہ کر کے ہمارے لیے وسعت پیدا کر دی۔“

اگر مسجد تنگ ہونے کے باوجود مسجد ہے تو پھر اس کی مسجدیت سے باطل کرنا کیونکر جائز ہو گا؟ کیا مسجد کو باطل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی اس وعید سے نجات پاسکتا ہے وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا۔ ”اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجد میں نام خدا لئے جانے سے روکے اور اس کی ویرانی میں کوشش کرے“ (1)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی فقہی بصیرت کے چند شواہد بطور ”مثتے نمونہ از خردارے“ ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ اگر ان کے اس رسالہ سے اس قسم کے افادات یکجا کی جائیں اور تبصرہ کیا جائے تو ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے پھر بھی یہ چند اقتباسات موصوف کی علمی و فقہی بصیرت کو اجاگر کرنے کے لیے اور رسالہ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔

6. اتمام حجت تامہ

یہ کتابچہ جو ستر سوالات پر مشتمل ہے، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی دینیات کے ساتھ ساتھ سیاسیات پر مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس دور کے سیاسی حالات مختصر ایش کر دوں جو اس کتابچہ کی تحریر کا باعث بنے:

پہلی جنگ عظیم میں برطانیہ اور اس کے ہمنواؤں کے جلو میں تقریباً دو لاکھ (مسلم، ہندو) ہندوستانی فوجی شریک ہوئے کیونکہ برطانیہ نے دوران جنگ غیر منقسم ہندوستان کو با اختیار حکومت دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن انگریزوں نے وعدہ وفا کرنا کب سیکھا تھا؟ اس لئے یہ خواب خواب ہی رہا۔ ہندوؤں کے انتقامی جذبات بھڑک اٹھے وہ انہیں اس بد عہدی کا سبق سکھانا چاہتے تھے 1918ء میں جنگ عظیم کے اختتام پر جرمنی ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا اور اس کی پشت پناہی کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ بکھر کر رہ گئی۔ یہ زوال آشنا سلطنت ہندوؤں کے لیے سیاسی مہرہ کا کام کر گئی۔ اسے خلافت شریعہ قرار دے کر مسلمانوں کے جذبات کو ہوا دی گئی۔ بس پھر کیا تھا جذبات کا

(1) اہل تشیع کے مطابق یہ بیان صحیح ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے صفحہ 68)



ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ جذبوں کی یہ سلگتی چنگاریاں لمحوں میں بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل ہو گئیں۔ پورا متحدہ ہندوستان اس کی لپیٹ میں آچکا تھا اور ہوش و خرد سے بے گانہ ہو کر پوری قوم اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ چند حساس دل قوم کی اس حال زار پر تڑپ اٹھے..... مگر کیا کہتے؟ اور کس سے کہتے؟ جذبوں کا یہ طوفان کچھ کہنے نہیں دے رہا تھا۔

ابھی یہ طوفان تھمنے بھی نہ پایا تھا کہ 1920ء میں مسٹر گاندھی کے اشارے پر تحریک ترک موالات شروع کی گئی۔ اس تحریک کے طوفان بے تمیزی میں ملی تشخص اور اسلامی امتیاز سب کچھ ختم ہو چلا تھا..... اور ستم یہ کہ اس تحریک کی قیادت علمائے اسلام کر رہے تھے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، ابوالکلام آزاد، مسٹر گاندھی کے پر جوش حامیوں میں سے تھے۔ جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تب اکابرین اسلام اٹھ کھڑے ہوئے اور شعائر اسلام کے تحفظ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ طعنے سبے گالیاں سنیں لیکن اسلامی ثقافت کی پامالی ان سے نہ دیکھی گئی اور پھر کیا ہوا؟ حق کا جگمگاتا، چمکتا دمکتا پر نور چہرہ آفتاب نصف النہار کی طرح آنکھیں خیرہ کرنا نکلا اور ایک عالم نے دیکھ لیا کہ حق یہ ہے اور باطل وہ تھا۔ (دوامِ اہمیش ص 34)

اب ذرا ان فتنہ سامانوں کی قدرے تفصیل سنتے چلے جن سے اسلامی قدریں پامال ہو رہی تھیں اور دینی وقار گاندھی گردی کی نظر کیا جا رہا تھا اس وقت ہندوستانی فضا میں اس قسم کے آوازے بلند ہو رہے تھے:

- (1) ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے، خدا کی رسی مضبوطی سے پکڑنے سے چاہے دین ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے مگر ہم کو دنیا ضرور ملے گی۔ (مولانا شوکت علی)
- (2) اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے۔ (ظفر الملک)
- (3) خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک کے لیڈر (گاندھی) ہماری خاک کو پاک کرنے آرہے ہیں۔
- (4) چل خیر قوم حضرت گاندھی کو لائیں

”تعریف کر سکے ان کی یہ نادرست

خاموشی از شنائے تو حد شنائے تست“

اک دھوم مچ گئی کہ مسیحا آ گئے وہ بھارت کے حق میں رحمت داور بنے ہیں وہ

(سپاس نامہ برائے گاندھی)

(5) فقیر نان کو آپریشن کے مسئلے میں بالکل پس روگاندمی صاحب کا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی جانتا ہوں میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے۔

عمرے کہ بآیات واحادیث گذشت
رفتی و ثاربت پرستی کر دی

(فقیر عبدالباری عفی عنہ)

(6) غیر مسلم کی میت کو کندھا دینا ممنوع تھا معاف فرمائیے۔

بھولے باہمن گائے کھائی
اب کھاؤں تو رام دہائی

(شوکت علی)

(7) خدا نے گاندھی کو تمہارے واسطے مذکر بنا کر بھیجا ہے۔

(عبدالماجد بدایونی)

اس اہتر ماحول میں امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ”دوام العیش“ اور بستر مرگ سے شاہکار تصنیف ”الحجۃ الموتریۃ“ کے ذریعے قوم کے جذبات کی صحیح راہنمائی فرمائی اور اسلامی تشخص کو مٹنے سے بچالیا۔

ان ہنگامہ آرائیوں کا نقطہ انجماد 1921ء میں وہ خلافت کانفرنس تھی جو بزعم خویش اس تحریک کے مخالفین پر حجت الہیہ تمام کرنے کے لئے منعقد کی گئی تھی لیکن اسی کانفرنس نے خلافت کے حامیوں کی زبانیں بند کر دیں۔ لب سی دیئے۔ اور کچھ ہی دنوں بعد کمال پاشا کے ذریعے خلیفہ کی معزولی نے ان بے معنی پر جوش جذبات پر اوس ڈال دی۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

بریلی کانفرنس کی مجلس نشریات نے پہلے دو اشتہار شائع کئے۔ ایک کا عنوان تھا ”زندگی مستعار کی چند ساعتیں“ اور دوسرا اس نام سے شائع ہوا ”آفتاب صداقت کا طلوع“ جس میں تعریض و تصریح کے ملے جلے انداز میں تحریک خلافت و تحریک ترک موالات کے مخالفین کو دعوت مبارزت دی گئی تھی علمائے اہل سنت نے دین کی حفاظت کے پاکیزہ جذبوں کے ساتھ اس کھلے چیلنج کو قبول کیا اور جماعت رضائے مصطفیٰ نے اپنے صدر مقاصد علمیہ صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد

امجد علی قادری اعظمی قدس سرہ کا مرتب کردہ ستر سوالات پر مشتمل سوالنامہ بنام ”اتمام حجت تامہ“ ان حضرات کی خدمت میں بھیج دیا تاکہ قبل از وقت جواب دہی کے لیے خود کو تیار کر لیں۔ اور یہ سب کچھ پر خلوص جذبوں کے تحت عمل میں آیا جس سے مقصود صرف تحقیق حق تھی نہ کچھ اور، صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

جناب عبد الباری فرنگی محلی، و عبد الماجد بدایونی، و مسٹر ابوالکلام آزاد صاحب۔ الحمد لربنا و کفی و السلام علی عبادہ الذین اصطفی و السلام علی من التبع الہدی حفاظت اماکن مقدمہ و حمایت سلطنت اسلامیہ کا نام بہت دلکش ہے کس مسلمان کو بقدر قدرت اس کی فرضیت سے خلاف ہو سکتا ہے؟ مگر شرع مطہر نام کو نہیں کام کو دیکھتی ہے۔ ہم غربائے غریب اسلام قدیم کے فدائیوں کو ان کاروائیوں پر جو اچھا نام دکھا کی جا رہی ہیں شبہات ہیں۔ اگر وہ دفع ہو جائیں اور ثابت ہو کہ وہ کاروائیاں قرآن عظیم و حدیث کریم اور اسلام قدیم و فقہ قویم کے موافق ہیں تو ہم کیوں ثواب سے محروم رہیں۔ ورنہ آپ حضرات کیوں عذاب مول لیں..... سچ اسلامی گزارش ہے کہ مقصود ہارجیت نہیں بلکہ صرف اس قدر کہ جس فریق کا قدم حق سے جدا ہے ہدایت پالے ورنہ کم از کم عام مسلمین تو دیکھ لیں کہ حق کس طرف رہا اور کس نے اسے قبول کرنے سے اعراض کیا (۱)۔

ان سوالات کا جواب دینے کی جرات کسی کو نہ ہوگی یہاں تک کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کے وفد نے ان سوالات کا جواب حاصل کرنے اور حق واضح کرنے کے لیے خلافت کمیٹی کے جلسہ میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ خلافت کمیٹی کا جلسہ جاری تھا۔ کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کا وفد جلسہ میں جا پہنچا۔ وفد میں درج ذیل حضرات شامل تھے:

(۱) حجت الاسلام مولانا حامد رضا خاں

(۲) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی

(۳) صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی

(۴) خطیب ملت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری

(۵) مولانا حسنین رضا خان بریلوی

(۶) ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری

(۱) ارشاد احمد رضوی مولانا جہان رضا ستمبر اکتوبر ۹۷ء ص 36-40



(7) مفتی برہان الحق جبل پوری

جماعت رضائے مصطفیٰ کا نورانی وفد پہنچتے ہی لوگوں میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا تھا۔ صدر جلسہ ابوالکلام آزاد نے صرف مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کو 35 منٹ کا وقت دیا۔ حضرت مولانا صاحب نے نہایت واضح الفاظ میں کفار سے موالات کے حرام ہونے، خلافت کمیٹی کے ہندوؤں سے اتحاد و اتفاق کا تعلق قائم کرنے کا رد فرمایا۔ خلافت کمیٹی نے جو گاندھی کے قصیدہ خوانی کی تھی اس کا ذکر فرمایا۔ مجمع مولانا سلیمان اشرف کی تقریر کو دل لگا کر سن رہا تھا۔ لوگوں کو شکایت ہو رہی تھی کہ مولانا بلند آواز سے تقریر فرمائیں۔ یہاں تک آواز اچھی طرح نہیں پہنچتی۔ اللہ اکبر کے نعرے لگائے جاتے تھے یہ اثر دیکھ کر خود مولوی ابوالکلام سبحان اللہ اور جزاک اللہ کہتے جاتے تھے۔

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے مولانا عبد الماجد بدایونی کی طرف متوجہ ہو کر زور سے کہا ”کہو یا تمہاری بھی کہہ دیں تم نے گاندھی کو کہا کہ خدا نے ان کو مذکر بنا کر بھیجا ہے۔“ مولانا بدایونی کچھ نہ کہہ سکے اور خاموش رہے۔

مولانا کی تقریر کے بعد مولوی ابوالکلام آزاد نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کے ساتھ اپنے سابقہ تعلقات دوستی و محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا کے تشریف لے آنے اور تقریر فرمانے پر بہت کچھ اظہار مسرت کیا اور مولانا کے اکثر اعتراضات سے پہلو تہی کر کے صرف ایک دو باتوں کے متعلق کچھ کہا جس میں بہت بڑی تویہ ہے کہ مولوی ابوالکلام آزاد نے اس عام مجمع میں تسلیم کیا کہ موالات جیسے نصاریٰ کے ساتھ حرام ہے، ہنود کے ساتھ بھی حرام ہے۔ اس پر یہاں تک زور دیا کہ ہندوستان کے بائیس کروڑ ہندو گاندھی ہو جائیں اور مسلمان ان کا اتباع کریں تو میں کہوں گا کہ وہ سب بت ہیں اور یہ بت پرست اور اس کے ساتھ پر زور لہجے میں یہ کہا کہ کس ذمہ دار شخص نے ہندوؤں کے ساتھ موالات جائز کہی ہے۔ الحاصل اس مجمع میں مولوی ابوالکلام نے حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب کے بہت سے اعتراضات کا جواب بھی نہیں دیا اور جن کی نسبت کچھ لب کشائی کی ان کو تسلیم کیا۔ کسی بات میں غیر ذمہ دارانہ شخصوں کی آڑ پکڑی مگر مجمع نے مولوی ابوالکلام کی تقریر سے انکے عجز و اعتراف قصور کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا (۱)۔

(۱) غلام معین الدین نعیمی، مولانا حیات صدر الافاضل، ص 167

اس کے بعد حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی نے فرمایا حرمین طہیین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ کی حفاظت و خدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدر وسعت و طاعت فرض عین ہے۔ اس میں ہمیں خلاف ہے نہ تھا۔ تمام کفار و مشرکین و نصاریٰ و مرتدین و غیر ہم سے ترک موالات ہم ہمیشہ سے فرض و ضروری جانتے ہیں ہمیں خلاف آپ حضرات کی ان خلاف و شرع و خلاف اسلام حرکات سے ہے جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں..... اور جن کے متعلق جماعت رضائے مصطفیٰ کے ستر سوال بنام اتمام حجت تامہ آپ کو پہنچائے ہوئے ہیں۔ ان کے جواب دیجئے۔ جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع شائع نہ کر دیں گے اور ان سے عہدہ برآ نہ ہو لیں گے ہم آپ سے علیحدہ ہیں اور اس کے بعد خدمت و حفاظت حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں (۱) ان سوالات کا ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور خاموش رہے۔ اتمام حجت تامہ کے متعلق حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں ”سیدی وامت برکاتکم..... سلام و نیاز کے بعد گزارش حضور سے رخصت ہو کر گھر پہنچا یہاں آ کر میں نے اتمام حجت تامہ کا مطالعہ کیا فی الواقع یہ سوالات فیصلہ ناطقہ ہیں اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہ جواب باقی نہیں چھوڑی..... ایک تاجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ابوالکلام جس وقت بریلی سے جا رہے تھے میں ان کے ہاتھ تھا وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ ان کے جس قدر اعتراض ہیں حقیقت میں درست ہیں ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہو سکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے (2)“

المختصر یہ کہ اتمام حجت تامہ نے مخالفین کو مایوس دکھانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ تحریک ترک موالات کا زور کم ہوا۔ بالآخر یہ تحریک کمال پاشا کے خلافت کے خاتمے کے اعلان کے ساتھ ہی دم توڑ گئی۔ علامہ اقبال نے اس جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی تباہی
سادگی اپنوں کی دیکھ لو روں کی عیاری بھی دیکھ

(۱) محمد شہاب الدین رضوی مولانا تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص 169

(2) ایضاً ص 172



7. اسلامی قاعدہ

جاندار کی تصویر کی حرمت متفق علیہ ہے، حدیث پاک میں تصویر بنانے والوں پر سخت وعیدیں وارد ہیں بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لیے صدر الشریعہ کے عہد میں جو قاعدہ رائج تھا اس میں جاندار کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ بچپن کا ذہن سادہ اور بے نقش ہوتا ہے اس لیے اس میں جس طرح کی باتیں ڈالی جائیں گی اس طرح کا اثر مرتب ہوگا ظاہر ہے کہ جب بچہ بچپن ہی سے جاندار کی تصویروں کو دیکھنے کا عادی ہوگا اور اس پر ذمہ داروں کی نکیر نہ کرنے کا حال معلوم کرے گا تو جانداروں کی تصویروں سے دلچسپی رفتہ رفتہ بڑھتی جائے گی ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں یہ تصویریں تعلیم و تعلم کا ذریعہ تو ہو سکتی ہیں لیکن تربیت کا ذریعہ نہیں بن سکتیں۔ حضرت صدر الشریعہ نے بچوں کی نبض پر ہاتھ رکھا اور ان کی تعلیم و تربیت کے پہلے مرحلے کی نزاکت کو محسوس کیا چنانچہ شرعی طور پر صدر الشریعہ نے بچوں کے لیے آسان اور سہل انداز میں غیر جاندار تصاویر کے ساتھ اسلامی قاعدہ کے نام سے ابتدائی کتاب مرتب فرمائی تاکہ تصویروں کی بنیاد پر بچوں کو سمجھانے میں آسانی بھی رہے اور غیر شرعی امور سے اجتناب بھی رہے، اسلامی قاعدہ میں حروف کی مناسبت سے غیر جاندار تصویروں کا انتخاب پھر الفاظ و حروف کی ترتیب میں بچوں کے تدریجی ذہن کا لحاظ حضرت صدر الشریعہ ہی کا خاصہ ہے۔ یہ کتاب بھی آپ کی جودت طبع اور فکر و نظر کی وسعت کی آئینہ دار ہے، شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی فرماتے ہیں:

”ایک زمانہ میں جب با تصویر قاعدے جاری ہوئے اور ان میں جانوروں کی تصویر کی وجہ سے اسلامی مدارس ایسے قاعدوں سے استفادہ نہ کر سکے تو مسلمان دیندار بچوں کے لیے آپ نے ”اسلامی قاعدہ“ نامی قاعدہ تصنیف فرمایا تھا۔ جس میں تصویریں تھیں۔ لیکن جاندار کی کوئی صورت نہ تھی اور ترتیب ایسی نفیس رکھی کہ اس قاعدہ سے تعلیم پانے والا بہت جلد اردو پر قادر ہو جاتا تھا، میں نے یہ قاعدہ پڑھنے کے فوراً بعد ہی اردو کی دوسری کتاب پڑھی تھی درمیان میں کوئی دوسرا قاعدہ یا کوئی اور کتاب نہ پڑھی۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صدر الشریعہ منتمھی (آخردرجات کے) طلبہ کے ذہن و فکر سے آشنا تو تھے ہی، بچوں اور مبتدی طلبہ کے طریقہ تعلیم و تربیت سے بھی بخوبی واقف تھے اور بچوں کو اسلامی طرز پر تعلیم و تربیت دینے کے متمنی تھے (۱)۔

(۱) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا سواح صدر الشریعہ ص 74-75



حضرت صدر الشریعہ کی تحریر کی خصوصیات

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی تحریر کی چند خصوصیات بہار شریعت کے تعارف میں بیان کی گئی ہیں۔ یہاں چند مزید خصوصیات پیش خدمت ہیں۔

(i) مختصر نگاری

حضرت صدر الشریعہ کی تحریر میں مختصر نگاری کا وصف بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ آپ کی مختصر عبارت مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہوتی ہے۔ اور یوں لکھنے اور پڑھنے والے دونوں کا وقت بھی بچ جاتا ہے اور مسئلہ تلاش کرنے میں دشواری بھی نہیں ہوتی۔ ذیل میں ایک مختصر مگر جامع فتویٰ کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے:

بعد نماز پنجگانہ و جمعہ و عیدین عموماً مسلمان مصافحہ کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں لیکن بعض لوگ اسے ناجائز اور مذموم بدعت بتاتے ہیں حضرت صدر الشریعہ سے بعد نماز جمعہ و عید مصافحہ کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز تو آپ نے ایک جامع اور مختصر جواب یوں ارشاد فرمایا:

”مصافحہ جائز اور حدیث سے اس کا جواز مطلقاً ثابت نماز کے بعد عید کے دن مصافحہ

کرنا اسی مطلق میں داخل اپنی طرف سے مطلق کی تقید باطل۔“

توجہ فرمائیے اور اس اختصار و جامعیت کی داد دیجئے۔ اس فتویٰ میں اصل حکم بھی مذکور ہے

دلیل بھی ضابطہ بھی اور مانعین جواز کا رد بھی۔ سبحان اللہ (۱)۔

مفتی غلام حسین امجدی رقم طراز ہیں: حضرت نے اردو زبان پر بڑا احسان فرمایا لفظ تویہ

ہے کہ شروع سے لے کر سترہ ۷۱ حصص تک (بہار شریعت کے) دیکھ جائے کہیں طرز تحریر

میں تبدیلی نہ ملے گی۔ مشکل سے مشکل مسائل آسان اور ایسی محیط عبارت میں تحریر فرمائے ہیں کہ

اگر عبارت سے کوئی لفظ تبدیل کر دیا جائے تو بسا اوقات مفہوم تبدیل ہو جاتا ہے (۲)۔

سادہ نگاری

صدر الشریعہ قدس سرہ کی تحریر میں ہمیں ایسی سادگی ہے جس میں سادگی کا حسن بے ساختگی کی

(۱) محمد ممتاز عالم مصباحی مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 345

(۲) غلام حسین امجدی مفتی وقار شریعت ص 22



جاذبیت اور تسلسل کی لطافت جگہ جگہ ملتی ہے۔ جو پاٹ پن بے کیفی اور تھکا دینے والی گجھلک بے ترتیبی سے شکن آلود نہیں ہوتی۔ نمونے کے لیے ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں، مصیبتوں اور کلفتوں پر صبر کی خوب صورت تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”بیماری بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس کے منافع بے شمار ہیں، اگر چہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے مگر حقیقتاً راحت و آرام کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے۔ یہ ظاہری بیماری جس کو آدمی بیماری سمجھتا ہے حقیقت میں روحانی بیماریوں کا ایک بڑا زبردست علاج ہے۔ حقیقی بیماری امراض روحانیہ ہیں کہ یہ البتہ بہت خوف کی چیز ہے اور اسی کو مرض مہلک سمجھنا چاہئے۔“

بہت موٹی سی بات جو ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی کتنا ہی غافل ہو مگر جب مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو کس قدر خدا کو یاد کرتا ہے، تو بہت استغفار کرتا ہے۔ اور یہ تو بڑے رتبہ والوں کی شان ہے کہ تکلیف کا بھی اس طرح استقبال کرتے ہیں جیسے راحت کا

آنچہ از دوست می رسد نیکو است

مگر ہم جیسے کم سے کم اتنا تو کریں کہ صبر و استقلال سے کام لیں اور جزع و فزع کر کے آتے ہوئے ثواب کو ہاتھ سے نہ دیں اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ بے صبری سے آئی ہوئی مصیبت جاتی نہ رہے گی پھر اس بڑے ثواب سے محرومی دوہری مصیبت ہے (۱)۔

کتنی سلیس سادہ اور دلوں کو چھوتی ہوئی نثر استعمال فرمائی ہے لگتا ہے کہ الفاظ خود ہی تلقین صبر کے واسطے کھڑے ہیں۔ تدریجی تفہیم آسان اور تمثیلی پیرایہ بیان اور شفقتوں سے لبریز انداز گفتگو سطر سطر سے نمایاں ہے جو موثرانہ تلقین صبر کے خاص خاص عناصر ہیں (۲)۔

منظر نگاری

منظر نگاری بھی تاثیراتی نثر کا خاص جزو ہے، جس کی قوت تاثیر سے مخاطب خود کو فراموش کر کے اسی ماحول میں پہنچا ہوا محسوس کرتا ہے جس کی تصویر کھینچ دی گئی ہو۔ حضرت نے بھی ہمیں ایسے یادگار جملے عطا کیے ہیں جسے پڑھنے کے بعد یقینی طور پر خود فراموشی کا عالم طاری ہو جاتا ہے جو یقیناً آپ کی قوت تحریر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وقوف عرفات کے وقت انسان کی دلی کیفیت کیا ہونی چاہئے اس کی منظر نگاری حضرت کے قلم سے ملاحظہ کریں:

(۱) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، بہار شریعت، حصہ چہارم ص 68

(۲) ارشاد احمد رضوی، مولانا حضور صدر الشریعہ، حیات و خدمات، ص 312



”سب ہمدن صدق دل سے اپنے کریم مہربان رب کی طرف متوجہ ہو جائیں اور میدان قیامت میں حساب اعمال کے لیے اس کے حضور حاضری کا تصور کریں۔ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتے کانپتے ڈرتے امید کرتے آنکھیں بند کیے گردن جھکائے دست دعا آسمان کی طرف سر سے اونچا پھیلائے، تکبیر و تہلیل و تسبیح و لبیک و حمد و ذکر و دعا و توبہ و استغفار میں ڈوب جائے کوشش کرے کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت و سعادت ہے ورنہ رونے کا سامن بنائے کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی۔ اثنائے دعا و ذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرے۔ آج کے دن دعائیں بہت منقول ہیں اور دعائے جامع کے اوپر گذری کافی ہے چند بار اسے کہہ لو اور سب سے بہتر یہ کہ سارا وقت درود و ذکر و تلاوت قرآن مجید میں گزار دو کہ بوعده حدیث دعا والوں سے زیادہ پاؤ گے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑو۔ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرو اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کر کے بید کی طرح لرزو اور یقین جانو کہ اس کی مار سے اسی کے پاس پناہ ہے، اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے، اس کے ور کے سوا کہیں ٹھکانہ نہیں لہذا ان شفیعوں کا دامن پکڑے اس کے عذاب سے اسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اس کے غضب کی یاد سے جی کانپا جاتا ہے اور کبھی اس کی رحمت عام کی امید سے مرجھا یا دل نہال ہو جاتا ہے (۱)۔



نمونہ تحریر پر وقتاوری

marfat.com

Marfat.com



نمونہ تحریر و فتاویٰ

اعضائے وضو کی روشنی

مسئلہ (1) مسئلہ عبدالقادر سلمہ طالب علم مدرسہ اعلیٰ سنت بریلی شریف اربعہ الآخر ۱۴۲۲ھ
”میدان محشر میں تمام لوگ سفید ہوں گے اس کے کیا معنی ہیں تمام بدن سفید ہوں گے یا

صرف اعضائے وضو“

الجواب

روز قیامت اس امت کے اعضائے وضو آثار وضو سے سفید و روشن ہوں گے اور یہ اس امت کی خصوصیات سے ہے حدیث میں فرمایا ان امتی یدعون یوم القيمة غرا محجلین من آثار الوضو فمن استطاع منکم ان تطیل غرته فلیفعل۔ بیشک میری امت قیامت کے دن اس حال میں بلائی جائے گی کہ آثار وضو سے منہ اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے تو جس سے ہو سکے کہ اپنی روشنی کو دراز کرے۔ (کہ مواضع فرض سے زیادہ پر پانی بہائے) تو کرے۔ (رواہ الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور صحیح مسلم شریف کی روایت انکس ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور یہ فرمایا السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون فرمایا مجھے آرزو ہے کہ ہم نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا صحابہ نے عرض کیا کیا ہم حضور کے بھائی نہیں فرمایا تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو اب تک نہیں آئے عرض کی جو اب تک آپ کی امت سے آیا نہیں اسے حضور کیسے پہچانیں گے۔ ارشاد فرمایا بتاؤ تو کسی کے سفید چوستانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے ہوں اور سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا اپنے گھوڑے نہ پہچانے گا عرض کی ہاں پہچانے گا۔ فرمایا انہم یاتون غرا محجلین من الوضو میری امت کے لوگوں کے وضو کے سبب منہ اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔ اور بھی اس مضمون کی روایتیں کتب حدیث میں مذکور ہیں مگر تمام بدن کا سفید ہونا نظر فقیر میں کسی روایت سے ثابت نہیں اور احادیث میں غرہ اور تحجیل کا بیان اس امر کو چاہتا ہے کہ کہ باقی بدن (۱) ایسا نہ ہوگا کہ جب تمام بدن ایسا ہی ہے تو غرہ و تحجیل نہیں اور وضو کی اس سے فضیلت بھی ثابت نہ ہوگی حالانکہ یہ حدیث فضائل وضو میں ہے (۲)۔

(۱) علاوہ ازیں اس ارشاد من استطاع ان تطیل غرته فلیفعل کا معنی بھی یہی ہے کہ جہاں تک وضو میں اعضا وضو دھوئے جائیں گے اتنے ہی روشن ہوں گے۔ امجدی

(۲) فتاویٰ امجدیہ ج اول ص 304



مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کے یعنی پورب کے مسجد کے لوٹے بہ نسبت پچھتم کے لوٹوں کے نصف ہوتے ہیں اور زید محض اس خیال سے کہ پورے طور پر سنت ادا ہو وضو کے لیے دو لوٹے لیتا ہے۔ عمر و کا اعتراض ہے کہ یہ اسراف ہے اگر بہت کفایت سے کام لیا جائے کہ موسم گرما میں ایک لوٹے سے بھی وضو ہو جاتا ہے ایسی صورت میں زید کا دو لوٹا لینا اسراف ہو یا نہیں۔

الجواب

حکم یہ ہے کہ اگر بطور سنت وضو کرنا چاہے تو اعضائے غسل (۱) میں ہر عضو بلکہ اس کے ہر حصے پر سے تین تین بار پانی بہہ جائے یونہی مضمضہ و استنشاق میں تین تین بار کرے اور سب سے پہلے تین بار دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے اور پان کھاتا ہے اور تین کلیوں میں منہ صاف نہ ہو تو اتنی کلیاں کرے کہ منہ صاف ہو جائے اور مسواک بھی تین بار پہلے دھوئے اور تین مرتبہ بعد استعمال۔ وہ امور جن میں تثلیث سنت ہے اگر ان میں تین بار سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اعضائے وضو میں پانی ڈالنے میں اگر بے احتیاطی کرے کہ بلاوجہ پانی بہاتا ہے اور بیکار گراتا ہے تو اسراف ہے۔ اور حدیث میں جو آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ملک (۲) سے وضو فرماتے اس سے مقصود تحدید نہیں کہ اس پر زیادت جائز نہ ہو جیسا کہ حلیہ وغیرہ میں اس کی تشریح ہے۔ بہر حال وضو میں ادائے سنت کا خیال رکھے اور اسراف سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواب کی شرعی حیثیت

مسئلہ از گرسکال ڈاکخانہ ناراین پٹیہ ریاست حیدرآباد دکن۔ مرسلہ مولوی اسرار الرحمن صاحب 18 رجب 46ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين الذي لا اله الا هو والصلوة والسلام على رسوله وحببه
سيدنا محمد النبي الامي الذي لا نبي بعده وعلى اله وصحبه وحببه اجمعين

(۱) غسل غین کے فتح کے ساتھ دھونے کے معنی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اعضا جن کا وضو میں دھونا مامور ہے نہانے کے معنی میں غسل ہے یعنی غین کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ امجدی۔

(۲) ڈیڑھ صاع رضویہ جلد اول ص 140



من عبد الله المفتقر الى الله سيد اسرار الرحمن المدرس الى محبنا ومولنا
ذوالمجد والكرم الحكيم ابو العلى امجد على صاحب صدر المدرسين
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته۔ خادم آپ کی زیارت کا نادیہ مشتاق ہے آپ نے ایک بار
اجمیر شریف حاضر ہونے کی دعوت بھی دی ملازمت و اخراجات سفر کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ قبل
ازیں ایک سال کے قریب عرصہ ہوتا ہے کہ ایک کارڈ لکھا تھا اور کچھ مسائل دریافت کیے تھے یہ
مسائل ایسے ہیں کہ ہر ایک سے تشفی بخش جواب ملنا دشوار ہے خوب غور کے بعد دیکھا کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنے فضل و کرم سے بطفیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو اس لائق کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر
و ایمان و فیضان میں برکت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو آپ کے فیض سے متمتع کرے۔ آمین ثم
آمین۔

(1) کوئی شخص خواب میں حضرت سید الاولیاء غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھے کہ ارشاد
فرماتے ہیں کہ تو حنبلی ہو جا اور وہ حنفی ہے تو کیا اس خواب پر وہ عمل کرے؟
الجواب

خواب صد گونہ احتمالات کا محتمل ہے۔ خواب پر مذاہب کا دار و مدار نہیں کہ بسا اوقات نفی کا
اثبات، اثبات کی نفی متصور ہو جایا کرتی ہے۔ تھوڑی سی نیند اگر محسوس ہوتی ہو اس وقت بارہا بات
الٹی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ تو جب اس کا پورا تسلط ہو تو کیونکر متیقن کہ پوری بات سمجھ میں آئے۔ اگلے
زمانہ میں بھی بعض نے ایسی خوابیں دیکھیں کہ شرب خمر کی اجازت دی جاتی ہے علماء نے فرمایا کہ صحیح
خواب اسے یاد نہ رہی ممانعت کو اجازت سمجھا لہذا خواب کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر شریعت کے
مطابق ہے تو مقبول۔ مخالف ہے تو مردود۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی مذہب پر
عامل تھے۔ اور آپ نے خصوصیت کے ساتھ اس مذہب کا احیاء فرمایا اور نہ یہ مذہب اتنا کمزور ہو چلا
تھا۔ کہ باقی رہنا دشوار تھا۔ مگر آپ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ حنفی یا شافعی یا مالکی مذہب کا اتباع نہ کیا
جائے۔ اور جب حق چاروں میں دائر ہے اور ہر ایک مصیب و مٹاب ہے تو تبدیل مذہب کی تلقین
صحیح بھی نہیں ہو سکتی اسی واسطے حضور کے تبعین میں ہر مذہب کے لوگ داخل ہیں۔ اور حضور کا فیض
سب کو پہنچتا ہے اور ہر مذہب کے علماء و صلحاء آپ کے سلسلہ میں منسلک ہو کر مرتبہ ولایت سے
سرفراز ہوئے۔ اور اگر حضور کے نزدیک دیگر مذاہب والے حق پر نہ ہوتے تو ہرگز ان کو سرکار غوث



سے فیض نہ پہنچتا۔ جس طرح اہل باطل کو نہیں پہنچتا۔ لہذا سب سے قوی تر مذہب حنفی کو چھوڑنے کا حکم ہرگز نہ دیا ہوگا۔ اور وہ بھی یہاں پر کہ نہ مذہب حنبلی کی کتابیں ہیں نہ ان کے علماء یہاں موجود اور اگر حضور نے زمانہ حیات ظاہری میں لوگوں کو عام طور پر تبدیل مذہب کا حکم دیا ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ خواب میں بھی ایسا فرمایا ہو مگر وہ نہیں تو یہ بھی نہیں (۱)۔

زیارتِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

با وضو قبلہ رو اور دہنی کروٹ پاک بستر پر سوائے اور یہ درود کم از کم سات بار پڑھے بلکہ پڑھتا ہوا سو جائے۔ اس کو برابر جاری رکھے۔ زیارتِ اقدس سے مشرف ہوگا:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَي جَسَدِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي الْأَجْسَادِ وَعَلَى
رُوحِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي الْأَرْوَاحِ وَعَلَى قَبْرِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي
الْقُبُورِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

روضہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت

مسئلہ

از اجیر یتیم خانہ معینیہ مرسلہ حاجی محمد واحد نور خان صاحب مہتمم یتیم خانہ۔ 29 رجب

1345ھ

حضرت قبلہ صدر صاحب مدظلہم۔ سلام نیار التیام کے بعد عرض ہے جو زمین اقدس پہلوئے مبارک جناب سرکارِ دو عالم حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملی ہوئی ہے اس کے فضائل کے نسبت ارشاد ہوا تھا کہ شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کر دی جائے گی امید کہ عطا فرمائی جائیں؟

الجواب

ترتیب اطہر کو اللہ عزوجل نے تمام اقطار زمین پر فضیلت دی ہے۔ اس کے متعدد وجوہ ہیں۔ ایک یہ وجہ ہے کہ مکان کی فضیلت مکین سے ہوتی ہے اور جس مکان کا مکین تمام جہاں سے

(۱) فتاویٰ امجدیہ ج 4 ص 348-350

(۲) فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص 352



افضل ہے وہ مکان بھی تمام مکانوں سے افضل لہذا اس زمین کو نہ صرف اجزاء زمین بلکہ عرش و کرسی پر فضیلت ہے۔ شفاء شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔ لا خلاف فی ان موضع قبرہ (النبی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل من بقاع الارض۔ علامہ شہاب الدین خفاجی شرح میں فرماتے ہیں۔ بل هو افضل من السموات والعرش والکعبة کما نقلہ السبکی رحمہ اللہ تعالیٰ لشرفہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلو قدرہ۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری شرح شفا میں لکھتے ہیں۔ فانہا افضل من الکعبة بل من العرش علی ما قالہ جماعة۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس مقام مقدس میں جس قدر انوار الہی کا نزول ہوتا ہے اور جتنی رحمت اترتی ہے اور جتنے ملائکہ کا آنا جانا ہوتا ہے کسی دوسری جگہ نہیں وجہ سوم یہاں خاص وہ تجلیات الہیہ ہیں جو دوسری جگہ نہیں۔ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا گیا۔ انک بالوادی المقدس طوی اس وادی کا مقدس ہونا اسی تجلی الہی کے سبب سے تھا تو اس جگہ کا تقدس بیشک سب جگہوں سے زیادہ ہوگا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں وقال ابن عبد السلام التفضیل یكون لامور غیر العمل فقبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الامکنۃ لتجلی اللہ تعالیٰ بما ینزل علیہ من الرحمة والرضوان والملئکۃ ولا حاجة الی ما قبل انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی فی قبرہ لہ اعمال فیہ مضاعفة وان کان صحیحاً ولو سلمنا ان المکان لا فضل لہ فی ذاته فکفاه الفضل لاجل من حل فیہ۔ وجہ چہارم ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص جس جگہ کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے اس روایت کی بنا پر جسم اقدس کی خلقت اس پاک تراب سے ہوئی جو مرقد انور ہے لہذا اس خاک پاک کو فضیلت ہوئی کہ اس سے جسم انور بناؤعی فرماتے ہیں۔ ویکفی لفضله ما اشتهر من ان کل احدید فن فی التربة التي خلق منها عوارف العارف میں ہے۔ روى عن ابن عباس ان اصل طینتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سرة الارض وهو مرضع الکعبة بمکة واول ما اجاب ذاته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومنہ دحیت الارض فهو اصل التکوین والکائنات تبع لہ ولما تموج الطوفان اتی بطینة لمحل دفنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ففي الاصل لم یدفن الا فی اصل الکعبة الذي خلق منه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

(۱) فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص 342-343



تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک حدیث دیکھی ہے کہ ”حدیث“ آنحضرت اپنی تعظیم سے منع کرتے تھے۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو آنحضرت سے کوئی بھی زیادہ پیارا نہ تھا اس پر صحابہ کا یہ دستور تھا کہ جب آپ کو دیکھتے تو تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے، کیونکہ اس بات سے خود آنحضرت نے منع کر دیا تھا۔ لا تقوموا کما تقوم الاعاجم مت کھڑے ہوا کرو تم جس طرح عجمی قوموں میں رواج ہے۔ اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بیمار تھے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے بیٹھ گئے صحابہ جو پیچھے نماز کو کھڑے تھے ان کو اشارہ کیا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بات میری تعظیم کے خیال سے کی جائے آیا یہ نماز میں اشارہ کرنا کیسا ہے۔ برائے مہربانی مندرجہ ذیل سوالات کے اجوبہ تحریر فرمائیے؟

1. حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو آنحضرت سے زیادہ کوئی پیارا نہ تھا پھر بھی صحابہ آنحضرت کو دیکھتے تو تعظیم کے لیے نہ کھڑے ہوتے یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

2. آنحضرت نے خود منع فرما دیا تھا کہ لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

3. آنحضرت نے جو اشارہ نماز میں کیا تھا صحابہ کو کہ تم بیٹھ جاؤ صحیح ہے یا نہ اور کس لیے کہا بیٹھ جاؤ؟

4. اور وہ نماز کونسی تھی فرض تھی یا نفل اور اشارہ کیوں کیا صحیح ہے یا نہیں؟

5. اور بخاری کی حدیث میں قوموا الی سیدکم الخ جو آیا ہے آنحضرت نے کیوں فرمایا ہے اور کس لیے فرمایا ہے؟ بیوا تو جروا

الجواب

1. یہ حدیث ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اس کے الفاظ یہ ہیں۔ لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکانوا اذا راوه لم یقوموا لما یعلمون من کراہتہ لذلك۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔



رہا یہ کہ اس حدیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لیے کھڑے ہونے کو جو ناپسند فرماتے تھے۔ اس کی وجہ یا یہ تھی کہ یہ ناپسند فرماتا تو اعضا تھا۔ یا اس لیے کہ اس سے متکبرین کی مخالفت کرنی منظور تھی جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔
تواضعا لربہ ومخالفة لعادة المتکبرین والمتجبرین یا اس واسطے کہ حضور کو بار بار آنا جانا پڑتا تھا۔ اور بار بار کھڑا ہونا ایک قسم کا تکلف ہے اور تکلف ناپسند تھا۔ وما انا من المتکلفین یا یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چونکہ حضور کے ساتھ محبت بروجہ کامل تھی۔ جیسا کہ خود اس حدیث کا لفظ لم یکن شخص احب الخ اس پر دل ہے۔ اور محبت جب بروجہ کامل ہو تو اس کے اظہار کی حاجت نہیں۔ اور تکلفات اٹھ جاتے ہیں کہ تکلفات باقی رہنا ایک قسم کی اجنبیت پر دلیل ہے۔ اور جب مغایرت جاتی رہی تکلفات بھی گئے۔ جیسا کہ اسی مرقات میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے۔ مهماتم الاتحاد خفت الحقوق بینہم مثل القيام والاعتذار والثناء فانها وان كانت من حقوق الصحبة لكن فی ضمنها نوع من الاجنبية والتکلف فاذا تم الاتحاد انطوى بساط التکلف بالکلیة فلا یسلک به الامسک نفسه لان هذه الآداب الظاهرة عنوان الآداب الباطنة فاذا صفت القلوب بالمحبة استغنت عن تکلف اظہار مافیہا جب اتحاد کامل ہو تو آپس کے حقوق میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ جیسے کھڑا ہوا اور کسی بات کے متعلق عذر پیش کرنا۔ اور اس کی تعریف کرنا۔ کہ اگرچہ یہ چیزیں حقوق محبت سے ہیں۔ مگر ان کے ضمن میں مغایرت اور تکلف پایا جاتا ہے۔ لہذا جب اتحاد کامل ہو بساط تکلف بالکلیہ اٹھ جاتا ہے۔ اب اس کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جو اپنے نفس کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ آداب ظاہری آداب باطنی کے لیے عنوان ہوتے ہیں۔ لہذا جب قلوب محبت کے ساتھ صاف ہو جائیں تو اس کی حاجت نہیں رہتی کہ جو کچھ دلوں میں ہے اس کا اظہار کیا جائے۔

یا اس قیام سے مراد وہی قیام اعاجم ہے جس کی ممانعت ہے غرض یہ کہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر اس میں تاویل ہے اس واسطے کہ اگر قیام مطلقاً ممنوع ہوتا تو صحابہ کرام کبھی نہ کرتے حالانکہ صحابہ سے قیام کرنا ثابت ہے بلکہ خود حضور نے امر بھی فرمایا۔ قوموا الی سیدکم صحیح بخاری شریف میں ہے۔ قال کعب بن مالک دخلت المسجد فاذا برسول الله صلی الله



تعالیٰ علیہ وسلم فقام الی طلحة بن عبید اللہ یہرول حتی صافحنی ویہنانی کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا ناگاہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور طلحہ بن عبید اللہ میرے لیے کھڑے ہو گئے اور دوڑ کر میرے پاس آئے یہاں تک کہ مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ اور نسائی و ابوداؤد و ترمذی نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رای فاطمة بنتہ قد اقبلت احب بہا ثم فقبلها اخذ بیدہا حتی یجلسہا فی مکانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کو آتے دیکھتے تو انہیں مرحبا کہتے پھر کھڑے ہو جاتے۔ اور انہیں بوسہ دیتے پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ نیز یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے قیام کیا جب وہ حبشہ سے واپس آئے اور عمرہ ابن ابی جہل کے لیے قیام کیا۔ تو اگر قیام ممنوع ہوتا تو ان لوگوں کے لیے قیام نہ فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

2. اس حدیث کو ابوداؤد ابن ماجہ ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ طبرانی نے کہا۔ ہذا حدیث ضعیف مضطرب السند فیہ من لا یعرف یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے۔ اور اس کا راوی مجہول ہے اور اس حدیث سے مطلقاً قیام کی ممانعت ثابت نہیں۔ بلکہ اس قیام کی ممانعت جو اعاجم اپنے امرا و سلاطین کے لیے کرتے ہیں۔ یعنی محض ان کے مال و منصب کے لحاظ سے تعظیم کرتے ہیں اس لئے نہیں کہ ان میں علم و صلاح ہے۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں۔ ای لمالہ و منصبہ وانما ینبغی التعظیم للعلم و الصلاح۔ یا قیام اعاجم کی صورت یہ ہے کہ امراء عجم بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور اراکین سلطنت بادشاہوں کے سامنے دستہ بستہ تعظیماً کھڑے رہتے ہیں۔ اس قسم کا قیام بیشک ممنوع ہے۔ جیسا کہ حدیث من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاماً کے تحت میں علامہ علی قاری فرماتے ہیں ای یقفون بین یدیہ قائمین لخدمتہ و تعظیمہ یعنی اس کے سامنے اس کی خدمت و تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے۔ معناه من اراد ان یقوم الرجال علی راسہ کما یقام بین یدی ملوک الاعاجم اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ میرے سر پر اس طرح کھڑے ہوں جیسا کہ عجم کے بادشاہوں کے سامنے قیام کیا جاتا ہے۔



چنانچہ ایک حدیث میں اس کی تصریح بھی آگئی۔ قال ان کدتم لتفعلوا فعل فارس والروم
يقومون علی ملوکهم وهم تعود فلا تفعلوا۔ قریب ہے کہ تم فارس اور روم کے سے کام
کرو کہ وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ دوسری
روایت طبرانی کی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے انما هلك من كان قبلکم بانہم عظموا
ملوکهم بان قاموا وهم قعود تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے
اپنے بادشاہوں کی تعظیم یوں کی کہ وہ کھڑے رہتے اور بادشاہ بیٹھے رہتے۔ یہ قیام ممنوع ہے اور
قادم کے اکرام کے لیے جو قیام کیا جاتا ہے وہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

3-4. زمانہ رسالت میں احکام میں کبھی کبھی نسخ ہوتا تھا کہ ایک وقت یہ حکم ہوتا دوسرے وقت
وہ حکم بدل جاتا۔ اور دوسرا حکم صادر ہوتا۔ ما نسیخ من اية او نسیها نات بخیر منها او
مثلا۔ پہلے یہ حکم تھا کہ اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے۔ تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں۔ اذا
صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون۔ یہ اس وقت کی حدیث ہے کہ حضور بیمار تھے۔ اور
صحابہ نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور یہ واقعہ دوبار ہوا۔ ایک بار نماز فرض تھی۔ اور ایک مرتبہ
نفل۔ مگر مرض وقات میں جب حضور نے امامت کی تو اس موقع پر تمام صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر
نماز پڑھی۔ اور حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حکم سابق منسوخ ہے۔ ورنہ
ضرور تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں قیام سے منع فرماتے جس طرح پہلے منع کیا تھا۔ اور منسوخ
نہ ہوتا تو خود صحابہ کرام بھی کھڑے نہ ہوتے۔ جبکہ حضور نے قیام سے منع فرمایا تھا۔ صحیح بخاری
شریف میں جب یہ حدیث نقل کی تو اس کے ساتھ امام بخاری نے تصریح کر دی۔ قال الحمیدی
قوله واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا هو فی مرضه القدیم ثم صلی بعد ذلك
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالسا والناس خلفه قیام لم یامرهم بالقعود
وانما یؤخذ فالآخر من فعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حمیدی امام بخاری کے
استاد نے فرمایا کہ یہ حدیث کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ پہلے کہ مرض میں
تھا۔ اس کے بعد پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے
تھے۔ حضور نے انہیں بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔ اور حضور کا پچھلا ہی فعل لیا جائے گا پھر اس کے بعد جو
پچھلا ہے امام بدرالدین عینی شرح میں فرماتے ہیں۔ اشارة الی ان الذی یجب بہ العمل



هو ما استقر عليه آخر الامر من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولما كان آخر الامر منه صلاحته قاعدوا الناس وراءه قيام دل على ان ما كان قبله مرفوع الحكم حمیدی کے قول میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ عمل اس پر واجب ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو عمل آخر امر میں مستقر ہوا اور جبکہ آپ کا پچھلا عمل یہ تھا کہ حضور نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ تو اس نے اس بات پر دلالت کی کہ وہ جو حضور کا پہلا ارشاد تھا منسوخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

5. جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا قوموا الی سیدکم فتح الباری وعمدة القاری میں ہے قال ابن بطال فی هذا الحدیث امر الامام الاعظم باکرام الکبیر من المسلمین ومشروعیة اکرام اهل الفضل فی مجلس للامام الاعظم والقیام فیہ لغيره من اصحابه و الزام الناس كافة بالقیام الی الکبیر منهم اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم نے حکم دیا ہے کہ مسلمان اپنے بڑے اکرام کریں اور اس کی مجلس میں اہل فضل کا اکرام مشروع ہے۔ اور وہاں دوسرے کے لیے قیام کیا جائے گا۔ اور سب لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے بڑے کے لیے قیام کریں امام عینی یہ فرماتے ہیں وفیہ ان قیام المزوس للرئیس الفاضل واللامام العادل والمتعلم للعالم مستحب وانما یکره لمن کان بغير هذه الصفات۔ رعایا کارئیس صاحب فضل یا امام عادل کے لیے اور محترم کا عالم کے لیے قیام مستحب ہے کراہت صرف اس صورت میں ہے جب اس میں یہ صفات نہ ہوں۔ اس حدیث کے تحت میں امام عینی فرماتے ہیں۔ قال البیہقی علی وجه البر والاکرام جائز کقیام الانصار لسعد وطلحة لکعب ولا ینبغی لمن یقام له ان یعتقد استحقاقه لذلك حتی ان ترک القیام له حنق علیہ او عاتبه او شکاه۔ خلاصہ یہ کہ اکرام کے لیے قیام جائز اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے ثابت اور اعاجم کی طرح قیام ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم (1)۔

بزرگان دین کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا کیسا؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علاوہ صحابہ کرام کے اور کسی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا جائز ہے یا نہیں۔ شرع شریف کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(1) فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص 83-89



الجواب

بزرگانِ دین کے نام کے ساتھ رضی یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا اور لکھنا جائز ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ اس کی خصوصیت ثابت نہیں قرآن مجید میں صحابہ کرام اور ان کے تبعین سب کے لیے فرمایا گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال اللہ تعالیٰ والسبقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوانہ صاحب ہدایہ کے تلامذہ نے جہاں ان کا خاص قول ”ہدایہ“ میں ذکر کیا یوں کہا ”قال رضی اللہ عنہ“ یعنی مصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا اور دیگر کتب میں اکثر جگہ ائمہ کے اسماء کے ساتھ رضی مکتوب و مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (1)

علمائے کرام کی تحقیر

مسئلہ

مسئلہ واحد اللہ صاحب ساکن محلہ صوفی ٹولہ شہر کہنہ بریلی 7 شوال 1341ھ جو فتویٰ کہ علمائے دین نے بابت ناجائز ہونے نکاح نبی رضا کی لڑکی کے شائع فرمایا تھا۔ وہ چسپاں کر دیا گیا تھا اس کو مسی منظور حسین ولد نبی حسین ساکن محلہ صوفی ٹولہ نے پڑھ کر کہا کہ ”فتویٰ دینے والے سرے بھی ایسے ہی ہیں“ وغیرہ وغیرہ تو علمائے دین کی شان میں گستاخی کا لفظ سن کر تین شخص بنام کفایت اللہ امیر اللہ و مولانا بخش نے اس کو زیادہ کہنے سے روکا لہذا جو شخص علمائے دین کی شان میں دشنام کے الفاظ استعمال کرے اس کے پابت شرع شریف کیا فتویٰ صادر فرماتی ہے؟

الجواب

عالم دین کی توہین کفر ہے اور گالی دینا تو سخت درجہ کی توہین ہے۔ حدیقہ عدیہ میں من قال العالم عویلہم فہو کافر عالم کو ملانا کہنا کفر ہے نہ کہ گالی اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ جلد اول ص 570 پر فرمایا ”عالم دین کی توہین کو ائمہ نے کفر لکھا ہے مجمع الاشرار میں ہے ”الاستغفاف بالاشراف و العلماء کفر“ لہذا اگر صورت واقعہ یہی ہے کہ اس شخص نے فتویٰ کو اپنی خواہش کے خلاف پا کر مفتی کو گالی دی تو تجدید اسلام کرے اور بی بی رکھتا ہو تو اس کے

(1) فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص 345



ساتھ تجدید نکاح کرنے ورنہ اہل محلہ اور برادری کے لوگ اس سے مقاطعہ کریں، واللہ تعالیٰ اعلم (1)۔

بچوں کے کھلونے جائز یا ناجائز؟

کھلونوں کا بچوں کو کھیلنے کے لیے دینا اور بچوں کا ان سے کھیلنا یہ ناجائز نہیں کہ تصویر کا بروجہ اعزاز مکان میں رکھنا منع ہے نہ کہ مطلقاً یا بروجہ اہانت بھی۔ اس لیے عبارت منقولہ بالا ردالمحتار طحاوی میں لکڑی یا پیتل کے کھلونوں کی بیع جائز فرمائی۔ حالانکہ جاندار کی تصویر یہ بھی ہیں بلکہ درمختار میں فرمایا۔ وفي آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبة وان یلعب به الصبیان۔ معلوم ہوا کہ ان کا تصویر ہونا وجہ عدم جواز بیع نہیں ردالمختار میں ہے۔ ونسبہ الی ابی یوسف لاتدل علی ان الامام یخالفہ لاحتمال ان یکون له فی المسئلة قول فافہم۔ بلکہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گڑیاں تھیں اور وہ ان سے کھیلتی تھیں بلکہ ایک گڑیا گھوڑے کی شکل کی تھی جس کے بازو بنا رکھ تھے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز سے ان کی خریداری کے متعلق سنا مجھے یاد نہیں، کھیلنے کی نسبت یاد ہے کہ بچوں کو کھیلنے کے لیے کھلونے دینا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (2)۔

جنت سے متعلق بعض سوالات

مسئلہ 1: ازرائے پوری پی مرسلہ آدم جی ولی محمد۔ 3 محرم 1350ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق کہ انسان کو دنیا سے جب انتقال کرنے کے بعد جو کہ جنت میں داخل کئے جائیں گے، انہیں حور عنایت کی جائے یا نہیں؟ اگر عنایت ہوگی تو کیا اس حور سے اولاد پیدا ہوگی؟

مسئلہ 2: انسان جب دنیا سے انتقال کرتا ہے تو بعد انتقال کے اس کی بیوی منکوحہ اس کو دستیاب ہوگی یا نہیں اور اگر اس کی عورت جنت میں دستیاب ہو۔ تو کیا بیوی کے ملنے کے بعد اولاد پیدا ہوگی یا نہیں؟

(1) فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص 402

(2) فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص 233 باختصار



مسئلہ 3

فرض کروم کہ اگر ایک مرد کی چار بیویاں دنیا میں ہوئی ہوں تو کیا اس کے انتقال ہونے کے بعد چاروں بیویاں ملیں گی اور اگر ملیں تو کیا ان چاروں سے اولادیں پیدا ہوں گی۔

مسئلہ 4

دیگر اینکہ اگر ایک عورت کے چار مرد ہوں۔ تو ایسی صورت میں کیا وہ عورت جنت میں چاروں مردوں کو عنایت کی جائے گی اور کیا ان چاروں سے اولادیں پیدا ہوں گی۔ لیکن اگر چاروں کو دستیاب ہوئی تو کن کن صورتوں میں؟

الجواب

1. جنت میں حور کا ملنا قطعی و یقینی ہے قرآن مجید سے ثابت ہے ارشاد فرماتا ہے۔ فیہن قصر الطرف لم یطمثهن انس قبلہم ولا جان اور فرماتا ہے۔ حور مقصورات فی الخیام۔ اور احادیث اس بارے میں بکثرت وارد ہیں اور اہل جنت کے لیے قرآن مجید نے فرمایا۔ لَہُمْ فِیہَا مَا یَشْتَهُونَ وہ جس چیز کی خواہش کریں گے پائیں گے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے ان یدخلک اللہ الجنة یکن لک فیہا ما اشتہت نفسک ولذت عینک۔ اگر خدا تجھے جنت میں داخل کرے تو جو کچھ تیرے نفس کی خواہش ہو اور جس چیز سے تیری آنکھ کو لذت ملے سب کچھ ملے گا لہذا اس کلیہ سے معلوم ہوا کہ اگر اولاد کی خواہش ہو تو وہ بھی ملے گی بلکہ ترمذی کی ایک حدیث ہے۔ المؤمن اذا اشتہی الولد فی الجنة کان حملہ ووضعه وسنہ فی ساعة کما یشہی۔ یعنی خواہش کرتے ہی حمل وضع اور جوان عمر سب ایک ہی ساعت میں ہو جائے گا ہا امر کہ اس کی خواہش نہ ہو یہ اور بات ہے چنانچہ اہل حق بن ابراہیم کہتے ہیں فی هذا الحدیث اذا اشتہی المؤمن فی الجنة الولد کان فی ساعة ولكن لا یشہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب

2.3.4 اگر وہ منکوحہ بی بی بھی جنت میں جائے گی تو اسے ملے گی اور اولاد کے متعلق اول میں گذرا ایک منکوحہ ہو یا چند۔ سب کا ایک حکم ہے عورت کے اگر متعدد خاوند ہوئے کہ ایک کے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کیا اور دونوں جنتی ہیں تو اس میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ شوہر اول کو ملے گی اور دوسرا یہ کہ شوہر آخر کو ملے گی اور یہ قول قوی ہے اور جنت میں عورتوں سے جماع بھی کریں گے مگر انزال نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (1)۔

(1) فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص 365-367

مکتوبات

marfat.com

Marfat.com



مکتوبات

کسی بھی شخصیت کے سیرت و کردار کے براہ راست مطالعے کے لیے اس کے ذاتی مکتوبات بنیادی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان ذاتی مکتوبات اور اس شخصیت کی سیرت میں فاصلہ نہیں ہوتا اور فاصلہ جس قدر کم ہوگا شخصیت سے ہم اتنا ہی قریب ہوتے چلے جائیں گے۔

حضرت صدر الشریعہ کے چند مکاتیب بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔ ان مکتوبات میں آپ کے اخلاق و کردار، اخلاص و محبت، قومی و ملی احساسات اور جذبہ خدمت دین کی نہایت واضح تصویر سامنے آتی ہے۔

(1)

مرشد صدر شریعت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت میں یہ مکتوب حضرت صدر الشریعہ نے اپنے شیخ طریقت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمان کی خدمت میں مکہ المکرمہ سے ارسال فرمایا۔ لکھتے ہیں:

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضور پر نور دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کا خادم مع الخیر ہے۔ البتہ جدہ میں طبیعت خراب ہو گئی تھی، مگر جلد افاقہ بھی ہو گیا، بعض ضرورت کی چیزیں جدہ میں گم ہو گئیں، مکہ معظمہ میں اس سال بالکل بارش نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ سے نہایت شدت کی گرمی تھی مگر اس ہفتہ میں ایک دن خوب بارش ہوئی جس کی وجہ سے اب گرمی کم ہو گئی ہے بلکہ قبل حج اس قدر سخت گرمی پڑی کہ پچھلا قافلہ جو جدہ سے چلا اس میں سے تقریباً دو سو حجاج کا راستے میں انتقال ہو گیا غالباً کل پرسوں تک مدینہ طیبہ کا قافلہ روانہ ہو گا کرایہ بہت زیادہ ہو گیا یعنی اٹھائیس گنی۔

یہاں کے علماء کی خدمت میں حاضر ہوا، سب حضرات نہایت اخلاق سے پیش آئے، جس نے سنا کہ حضور کا کنفش بردار ہے اس نے نہایت عزت کی اور سب کو حضور کے دیدار کا مشتاق پایا



خصوصاً قاضی القضاة علامہ شیخ علوی مالکی (1) شیخ مرزوقی (2) قاضی القضاة کی خدمت میں چند بار دارالحکومت میں حاضر ہوا، نہایت خلیق و بامروت اور ذی علم شخص ہیں۔ جب حاضر ہوتا کھڑے ہو جاتے اور اعزاز کے ساتھ بٹھاتے اور حضور کا تذکرہ کرتے اور شوق زیارت ظاہر فرماتے، پہلی بار کی حاضری میں بواب سے فرما دیا (جب) یہ شخص آئے مجھے فوراً اطلاع دو۔

خلیل احمد (انیٹھوی) یہاں اب تک ہے مگر نہایت ابتری کی حالت میں نہ کچھ خباثت اس نے یہاں ظاہر کی نہ کر سکتا ہے یہاں کے اکابر سے ایسا ہی سناوا العلم عند اللہ۔

رسالہ مبارکہ ”الدولۃ المکیہ“ علماء کی خدمت میں پیش کر دیا، قاضی القضاة نے ایک اور نسخہ طلب فرمایا تھا کہ مصر بھیجنے کا انہوں نے ارادہ فرمایا کل صبح دوسرا نسخہ بھی انہیں دے دیا، کل ”براہین قاطعہ“ طلب فرمایا تھا مگر وہاں کی تمام کتابیں جدہ میں رہ گئیں اس واسطے کے سامان کے لیے میں نے الگ سے اونٹ کیا تھا مگر آتے وقت سامان کے لیے اونٹ نہ ملا مجبوراً تمام سامان جدہ میں چھوڑنا پڑا۔

رسالہ مبارکہ ”شائم العنبر (3)“ پر بفضلہ تعالیٰ پندرہ علمائے کرام نے مہر فرمادی، مفتی شافعیہ جنہوں نے سال گذشتہ میں اختلاف کیا تھا، انہوں نے بھی مہر کر دی۔ آج تک برابر اسی کوشش

(1) علامہ سید علوی ابن عقیل ولادت 1262ھ وصال 1338ھ رئیس السادات العلویہ مکہ معظمہ
(2) علامہ سید محمد عبدالرزاق المرزوقی ولادت 1284ھ علامہ شیخ عبدالحق مہاجر کی اور قاضی القضاة علامہ امام صالح کمال کے ممتاز ترین شاگرد تھے، عہد عثمانی میں مکہ معظمہ کے قاضی ہوئے، عہد ہاشمی میں وزارت تعلیمی کے رکن خاص مقرر ہوئے۔ باب قطبی اور باب باسطی کے درمیان ایک رواق میں حلقہ درس قائم تھا جس میں کبار اہل علم و معرفت حاضر ہوتے تھے۔ 25 صفر 1360ھ میں وصال ہوا۔ ان کو امام احمد رضا بریلوی سے علوم و سلاسل کی اجازت بھی حاصل تھی اور ان کو امین الفتویٰ اور مبین التقویٰ کے بلند خطاب سے نوازا تھا۔
(3) شائم العنبر فی ادب النداء امام السنبر، اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن کی تصنیف لطیف ہے۔ اس کا موضوع خطبہ جمعہ کی اذان کا موقع اور محل ہے۔ اس مسئلے کی تاریخ یہ ہے کہ عہد رسالت و عہد تبیین بلکہ جملہ خلفائے راشدین اور اس کے بہت بعد تک بھی یہ اذان مسجد کے دروازے پر ہوتی رہی اور فقہ و فتاویٰ کی متعدد کتابوں میں تصریح ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے ان عبارتوں میں نہ تو کسی اذان کا استثناء ہے نہ تخصیص لیکن زمانہ ما بعد میں نہ معلوم کب سے یہ رواج پڑ گیا کہ خطبہ کی اذان خاص مسجد کے اندر منبر سے متصل ہونے لگی اور بیچ وقتہ اذانوں کا رواج بھی اب عام طور پر مسجد کے اندر ہی ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے اس مسئلے کی بابت دریافت کیا گیا آپ نے تحقیقی جواب دیا کہ ”یہ اذان مسجد کے اندر مکروہ اور خلاف سنت ہے۔“ تفصیل کے لیے اصل رسالہ کی جانب رجوع فرمائیں۔ اس رسالے کی زبان عربی ہے اور اب اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ اختلافی تھا لہذا علمائے حرمین کی تائیدات لینے کا حضرت صدر الشریعہ نے خصوصی اہتمام فرمایا۔



میں رہا بلکہ اس کام کو عمرہ پر میں نے مقدم سمجھا کہ اس درمیان میں صرف چار عمرے کیے اور صبح سے شام تک دوڑتا پھرتا رہا یہاں تک اب کافی ودوانی تصدیقات حاصل ہو گئیں۔

مولوی عبدالکریم صاحب بخیریت ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں اور طالب دعا ہیں ان کی وجہ سے فقیر کو بہت آرام ملا کسی بات میں انہوں نے تکلیف نہ ہونے دی ورنہ دیکھا جاتا ہے کہ اس سفر میں کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوتا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فقیر امجد علی اعظمی عنہ (۱)

2. حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب کے نام

حضرت صدر الشریعہ کا یہ خط اپنے چہیتے شاگرد، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے نام ہے۔ ملاحظہ فرمائیے لفظ لفظ سے اپنے تلمیذ ارشد کے لیے شفقت و محبت پھوٹ رہی ہے:

عزیزم محترم عزیز اسعد مولانا سردار احمد صاحب سلمہ!

السلام علیکم

شوال میں بریلی شریف کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ تم فتنہ و فساد کی وجہ سے مع اہل و عیال لاہور چلے گئے ہو میں نے کئی خط (مولانا ابوالبرکات) مولوی سید احمد کے نام لاہور روانہ کیے تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لیے سخت بے چین تھا جب کسی صورت سے پتہ نہ چلا تو غالباً دو ہفتے ہوئے ہوں گے اخباروں میں شائع کرایا مگر اس کا جواب بھی کسی پرچہ میں شائع نہ ہوا آج عزیزم مولوی اعجاز خاں کا خط بریلی سے آیا ہے جس میں انہوں نے تمہارا (پاکستان کا) پتہ بھی تحریر کیا ہے لہذا بے چینی کے ساتھ اس خط کے جواب کا انتظار کروں گا۔ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی خیریت سے اور وہاں (پاکستان) کے حالات سے جلد مطلع کرو..... یہ خط طویل ہے اس خط پر محدث اعظم پاکستان کے شاگرد رشید علامہ محمد مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ نے یہ تحریر کیا ہے:

سیدی دامت برکاتہم! السلام علیکم ان حوادث کے دور میں حضور کے احوال سے بے خبری ہم کفش برداروں کے لیے کس قدر جانکاح ہے وہ ہمارا قلب ہی جانتا ہے حضرت مرشدی (صدر

(1) مبارک حسین مصباحی مولانا ماہنامہ اشرفیہ، ص 25، اپریل 2001ء



الشریعہ) آپ کے لیے کس قدر بے چین ہیں وہ میں شب و روز دیکھتا ہوں اور خود بھی بے چین ہو جاتا ہوں اس لئے دست بستہ عرض ہے کہ حضور ہمیں بہت جلد اپنے احوال سے مطلع فرمائیں۔ فقط آپ کا کفش بردار محمد شریف الحق امجدی۔ ۷ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ (۱)

(3)

حضرت صدر الشریعہ کا یہ مکتوب بھی محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب کے نام

ہے:

عزیزم سلمہ دعا

تمہارا ایک خط پنجاب سے آیا تھا جس میں تم نے بریلی کی روانگی کا قصد ظاہر کیا تھا اب یہ دوسرا خط اجمیر شریف سے آیا خیریت معلوم ہوئی۔ غالباً اب تم بریلی پہنچ گئے ہو گے۔ پہلے خط آنے کے بعد میں نے ایک خط چھوٹے مولانا صاحب (اعلیٰ حضرت کے شاہزادہ اصغر مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب) کے نام روانہ کیا۔ جس میں تمہیں بھی کچھ لکھ دیا۔ تمہیں دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے اور یہاں کے سب لوگ تمہارے مشتاق ہیں یہ تحریر کرو کہ تم کب یہاں آؤ گے۔ نہایت خلوص کے ساتھ دعا کرو کہ مولیٰ تعالیٰ افکار حاضرہ سے مجھے جلد اطمینان دے کر نجات بخشے چھوٹے حضرت صاحب کو میرا سلام کہہ دو۔ فقط (2)

(4)

حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ ہندو مسلم فسادات کے دوران پاکستان سے براستہ کھوکھرا پار سندھ آخری مرتبہ بریلی شریف حاضر ہوئے تو یہ خبر فرحت اثر سن کر حضرت صدر الشریعہ نے فوراً بریلی شریف مکتوب ارسال کیا تحریر فرماتے ہیں:

عزیزم سلمہ! ادعیہ وافرہ کے بعد واضح ہو کہ تمہارا خط بریلی کا بھیجا ہوا موصول ہوا۔ خیریت معلوم ہوئی کہ تم مع الخیر بریلی پہنچ گئے۔ تمہارے ہر خط کا جواب میں نے روانہ کیا ہے۔ پاکستان سے جو خط تم نے بھیجا تھا اس کا جواب چھوٹے مولانا صاحب کے خط میں لکھ دیا تھا۔ اجمیر شریف سے جو خط بھیجا اس کا جواب بریلی محلہ سوداگران کے پتہ سے تمہارے نام روانہ کیا۔ پچھلے خط کا

(1) محمد جلال الدین قادری مولانا محدث اعظم پاکستان، ص 82-81

(2) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا سوانح صدر الشریعہ ص 115 باختصار



جواب آج روانہ کرنا ہوں..... بریلی شریف ہم تمام اہل سنت کے لیے مرکز ہے اور وہ تقریباً کام کرنے والے سے خالی ہے۔ وہاں کسی بلکہ کئی اچھے کارکن کی سخت ضرورت ہے، میرا خیال ہے کہ چھوٹے مولانا صاحب تمہیں ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ پہلے تم گورداسپور میں رہتے تھے اور اب گوجرانوالہ میں رہو گے کچھ بہت زیادہ فرق نہیں۔ صرف راستہ کی بے امنی ہے جس کی وجہ سے وہ جگہ دور ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد یہ بات جاتی رہے گی۔ مسبب الاسباب کوئی سبب پیدا فرمادے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بال بچوں کے پاس رہنا یا قریب میں رہنا ہر شخص پسند کرتا ہے، مردیندار کے لیے خدمت دین و ضروریات دین کا خیال سب سے مقدم ہوتا ہے، میں مجبور نہیں کرتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ تم خود غور کرو اور جو صورت زیادہ تر دین کے لیے مفید ہو اسے اختیار کرو۔ فقیر تمہارے دیکھنے کا بہت زیادہ مشتاق ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ کب تم سے ملاقات ہوتی ہے۔ مفتی اعظم کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا (۱)۔

اپنے استاد محترم کی زیارت کے لیے جب محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ گھوسی روانہ ہوئے تو صدر الشریعہ قدس سرہ بیچ تلامذہ واجباب استقبال کے لیے تشریف لائے استاذ و شاگرد دونوں کی ملاقات ہوئی اسی خوشی میں رات کو محفل میلاد شریف کا انتظام فرمایا اور اپنے شاگرد رشید حضرت محدث اعظم پاکستان کے متعلق بہت سے تعریفی کلمات اور دعائے جملے ارشاد فرمائے۔

5. بڑے صاحبزادے حکیم شمس الہدیٰ صاحب کے نام

نور چشم سلمہ! دعا، کل تمہارا مخط وصول ہوا۔ بچی سلمہ کی علالت میں ابھی تک افاقہ نہیں ہوا اسکی فکر ہے دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ جلد صحت و عافیت دے۔ پرہیز کی بہت تاکید رکھنا ہے۔ یرقان کے لیے لکھا تھا کہ سورہ لم یکن (2) سات مرتبہ پڑھ کر روزانہ آنکھوں پر دم کر دیا کرو تم نے اس کو کیا ہوگا اور نہ کیا ہو تو اب کرو۔ ہنسی کی طبیعت ابھی تک ویسی ہی ہے کچھ افاقہ نہیں ہوتا۔ دس بارہ روز سے زیادہ ہوئے جب چار روز تک بخار نہیں آیا تھا اس پر بہت اطمینان ہو گیا مگر پھر آنے لگا۔ موتی جھرہ کے دانے اب تک باقی ہیں۔ پانچ روز ہوئے سینہ اور پسلیوں میں درد ہو گیا تھا تین روز کے بعد وہ دور ہوا تو پرسوں شام سے پاؤں پر کچھ خفیف سا ورم پیدا ہو گیا ایک نہ ایک بات ہوتی

(۱) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا سوانح صدر الشریعہ ص ۱۱۷ بتصرف

(2) سورة البينة، القرآن الحكيم

رہتی ہے جس سے سخت پریشانی ہوئی۔ یہ بھی خیال کیا کہ تبدیلی آ ب و ہوا کی غرض سے مکان پر پہنچا دوں مگر اتنا لمبا سفر کیونکر کرے گی اور گاڑیوں کے بدلنے میں بہت دشواری ہوگی کچھ افاقہ ہو جائے تو یہی کیا جائے۔ تم لوگ بھی دعا کرو کہ خدا ان سب کو صحت دے اور ہماری پریشانیاں دور فرمائے۔ سب لوگوں کو سلام کہہ دینا۔

فقیر امجد علی اعظمی عفی عنہ (1)



اسرائیلتہ

اساتذہ

الماس ویا قوت بے شک قیمتی ہوتے ہیں مگر الماس تراش کی تراش خراش انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ اسی طرح بڑے بڑے علماء کی علمیت و قابلیت میں اساتذہ کی تعلیم و تربیت چار چاند لگا دیتی ہے۔ لہذا کسی فاضل دوراں کے علم و فضل کو ان کے اساتذہ کرام کے تذکرے سے قطع نظر کر کے کما حقہ نہیں سمجھا جاسکتا، حضرت صدر الشریعہ کے فضل و کمال کو بھی اسی پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

آپ نے ابتدائی کتب اپنے والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین، مولانا الہی بخش کوپا گنجوی، مولانا محمد صدیق صاحب گھوسوی، سے پڑھیں، طب کی تعلیم حکیم عبدالولی صاحب لکھنوی سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے حضرت علامہ ہدایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، طریقت و سلوک کی تعلیم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی نیز فتاویٰ کی تربیت بھی انہیں سے لی، اجازت و خلافت بھی انہیں سے پائی۔ اختصار کے پیش نظر یہاں مندرجہ ذیل تین اساتذہ کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

(1) اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ

(2) حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ

(3) حضرت علامہ ہدایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

10 شوال المکرم 1272ھ مطابق 14 جون 1856ء کو بریلی شریف میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی ”محمد“ رکھا گیا۔ تاریخی نام ”الختار“ (1272ھ) اور پکارنے کے لیے آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمۃ نے ”احمد رضا“ تجویز فرمایا۔ (۱)

خاندان

آپ کے اجداد میں سے حضرت سعید اللہ خان صاحب قدہار سے لاہور تشریف لائے۔ مغلیہ حکومت نے آپ کو شش ہزاری عہدے پر فائز کیا بعد میں صوبہ دار مقرر کیا۔ آپ کی اولاد بھی نسل در نسل دربار شاہی میں نمایاں مناصب پر متمکن رہی۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب کے دور میں اس خاندان کا رجحان دنیاوی عہدوں سے بالکل ہٹ کر دین کی خدمت کی جانب ہو گیا۔ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب بے مثل عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ولی کامل بھی تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات ہیں جو حیاتِ اعلیٰ حضرت میں مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے بیان فرمائی ہیں۔ آپ کے صاحبزادے اور اعلیٰ حضرت کے والد محترم رئیس المحکمین مولانا تقی علی خاں صاحب اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم بے مثل مناظر اور بے نظیر معنف تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً چالیس ہے (2)۔ جن میں تفسیر الم نشرح، سرور القلوب فی ذکر الخوب اور جواہر البیان فی اسرار الارکان معروف و مقبول ہیں۔ الغرض اعلیٰ حضرت کا خاندان علم و عمل اور شریعت و طریقت میں عظیم مقام کا حامل ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی چند کتب حضرت مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمۃ سے پڑھیں شرح چھینی کا بعض حصہ مولانا عبدالعلی راپوری سے پڑھا بقیہ تمام تعلیم اپنے والد ماجد رئیس المحکمین مولانا تقی علی خاں علیہ الرحمۃ سے حاصل کی اور تیرہ برس دس مہینے پانچ دن کی عمر شریف میں 14 شعبان

(۱) غلام سرور قادری مفتی الشاہ احمد رضا بریلوی ص 10

(2) محمد شہاب الدین رضوی مولانا تقی علی خاں بریلوی ص 39

1286ھ مطابق 19 نومبر 1869ء کو فارغ التحصیل ہوئے اسی دن مسئلہ رضاعت سے متعلق فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا (۱)۔

فتویٰ نویسی

رضاعت سے متعلق آپ کے دیئے ہوئے درست جواب سے آپ کے والد ماجد نے آپ کی ذہانت و فراست کا اندازہ لگا لیا اور اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد فرما دیا۔ اعلیٰ حضرت نے والد ماجد کی تفویض کر وہ اس ذمہ داری کو نہایت خوبی سے نبھایا۔ ملک و بیرون ملک یہاں تک کہ مکہ و مدینہ سے آئے ہوئے سوالوں کے جواب بھی عطا فرمائے۔ نیز سوال جس زبان میں تھا جواب بھی اسی زبان میں عطا فرمایا۔ فتاویٰ رضویہ میں عربی، فارسی اور اردو فتاویٰ کے ساتھ انگلش میں بھی ایک فتویٰ موجود ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اگر سوال نظم میں ہے تو جواب بھی نظم میں اور اگر سوال نثر میں تو جواب بھی نثر میں دیا گیا ہے۔ فتویٰ نویسی کے فرائض آپ نے 54 جون برس انجام دیئے جو کہ ایک ریکارڈ سے کم نہیں۔

بیعت و خلافت

جمادی الاولیٰ 1294ھ میں آپ خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی نور اللہ مرقدہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ حضرت نے بے حد کرم کیا اور بیعت کرتے ساتھ ہی خلافت بھی عطا فرمادی۔ دیگر حاضرین و مریدین کو رشک ہوا اور عرض کیا حضور اس بچے پر یہ کرم کیوں ہوا؟ ارشاد فرمایا اے لوگو تم ”احمد رضا“ کو کیا جانو یہ فرما کر رونے لگے اور ارشاد فرمایا ”قیامت کے دن رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ آل رسول تو دنیا سے کیا لایا؟ تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا (2)۔“

علوم جدیدہ و قدیمہ میں مہارت

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے جن علوم و فنون کی تحصیل اپنے اساتذہ اور ذاتی مطالعے سے کی ان کی تعداد 55 تک پہنچتی ہے۔ ان علوم و فنون کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(1) علم قرآن (2) علم حدیث (3) اصول حدیث (4) فقہ حنفی (5) کتب فقہ و جملہ

(1) بدرالدین احمد قادری رضوی علامہ سوانح امام احمد رضا ص 99

(2) نسیم بستوی علامہ مجدد اسلام بریلوی ص 48



مذہب (6) اصول فقہ (7) جدل مہذب (8) علم تفسیر (9) علم العقائد والکلام
(10) علم نحو (11) علم صرف (12) علم معانی (13) علم بیان (14) علم بدیع
(15) علم منطق (16) علم مناظرہ (17) علم فلسفہ (18) علم تفسیر (19) علم ہیئت
(20) علم حساب (21) علم ہندسہ۔

مندرجہ بالا اکیس علوم کے بارے میں مولانا بریلوی لکھتے ہیں:

”یہ اکیس علوم ہیں جنہیں میں نے اپنے والد قدس سرہ الماجد سے حاصل کیا۔“

ان علوم و فنون کے بعد مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے:

(22) قرأت (23) تجوید (24) تصوف (25) سلوک (26) اخلاق (27) اسماء

الرجال (28) سیر (29) تواریخ (30) لغت (31) ادب مع جملہ فنون

ان دس علوم کے بارے میں لکھا ہے:

”ان علموں کی بھی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا پر

نقا و علمائے کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے۔“

پھر ان علوم و فنون کا ذکر کیا ہے:

(32) ارثا طبعی (33) جبر و مقابلہ (34) حساب سنی (35) لوگر تقم (36) علم التوقیت

(37) مناظرہ و مرابا (38) علم الاکر (39) زیجات (40) مثلث کروی (41) مثلث

مسطح (42) ہیئت جدیدہ (43) مربعات (44) جفر (45) زائرچہ

ان چودہ علوم کے بارے میں لکھا ہے:

”ان علموں کی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے کسی اقاوہ بخش استاد سے حاصل نہیں

کیا نہ پڑھ کر نہ سن کر نہ باہمی گفتگو سے۔“

اور پھر آخر میں لکھا ہے

”تو گویا یہ انیس علوم ایسے ہیں جن کی تعلیم صرف آسمانی فیض سے مجھے حاصل ہوئی۔“

اس کے بعد مندرجہ ذیل علوم و فنون کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی تعلیم کسی استاد سے

حاصل نہیں کی۔“

(46) نظم عربی (47) نظم فارسی (48) نظم ہندی (49) نثر عربی (50) نثر فارسی



(51) نثر ہندی (52) خط نسخ (53) خط نستعلیق (54) تلاوت مع تجوید (55) علم

الفرائض (1)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علوم و فنون کا جہان صرف ایک ہی ہستی میں جمع ہے بقول شاعر
لیس علی اللہ بمستکر ان یجمع العالم فی واحد قابل غور بات یہ ہے کہ یہ مہارت
صرف دینی و مذہبی علوم ہی سے متعلق نہیں بلکہ جدید علوم میں بھی ہے۔ ریاضی کے مضمون میں آپ
کی قابلیت کا عالم یہ تھا کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین جن سوالات
کے حل کے لیے جرمنی جانے کا تہیہ کر چکے تھے وہ آپ نے حل فرمائے۔ اس بات سے متاثر ہو کر
ڈاکٹر ضیاء الدین نے کہا ”صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے (2)۔“

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے دنیا کی ہیئت دانوں کے نظریات کو چیلنج کیا مثلاً آنرک نیوٹن،
البرٹ آئن سٹائن، البرٹ ایف۔ پورٹا..... موخر الذکر کے نظریہ کو تو اس کے عہد میں باطل کر
دکھایا اور ایک بڑا کارنامہ انجام دیا۔ آنے والوں کو مغرب کی اندھی تقلید سے محفوظ کر دیا (3)۔ مختلف
علوم و فنون میں ایک ہزار سے زائد تصانیف آپ کی یادگار ہیں جن میں سے عالم اسلام نے سب
سے زیادہ فیض ترجمہ قرآن کنز الایمان، فتاویٰ رضویہ اور حدائق بخشش سے حاصل کیا (4)۔

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے رگ و پے میں بس گیا تھا۔ آپ کے ہر عمل سے
اور تحریر کے ہر لفظ سے اسی جذبے کا اظہار ہوتا ہے۔ یہی جذبہ تھا جس کی بناء پر تمام مذاہب
باطلہ کا رد کیا۔ بارگاہ رسالت میں کسی کی ادنیٰ سی گستاخی دیکھی تو فوراً ٹوکا اور سختی سے رد کیا۔ ایک
مرتبہ مشورہ پیش ہوا کہ رد کرتے ہوئے زبان ذرا نرم رکھی جائے تو فرمایا ”میری خواہش یہ ہے کہ سختی
سے رد کرنے کی بناء پر مخالفین میرے دشمن بن جائیں اور مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیں اور یوں کم
از کم اتنی دیر تو میری پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے سے رکے
رہیں۔“

(1) محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص 29

(2) محمود حسین بریلوی پروفیسر دنیائے علم و فن اور امام احمد رضا مشمولہ معارف رضا ص 60 1995ء

(3) محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر آئینہ رضویات ص 155

(4) ایضاً ص 154



دیگر معمولات

آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لیے تھے نہ کسی کی تعریف سے مطلب نہ کسی کی ملامت کا خوف حدیث شریف من احب لله و ابغض لله و اعطى لله و منع لله فقد استكمل الايمان“ کے مطابق آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لیے مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لیے کسی کو دیتے تو اللہ ہی کے لیے اور نہ دیتے تو اللہ ہی کے لیے۔

ہفتہ میں دو بار جمعہ اور منگل کو لباس تبدیل فرمایا کرتے تھے ہاں اگر عید یا بقر عید یا عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی بارہویں ربیع الاول کا دن جمعرات یا سنچر کو پڑتا تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔

آپ ہمیشہ بشکل نام اقدس محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سویا کرتے اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سریم کہیاں ”ح“ کریم اور پاؤں وال بن کر گویا نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نقشہ بن جاتا۔

کتب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے اگر کسی حدیث شریف کی ترجمانی فرما رہے ہیں اور درمیان میں کوئی شخص بات کا ثنا تو سخت کبیدہ اور ناراض ہوتے۔ مجلس میلاد شریف میں ذکر ولادت شریف کے وقت صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے باقی شروع سے آخر تک ادباً دوزانو بیٹھے رہتے۔

ہنسنے میں کبھی ٹھٹھانہ لگاتے، جمائی آنے پر انگلی دانتوں میں دبالیٹے جس کی وجہ سے کوئی آواز پیدا نہ ہوتی، قبلہ کی طرف منہ کر کے کبھی نہ تھوکتے نہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلاتے۔ خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال فرماتے۔

تصنیف و تالیف کتب بنی فتویٰ نوکی اور اوراد و اشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں حاضر ہوتے اور ہمیشہ نماز باجماعت ادا فرمایا کرتے اور باوجود یہ کہ بے حد حاز مزاج تھے مگر کیسی گرمی کیوں نہ ہو ہمیشہ علامہ اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔ اکثر مکان ہی سے وضو کر کے مسجد میں تشریف لاتے۔ وضو اور غسل میں بہت احتیاط فرمایا کرتے آپ کے وضو کے لیے عموماً دو لوٹے پانی رکھا جاتا۔ نماز سے فارغ ہو کر مکان تشریف لے جایا کرتے لیکن



عصر کی نماز پڑھ کر حویلی میں چار پائی پر تشریف رکھتے اور چاروں طرف کرسیاں بچھا دی جاتیں۔ زیارت کا اشتیاق رکھنے والے حضرات کرسیوں پر بیٹھتے اور اپنی حاجتیں پیش کرتے ان کی حاجتیں پوری کرتے، اگر کسی شخص کو کوئی چیز دیتے اور وہ بایاں ہاتھ بڑھاتا تو فوراً دست مبارک روک لیتے اور فرماتے کہ داہنے ہاتھ میں لو بائیں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے (۱)۔

وصال پر ملال

دنیاۓ اسلام کا یہ عظیم انسان جس نے ملت اسلامیہ کو قعرِ مذلت سے نکال کر اوجِ ثریا تک پہنچایا۔ جس نے اپنے ناموس کو ناموسِ اسلام و ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان کر دیا، جس کی عظمت کا عرب و عجم نے اعتراف کیا۔ جس نے نصف صدی تک گلشنِ اسلام کو اپنے خونِ جگر سے سینچا..... ہاں یہ عظیم انسان فریضہ تجدد و احیائے دین متین کی تکمیل کے بعد 25 صفر المظفر 1340ھ / 1921ء یوم جمعۃ المبارک اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز (۲)۔

ذکرِ رضا

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی کو وصال فرمائے ہوئے اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود دنیا کے گوشے گوشے اور کونے کونے میں آپ کا ذکر ہو رہا ہے، آپ کی یاد میں کانفرنسیں، مجالس اور محافل منعقد کی جا رہی ہیں۔ جامعات میں آپ کے حالات و افکار اور خدمات پر ریسرچ کی جا رہی ہے۔ تقریباً سات فضلاء آپ کی سوانح کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کے بعد پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ نیز کئی محققین مختلف یونیورسٹیوں میں ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ جات لکھ رہے ہیں۔ عالمِ اسلام کے عظیم علمی مرکز جامعۃ الازھر میں بھی ایم۔ فل کے دو مقالہ جات آپ کی فقہی خدمات اور عربی شاعری کے موضوع پر تحریر کیے جا چکے ہیں۔ مصر ہی کے ایک فاضل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے اعلیٰ حضرت کے مشہور زمانہ سلام ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ کا منظوم عربی ترجمہ ”المنظومۃ السلامیہ فی مدح خیر البریہ“ اور حدائق بخشش کا منظوم عربی ترجمہ ”صفوة المدح“ کے عنوان سے کر کے شائع کروا دیا ہے (۳)۔ اور

(۱) بدرالدین احمد قادری رضوی علامہ سوانح امام احمد رضا ص 119-120

(۲) محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی ص 140

(۳) محمد عبدالکلیم شرف قادری مولانا امام احمد رضا انٹرنیشنل سنی کانفرنس برطانیہ، لمحہ بہ لمحہ رپورٹ س 160



یوں دنیا کے قریے قریے میں اعلیٰ حضرت کی عظمت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ بقول شاعر

قریہ بہ قریہ، کو بہ کو، شہر بہ شہر اور جو بہ جو

تیرا ہی ذکر ہے رضا کوچہ بہ کوچہ سو بہ سو

تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت (۱)

حضرت صدر الشریعہ تقریباً گیارہ برس اپنے شیخ طریقت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا

خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اس دوران انہوں نے اپنے مرشد کی شخصیت

میں جو کچھ دیکھا، وقتاً فوقتاً بیان کیا۔ حضرت صدر الشریعہ کے بیان کردہ یہ واقعات مختلف کتب میں

منتشر ہیں جنہیں یہاں یکجا کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

الدولة المکیہ

الدولة المکیہ بڑی ضخیم کتاب ہے اور اس پر اعلیٰ حضرت کے حواشی قدیمہ و جدیدہ بھی ہیں۔

اس کتاب کی تصنیف بھی عجیب و غریب عنوان سے ہوئی، جب مکہ معظمہ حاضر ہوئے اس سال

مولوی خلیل احمد صاحب ایٹھوی بھی خاص یہ مقصد لے کر مکہ معظمہ گئے کہ اعلیٰ حضرت کے خلاف

ان کی مکہ معظمہ موجودگی میں ایک فتویٰ حاصل کیا جائے بلکہ اس امر کی کوشش کی جائے کہ کچھ نہ کچھ

ان کو وہاں سزا ہو جائے۔ لہذا مولوی خلیل احمد صاحب نے علم غیب کے متعلق چند سوالات مرتب

کیے اور علمائے اہل سنت پر ان سوالات میں افتراء کیا کہ علم خدا اور رسول کو یہ لوگ مساوی بتاتے

ہیں۔ غرض یہ کہ انہوں نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح ان کے کفر کے متعلق فتویٰ حاصل کیا جائے۔

شریف مکہ کے پاس سوالات پیش کیے گئے اور یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں کا یہ مذہب ہے ان کے ایک

بڑے زبردست عالم موجود ہیں اس سے مقصد یہ تھا کہ معاذ اللہ وہ اعلیٰ حضرت کو ایذا پہنچانا چاہتا

تھا۔ شریف صاحب نے وہ سوالات مولانا شیخ صالح کمال صاحب مفتی حنفیہ کو دے دیے کہ آپ ان

کے شرعی جوابات تحریر کریں اور اس کے قائل کے متعلق شریعت کے جو احکام ہیں وہ لکھیں یہ سب

کاروائیاں وہابیوں نے اندرونی طور پر کی تھیں جس کی وجہ سے یہاں کسی کو خبر نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کو حق

کا غالب کرنا مقصود تھا (2)۔

(1) راقم السطور کا یہ مضمون جریدہ حمیدہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گجراتوالہ میں شائع ہو چکا ہے۔ موضوع کی

مناسبت سے یہاں چند اضافوں کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

(2) عبدالمنان اعظمی، مفتی حیات صدر الشریعہ، ص 35



مفتی حنفیہ سے اعلیٰ حضرت کی ملاقات

واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال صاحب حرم شریف میں کتب بنی کے لیے تشریف لے گئے اور اسی وقت اعلیٰ حضرت بھی اسی مقصد سے جاتے ہیں، دونوں حضرات کتب بنی میں مشغول ہیں۔ دونوں میں کبھی ملاقات نہ تعارف نہ کوئی بات چیت اتفاقاً اعلیٰ حضرت کی نظر پڑی حضرت صالح کمال جو کتاب دیکھ رہے تھے اس کا ورق نہ اڑنے کی خاطر دوات رکھ دی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے کتاب پر دوات رکھی دیکھ کر دوات کو اٹھا کر نیچے رکھ دیا اور کتب بنی میں مشغول ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد نظر پڑی تو دوات کتاب پر رکھی ہوئی دیکھی، پھر کتاب سے دوات کو ہٹا دیا۔ مولانا شیخ صالح کمال صاحب نے جب دوسری مرتبہ یہ معاملہ دیکھا تو ناگواری ظاہر فرمائی۔ اور اعلیٰ حضرت پر معترض ہوئے کہ ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا کہ کتاب پر دوات یا کسی چیز کا رکھنا جائز نہیں۔ فرمایا کہ یہ کس نے کہا کہ جائز نہیں اور کہاں؟ جب اعلیٰ حضرت نے کتاب کا حوالہ دیا اور انہیں جو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا، معلوم ہوا، اس سے ان کو مسرت ہوئی۔ پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اپنا نام اور پتہ وغیرہ بتایا اور باہم علمی گفتگو بھی ہوئی جس سے مولانا صالح کمال نے اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا کچھ اندازہ کیا۔

اس وقت مولانا صالح کمال صاحب نے فرمایا کہ آپ کے اور آپ کی جماعت کے متعلق ہمارے پاس کچھ سوال آئے ہیں جس میں اس قسم کی باتیں مذکور ہیں۔ لہذا میں یہ چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ میں خود اس کا کوئی جواب تحریر کروں، آپ سے استفسار کر کے جواب چاہتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ اگر آپ سے ملاقات نہ ہوتی تو آپ کے خلاف اس کے جوابات تحریر کر کے شریف مکہ کی خدمت میں پیش کر دیتا جس کا نتیجہ آپ کے حق میں بہت برا ہوتا۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے وہ سوالات پیش کیے گئے، قلم اور دوات اٹھایا اور چاہا کہ فوراً جواب تحریر کریں، مولانا صالح کمال صاحب نے فرمایا کہ اتنی جلدی جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اس کو قیام گاہ پر لے جائیں اور اطمینان کے ساتھ جواب تحریر کریں چنانچہ وہاں سے واپس آنے کے بعد اس کتاب ”الدولۃ المکیہ“ کی تصنیف شروع ہوئی (۱)۔

باوجود بخار اور علالت طبع کے چند گھنٹہ میں یہ کتاب لکھی گئی۔ دیکھنے والا تعجب کرتا ہے، اتنی

(۱) عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص 36



جلدی اس کتاب کی تصنیف کیونکر ہو سکی؟ اگر کوئی بہت تیز نویس اس کو نقل کرنا چاہے تو جتنی دیر میں تصنیف ہوئی ہے کم از کم چوگنا یا پانچ گنا وقت اس کی نقل میں صرف ہوگا۔ مولانا حامد رضا خان صاحب نے اس کتاب کی تمیض فرمائی، جب مبیضہ ہو چکا تو مولانا صالح کمال صاحب کی خدمت میں پیش کیا وہ اتنی بڑی کتاب اتنے کم وقت میں تصنیف اور تمیض کی ہوئی دیکھ کر سخت متعجب اور حیران ہوئے۔ پھر اس کتاب کو شریف مکہ کی خدمت میں لے گئے۔ شریف مکہ صاحب نے باحتیاط اپنے صندوقچے میں بند کیا اور عمائد علماء کو بلا کر کئی روز تک شب میں وہ کتاب پڑھی جاتی اور سب لوگ بغور سنتے۔

اللہ تعالیٰ دیتا ہے وہابی منع کرتے ہیں

جب وہ موقع آیا کہ وسعت علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نصوص قرآنیہ احادیث اقوال ائمہ و اولیاء پیش کیے گئے ہیں تو خود شریف مکہ کو وجد آ گیا اور شدت ذوق میں فرمایا "اللہ یُعْطِی وَهُوَ لَا یَمْنَعُونَ" اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اتنا وسیع علم عطا فرماتا ہے اور یہ وہابیہ اس کو منع کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ یہ کتاب "الکلوۃ الحکیة" ایسی مقبول اور پسندیدہ ہوئی کہ تمام اکابر علماء نے اس پر تقریظیں اور تصدیقیں فرمائیں، اس کتاب کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا اعتراف کیا (۱)۔

مجدد دین و ملت

یہاں تک کہ جملہ علمائے حرمین شریفین نے آپ کو مجدد دین و ملت تسلیم کر لیا۔ چنانچہ علماء کی تقریظوں کی عبارتوں سے یہ امر ظاہر ہے۔ بکثرت علمائے حرمین طہین نے اعلیٰ حضرت سے سندیں حاصل کیں اور آپ کے علاوہ محض داخل ہوئے بلکہ آپ کے مرید ہوتے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔

عربی زبان پر اعلیٰ حضرت کی قدرت

ان علماء کو قلم برداشتہ جو سندیں تحریر فرمادی ہیں۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے اعلیٰ حضرت کو کس قدر وسعت علم اور کلام پر قدرت عطا فرمائی تھی۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بلا تکلف آپ کتنی فصیح و بلیغ عربی تحریر فرمانے کا ملکہ رکھتے

(۱) عبدالمنان اعظمی، مفتی حیات صدر الشریعہ، ص 37



تھے۔ دیکھنے والے اور جاننے والے جانتے ہیں اور ابھی وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کو عربی تحریر فرمانے میں یا عربی گفتگو کرنے میں کسی قسم کا کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا۔ جس طرح اردو میں لکھتے یا کلام کرتے اسی طرح عربی میں گفتگو یا عربی تحریر تھی بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ عربی لکھنا یا بولنا بہ نسبت اردو کے زیادہ سہل معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ علمی زبان ہے اور علم کے ادا کرنے کے لیے اس میں الفاظ زیادہ ملتے ہیں۔

زمانہ قیام مکہ معظمہ میں وہاں کے علماء کو اعتراف کرنا پڑا تھا کہ آپ عربی اس انداز سے اور اس لب و لہجے سے بلا تکلف ادا فرماتے ہیں کہ اگر پردہ ڈالا جائے تو کوئی سننے والا یہ محسوس نہیں کر سکتا یہ متکلم ہندی یا عرب کا رہنے والا نہیں ہے۔ عربی میں آپ کی گفتگو کئی قسم کی تھی، شہری عربی جو آج کل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رائج ہے۔ دوسری بدوی عربی کہ اسی لب و لہجے میں الفاظ ادا کیا کرتے تھے۔ شام اور مصر کے لوگ جس قسم کی عربی بولتے ہیں اس کو بھی بلا تکلف اسی انداز سے بولتے تھے اور ایک یہ فصیح کتابی عربی جو زمانہ رسالت اور اس کے کچھ بعد تک جاری تھی^(۱)۔

ترجمہ قرآن کنز الایمان

(ترجمہ قرآن کنز الایمان امت پر اعلیٰ حضرت کا بہت بڑا احسان ہے۔ لیکن اس ترجمہ کے اصل محرک حضرت صدر الشریعہ ہیں۔ آپ ہی نے امام احمد رضا قدس سرہ سے ترجمہ قرآن کی نہ صرف گزارش کی بلکہ اصرار بھی کیا، اعلیٰ حضرت نے وعدہ فرمایا مگر کثرت مشاغل کے باعث مستقل وقت نکالنا دشوار تھا۔ امام احمد رضا نے رات سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کا وقت متعین فرمایا^(۲)۔) چنانچہ حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں: ”جب سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیلولہ فرماتے تو میں کاغذ قلم لے کر بارگاہِ رضوی میں حاضر ہوتا اور میں قرآن مجید کی آیات پڑھتا اور اعلیٰ حضرت اس کا ترجمہ فرماتے اور میں ان ترجموں کو قید تحریر میں لیتا جاتا، اسی طرح سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ایک وہ وقت بھی آیا کہ قرآن شریف کا ترجمہ ”کنز الایمان“ کے نام سے مکمل ہو گیا^(۳)۔

ترجمہ کے بعد تفسیر

ترجمہ کے بعد میں نے چاہا تھا کہ اعلیٰ حضرت اس پر نظر ثانی فرمائیں اور جا بجا فوائد تحریر کر

(۱) عبد المنان اعظمی، مفتی حیات صدر الشریعہ، ص 37

(۲) آل مصطفیٰ مصباحی، سوانح صدر الشریعہ، ص 78

(۳) علماء المصطفیٰ مصباحی، مولانا صدر الشریعہ کے آنکھ، اہم کارنامے مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ، نمبر، ص 157



دیں۔ چنانچہ بہت اصرار کے بعد یہ کام شروع کیا گیا، دو تین روز تک کچھ لکھا گیا، مگر جس انداز سے لکھوانا شروع کیا اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ قرآن پاک کی بہت بڑی تفسیر ہوگی، کم از کم دس بارہ جلدوں میں پوری ہوگی..... اس وقت خیال پیدا ہوا کہ اتنی مبسوط تحریر کی کیا حاجت، ہر صفحہ میں کچھ تھوڑی تھوڑی باتیں ہونی چاہئیں جو حاشیہ پر درج کر دی جائیں لہذا یہ تحریر جو ہوری تھی بند کر دی گئی اور دوسری کی نوبت نہ آئی۔ کاش وہ مبسوط تحریر جو اعلیٰ حضرت لکھوار ہے تھے، اگر پوری نہیں تو دو ایک پارے تک ہی ہوتی جب بھی شائقین علم کے لیے وہ جواہر پارے بہت مفید اور کارآمد ہوتے (1)۔

خدا داد حافظہ

فتویٰ نویسی جو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں سرانجام دیا کرتا تھا وہ اکثر عموماً املا کی صورت میں ہوتی تھی کہ اعلیٰ حضرت کے سامنے سوال پڑھ کر سنا دیا جاتا تھا، پھر جواب ارشاد فرماتے اور لکھ لیا جاتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سوالوں سے متعدد نمبر ایک ساتھ سنا دیئے جاتے اور سب کا جواب سلسلہ وار اور نمبر وار املاء فرمایا کرتے تھے جن سے اعلیٰ حضرت کے حافظہ اور ذہانت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے (2)۔

اعلیٰ حضرت قبلہ نے متعدد بار یہ فرمایا کہ دو شخص جب میرے پاس کچھ لکھنے بیٹھے ہیں تو مجھے غور و خوض اور سوچنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل میرے قلب پر مضمون کالقاء ہوتا ہے، ایک حضرت مولانا موسیٰ احمد صاحب سورنی، دوسرے مولانا امجد علی اعظمی (3)۔

خدمتِ دین و افتاء

ایک مرتبہ کسی بڑے عالم مرجع افتاء کا ذکر فرمایا کہ ان سے لوگ اس کثرت سے فتویٰ پوچھا کرتے تھے کہ حالتِ نزاع میں بھی ان سے مسائل پوچھے اور انہوں نے جوابات دیئے۔ اس تذکرے کے بعد حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا آپ سے بھی ایسا ہی ہوگا کہ لوگ اس وقت بھی استفادہ کریں گے اور دینی معلومات حاصل کریں گے ارشاد فرمایا اگر تائید ایزوی شامل رہی تو جس وقت بھی مجھ سے مسائل پوچھے جائیں گے اس کا جواب دوں گا۔ اور ان شاء اللہ صحیح دوں گا۔

(1) عبدالمنان اعظمی، معنی حیاتِ صدر الشریعہ، ص 44

(2) ایضاً ص 44

(3) ایضاً ص 46



وصال سے ایک روز قبل میرے پاس ایک استفتاء آیا جس میں مجھے کچھ دشواری پیش آئی اور صحیح بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہوتا اور جو بات ذہن میں آتی مخدوش نظر آتی۔ میں حاضر آستانہ ہوا پردہ کرا کر حضور کی خدمت میں پہنچا۔ مزاج پرسی وغیرہ کے بعد استفتاء کا مضمون عرض کیا اور یہ بھی کہ اس کا جواب کیا ہونا چاہئے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا پھر میں نے عرض کیا یہ حکم کس کتاب میں اور کس مقام پر ہے؟ فرمایا بحر الرائق میں فلاں مقام پر۔ اس کے بعد فرمایا آج میری لڑکی میرے سامنے آئی بہت دیر سوچتا رہا اور اس کا نام مجھے یاد نہیں آتا تھا۔ اب میرے دماغ کی یہ حالت ہے مگر الحمد للہ کہ دینی مسائل و عقائد اور بد مذہبوں کے جملہ مضامین میرے پیش نظر ہیں ان باتوں کے لیے مجھے غور و خوض کی حاجت نہیں۔ کسی بد مذہب کو کس بارے میں عاجز کیا جاسکتا ہے؟ اس کی دکھتی رگ کون سی ہے؟ اب بھی بلا تامل بتا سکتا ہوں۔ میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو خدمت آپ کو سپرد فرمائی ہے وہ آپ ا خیر وقت تک انجام دیتے رہیں گے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا (۱۱)۔

وعظ و تقریر

اعلیٰ حضرت قبلہ وعظ فرمانے سے گریز کیا کرتے تھے سال میں دو وعظ اپنی خوشی سے بغیر کسی کے کہے فرماتے تھے ایک اپنے پیر و مرشد سیدنا آل رسول صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس میں اور دوسرے بار ہویں ربیع الاول شریف کو ان دو تقریروں کے علاوہ اگر کوئی تقریر کی ہے تو بہت زیادہ لوگوں کے اصرار اور مجبور کرنے پر یہاں تک کہ مدرسہ منظر اسلام کے جلسے جو اعلیٰ حضرت قبلہ کے زمانے میں مسجد بی بی جی میں نہایت شاندار اور کامیاب ہوا کرتے تھے ان جلسوں میں جب کبھی تقریر فرمائی ہے تو بہت زیادہ علماء و اکابر کے اصرار کرنے پر۔ اعلیٰ حضرت کی تقریر نہایت پر مغز بہت زیادہ مؤثر اور تقریر میں علمی نکات بکثرت ہوا کرتے تھے کبھی کوئی ایسی تقریر نہیں ہوئی جس میں سامعین پر عموماً گریہ طاری نہ ہو اور چاروں طرف سے آہ و بکا کی آوازیں نہ آئی ہوں (۲)۔

اصلاح خطباء و مقررین

اعلیٰ حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ”عموماً مقررین اور واعظین میں افراط و تفریط ہوتی

(۱) عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص 46

(۲) ایضاً، ص 49

ہے اور احادیث کے بیان کرنے میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دیا کرتے ہیں اور ان کو حدیث قرار دے دیا کرتے ہیں جو یقیناً حدیث نہیں ہیں۔ الفاظ حدیث کی تفسیر و تشریح اور اس میں بیان نکات یہ جائز ہے مگر نفس حدیث میں اضافہ اور جس شے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ فرمایا ہو اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا یقیناً وضع حدیث ہے جس پر سخت وعید وارد ہے۔ لہذا ایسی مجالس میں شرکت پسند نہیں کرنا جہاں اس قسم کی خلاف شرع بات ہو ۱۱۔

معمولات

اعلیٰ حضرت کے معمولات میں تھا کہ روزانہ بعد نماز عصر مغرب تک مردانے مکان میں تشریف فرما رہتے اور وہی وقت روزانہ حضور سے ملاقات کا تھا۔ کوئی صرف ملنے کے لیے آتا، کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے، بعض لوگ استفتاء بھی کرتے، جن کے جواب لکھوایا کرتے اور اسی وقت میں بعض بیرونی استفتاء جو آئے ہوئے ہوتے ان کے جواب لکھواتے جاتے اور ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن جمعہ سے عصر تک اور عصر کے بعد مغرب تک باہر تشریف رکھا کرتے۔ جمعہ کے بعد حاضرین کی ایک بڑی جماعت موجود رہتی اس وقت عموماً دینی بات لوگ دریافت کرتے اور حضور جواب دیتے، یا کسی حدیث یا آیت کے متعلق بیان فرماتے۔ حاضرین آستانہ میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کو دنیا کی باتوں میں لگھو کرتے دیکھا، ہمیشہ کوئی نہ کوئی دینی تذکرہ ہی رہا کرتا (2)۔

عید اکبر

(بارہ) ربیع الاول شریف کی مجلس کا نہایت درجہ اہتمام ہوتا تھا، نیا لباس خاص طور پر اس موقع کے لیے بنایا جاتا، غسل فرماتے، کپڑے پہنتے، خوشبو وغیرہ استعمال کرتے اور یہ فرماتے کہ یہ ہمارے لیے عید اکبر ہے، میرے رشتہ داروں میں جو اس روز میرا شریک ہے اس کو اپنا شریک جانوں گا ورنہ نہیں، یہی میرے یہاں کی شادی ہے اور اسی کی شرکت سے سب سے زیادہ محفوظ ہوتا ہوں (3)۔

(1) عبدالمنان اعظمی، مفتی حیات صدر الشریعہ ص 51

(2) ایضاً ص 46

(3) ایضاً ص 50

ادب و احتیاط

1337ھ میں غالباً شوال کا مہینہ تھا اعلیٰ حضرت نے اپنی خاص مجلس میں یہ ذکر فرمایا کہ اگر انتظام ہو سکا تو اس سال مدینہ طیبہ جانے کا خیال ہے۔ اس موقع پر میں نے بھی عرض کیا کہ اگر حضور تشریف لے جائیں گے تو میں بھی ہم رکاب رہوں گا ارشاد فرمایا کہ ”مدینہ طیبہ تشریف لے جانے کی بجائے حاضر ہونا کہنا چاہئے“⁽¹⁾۔

لوگ اکثر بولا کرتے ہیں فلاں چیز کافی ہے جیسے چائے میں شکر ہے؟ جی ہاں کافی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی بزم میں کسی نے ایسے الفاظ استعمال کیے تو تنبیہ فرماتے اس لیے کہ لفظ کافی اسمائے الہی میں سے ہے اس لیے ایسے مواقع پر اس کا استعمال مناسب نہیں⁽²⁾۔

ایک دفعہ اعلیٰ حضرت علیل تھے۔ میں عیادت کو گیا حسب محاورہ پوچھا حضور اب شکایت کا کیا حال ہے؟ فرمایا شکایت کس سے ہو؟ اللہ سے نہ تو شکایت پہلے تھی نہ اب ہے۔ بندہ کو خدا سے کیسی شکایت۔ میں نے زندگی بھر کے لیے اس محاورہ سے توبہ کر لی⁽³⁾۔

عاجزی و انکساری

عالم ہونا بہت دشوار ہے اور اس زمانہ میں ہر کس عالم ہونے کا مدعی ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ”مجھے کبھی خواب میں بھی خیال نہیں آیا کہ میں عالم ہوں“ میرے استاذ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ ہمیشہ اپنے کو طالب علم ہی کہتے تھے کبھی عالم کہتے میں نے نہ سنا⁽⁴⁾۔

اتباع سنت

ناخن کاٹنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ”داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کرے اور چھنگلیا پر ختم کرے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرے اس کے بعد داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن ترشوائے۔ اس صورت میں داہنے ہی ہاتھ سے شروع ہوا اور داہنے پر ختم بھی ہوا۔ (در مختار) اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا بھی یہی معمول تھا اور یہ فقیر بھی اسی پر عمل کرتا ہے⁽⁵⁾۔

(1) عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص 79

(2) ایوب صابر القادری، مصباحی، مولانا صدر الشریعہ، ایک زندہ جاوید شخصیت، مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ

نمبر، ص 140، بتصرف (3) ایضاً، ص 140

(4) محمد امجد علی اعظمی، مولانا صدر الشریعہ، فتاویٰ امجدیہ، جلد چہارم، ص 242

(5) محمد امجد علی اعظمی، مولانا صدر الشریعہ، بہار شریعت، سولہواں حصہ، ص 123



امامتِ نماز

اعلیٰ حضرت قبلہ نے امامت کی خدمت بھی (میرے) سپرد فرمائی تھی۔ فجر، ظہر، عصر، تین نمازیں خود اعلیٰ حضرت پڑھایا کرتے تھے اور مغرب و عشاء یہ دونوں وقت عموماً دوسرے سے پڑھواتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی مسجد میں ان کی موجودگی میں ان کے حکم سے صرف چار شخص نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ مولانا حامد رضا خاں خلیفہ اکبر مولوی محمد رضا خاں صاحب برادر خورد حافظ یقین الدین صاحب یہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ بھی تھے اور قرآن پاک رمضان میں بھی سنایا کرتے تھے اور مولانا امجد علی اعظمی نمازوں کی ادائیگی میں اتنی احتیاطیں کی جاتیں جن کو کہیں نہیں دیکھا۔

وصال کے وقت سے کئی سال پیشتر جمعہ کی امامت بھی اعلیٰ حضرت نے میرے ذمہ سپرد فرما دی تھی (۱)۔

کرامت

(پہلی مرتبہ) میں جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دریافت فرمایا مولانا کیا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا مطب کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا ”مطب بھی اچھا کام ہے العلم علمان علم الادیان و علم الابدان مگر مطب کرنے میں خرابی یہ ہے کہ صبح صبح قارورہ دیکھنا پڑتا ہے“ اس ارشاد کے بعد مجھے قارورہ دیکھنے سے انتہائی نفرت ہو گئی اور یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کشف تھا میں امراض کی تشبیہ میں قارورہ سے ہی مدد لیتا تھا اور یہ تصرف تھا کہ قارورہ بنی سے نفرت ہو گئی (۲)۔

اعلیٰ حضرت کا وصال

اعلیٰ حضرت قبلہ کی علالت اب روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ بھوانی سے تشریف لاتے ہیں۔ کمزوری اتنی ہے مسجد آدی اور لاشی کے سہارے جو پہلے جایا کرتے تھے وہ بھی اب نہیں ہو سکتا۔ کرسی میں ڈنڈے باندھ دیئے گئے۔ اس پر بٹھا کر لوگ اٹھا کر وہاں پہنچاتے ہیں کیونکہ اعلیٰ حضرت ہمیشہ مسجد ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے بیماری کی وجہ سے بھی مسجد جانا نہیں چھوڑا کرتے

(۱) عبدالننار اعظمی مفتی خیات صدر الشریعہ ص

(۲) شریف الحق امجدی مفتی صدر الشریعہ ایک جامع صفات ہمہ گیر شخصیت مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ۴۰ ص اعلیٰ حضرت کے ارشاد فیض بنیاد کا اثر دیکھئے کہ حضرت صدر الشریعہ مطب ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر ہمد تن دین کی تدریس کے لیے وقف ہو گئے۔ سبحان اللہ۔

تھے۔ پچھلا جمعہ ادا کرنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ اب آئندہ جمعہ ملنے کی امید معلوم نہیں ہوتی، جمعہ کے بعد سے اب اتنی طاقت نہ تھی کہ کرسی پر بٹھا کر مسجد میں لایا جاتا۔ اب مکان کے اندر ہی نماز ادا فرماتے، مگر باوجود اس کمزوری کے نماز کھڑے ہو کر ہی ادا کرتے تھے۔ لوگ پکڑ کر کھڑا کر دیا کرتے تھے پھر چھوڑ دیتے اور فرض نماز اپنے آپ قیام کے ساتھ ادا فرمالتے تھے، سنتیں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے شاید آخر میں دو چار نمازیں ہی ہوئی ہوں جن کو بیٹھ کر ادا کیا ہو۔ اب جمعہ آیا یعنی 25 صفر المظفر 1340ھ آج مزاج کی کیفیت بہت بدلی ہوئی ہے، کمزوری بہت زیادہ ہے، کچھ ضروری وصیتیں بھی کیے جا رہے ہیں، اور وہ لکھی جا رہی ہیں، اس سے پہلے بھی ایک دفعہ وصیت نامہ تحریر کرنے کا حکم دیا تھا، بلکہ میں نے ہی وہ لکھا تھا اس وصیت نامے میں اور آج کے وصیت نامے میں تحریر تھا کہ فلاں فلاں شخص مجھ کو غسل دیں ان میں خصوصیت کے ساتھ میرا نام تھا کہ وہ غسل دیں اور فلاں فلاں مدد دیں۔ نماز جنازہ کی وہ دعائیں جو میرے فتویٰ میں تحریر ہیں اگر حامد رضایاد کر لیں تو وہ پڑھائیں ورنہ مولانا امجد علی صاحب پڑھائیں (1)۔

تصویروں سے مکان کا تخلیہ

آخر وقت میں سورہ رعد و سورہ یسین شریف پڑھنے کا حکم دیا کہ کوئی شخص بلند آواز سے اس کو پڑھے۔ کارڈ اور لفافے جتنے بھی وہاں تھے سب کو ہٹوا دیا کہ ان میں تصویریں ہیں یہاں ان کا رہنا ٹھیک نہیں۔ ڈھائی بج چکے ہیں۔ جمعہ کی اذان ہو رہی ہے۔ مؤذن کی زبان سے حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح نکلتا ہے، اسی وقت روح نے داعی اجل کو لبیک کہا، اللہ وانا الیہ راجعون (2)۔ ہم خدام اور متعلقین کا اس وقت جو حال تھا وہ بیان سے باہر ہے۔ دنیا ہماری آنکھوں کے سامنے تاریک نظر آتی تھی، اب تک ہمیں ہر قسم کا اطمینان رہتا تھا، اہم سے اہم معاملات ہمارے سامنے ہلکے معلوم ہوتے تھے، اب تک سارا بار اعلیٰ حضرت قبلہ کے ذمہ تھا اور حضور کی ذمہ داری میں ہم بھی کچھ خدمت دین کر لیا کرتے تھے (3)۔

عشاق کا ہجوم

راپور، مراد آباد، پبلی، بھیت، شاہجہاں پور، دہلی اور میرٹھ وغیرہ قریب کے شہروں میں تار

(1) عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ ص 102

(2) ایضاً ص 102

(3) ایضاً ص 102

روانہ کیے گئے۔ اطلاعیں دے دی گئیں جو خاص تعلق رکھنے والے تھے بروز ہفتہ 26 جنوری صبح کو نو دس بجے کے قریب غسل سے فراغت ہوئی (۱)۔

امام اہل سنت کا جنازہ

یہ سوچا گیا کہ نماز جنازہ کہاں ادا کی جائے شہر میں کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جہاں پورے جنازہ پڑھنے والوں کی گنجائش ہو، جنازہ عید گاہ لے جایا جانا تجویز ہوا، ہجوم کا یہ عالم تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ بمشکل تمام شاید ایک یا دو دفعہ قریب جنازہ کندھادینے پہنچ سکا ہوں اور چند سیکنڈ کے لیے کندھادے سکا ہوں۔ عید گاہ پہنچتے پہنچتے کافی دیر ہو گئی، ظہر کا وقت وہیں ہو گیا۔ نماز ظہر و نماز جنازہ ادا کی گئی، پھر وہاں سے واپسی میں اتنی دیر ہو گئی کہ وقت عصر آ گیا۔ اس وقت اس علم و عمل کے آفتاب کو جس کا مثل اس کے عہد میں نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام روئے زمین پر آفتاب دنیائے نہ دیکھا تھا، جس کے علم کی نورانیت تمام جگہوں پر روشنی پہنچا رہی تھی اور دنیا والوں کو کفر و ضلالت سے بچا رہی تھی، آج اسی آفتاب کو زمین کے اندر روپوش کر دیا گیا، دفن کے بعد حسب وصیت قبر مبارک پر ایک شخص بلند آواز سے قرآن پڑھتا رہا اور گھنٹہ گھنٹہ بھر بعد تبدیلیاں ہوتی رہیں، اسی طرح تین شبانہ روز برابر قرآن خوانی کا سلسلہ رہا (۲)۔

اعلیٰ حضرت سے عقیدت

حضرت صدر الشریعہ کو اپنے شیخ طریقت سے کس قدر عقیدت تھی؟ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل القاب و آداب سے ہوگا جو انہوں نے ایک جگہ اپنے مرشد کے نام نامی کے ساتھ لکھے:

”امام اہل سنت، ناصر دین و ملت، محی الشریعہ، کاسر الفتنہ، قاضی البدعہ، مجدد المآۃ الحاضرہ، صاحب الحجۃ القاہرہ، سیدی و سندى و کزى و ذخرى لیومى و غدی اعلیٰ حضرت، مولانا مولوی، حاجی، قاری، مفتی احمد رضا خان صاحب قادری، ہر کاتی نفع اللہ الاسلام والمسلمین بفیوضہم و برکاتہم (۳)۔“

(۱) عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ ص 103

(۲) ایضاً ص 104

(۳) محمد امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، بہار شریعت، حصہ دوم، ص 60

قطعہ تاریخ سن وصال

امام اہل سنت، مجدد دین و ملت، عظیم البرکت، اعلیٰ حضرت

مولانا شاہ احمد رضا خان القادری البریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(از محبت اعلیٰ حضرت جناب طارق سلطان پوری)

”جلوہ بہشت فیضانِ مصطفیٰ“

1921ء

اجمل ہر جہاں کا دلدادہ والہ ماہِ انورِ طیبہ
 وہ ثنا خوانِ مصطفیٰ بے مثل بے بدل و نوا گرِ طیبہ
 اس کے اشعارِ نعت کا ہر شعر عکسِ زیبائے منظرِ طیبہ
 اس کی تحریر و گفتگو کا خصوص ذکرِ ایمان پرورِ طیبہ
 جان و دل سے عزیز تر اس کو ہر وہ شے جو ہے منظرِ طیبہ
 اس کا موصوف اک ملیح عرب اس کا ممدوح دلبرِ طیبہ
 جیشِ اعدائے مصطفیٰ کے لیے وہ تھا تنہا ہی لشکرِ طیبہ
 قائدِ کاروانِ عشقِ حبیب ترجمانِ قد آورِ طیبہ
 عاشق و واصفِ محمد ﷺ تھا مثلِ حسانِ منبرِ طیبہ
 اس کی رحلت کا سال ہے طارق
 جلوہ ہائے پیغمبرِ طیبہ (۱)

1340ھ

(۱) مکتوب گرامی جناب طارق سلطان پوری بنام مؤلف

حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ العزیز

شیخ الحدیث وحید العصر حضرت مولانا شاہ وصی احمد ابن حضرت مولانا محمد طیب قدس سرہا 1836ء میں بعہد معین الدین اکبر شاہ ثانی راندر ضلع سورت میں پیدا ہوئے آپ کے اجداد مدینہ منورہ کے ساکن تھے وہاں سے سولہویں صدی عیسوی میں شاہجہاں کے دور حکومت میں سورت کی بندرگاہ سے ہندوستان پہنچے۔ آپ کے بعض بزرگوں نے سورت پہنچ کر شاہی فوج میں ملازمت کر لی اور عنایت خاں ابن قاسم خاں گورنر بنگال کی سربراہی میں کلکتہ کے قرب و جوار میں پرتگیزیوں سے لڑائی لڑی۔

آپ کے دادا بزرگوار مولانا قاسم ابن مولانا محمد طاہر نے راندری میں سکونت پسند کی اور مسند علم و ہدایت بچھا کر مصروف تدریس و ارشاد ہوئے کفایت عیال کے لیے کپڑوں کی تجارت کا پیشہ اختیار کیا تسمیہ کی رسم دادا بزرگوار نے ادا کرائی والد ماجد سے تحصیل علم میں مصروف ہوئے ابھی آپ عمر کی اکیسویں منزل میں تھے کہ 1957ء کا ہنگامہ شروع ہو گیا اور آپ کے خاندان کے متعدد افراد انگریزوں کے ہاتھوں مارے گئے جس میں آپ کے دو حقیقی بھائی بھی شامل تھے آپ کے دادا بزرگوار کا سامان تجارت چلا کر خاکستر کر دیا گیا اور مکان پر فوجوں نے قبضہ کر لیا آپ اپنے والدین اور چھوٹے بھائی مولانا عبداللطف کے ساتھ کئی دن روپوش رہنے کے بعد کسی طرح عراق پہنچ گئے تین سال کے بعد وہاں سے حج و زیارت کر کے مکہ مکرمہ پہنچے حج کے بعد چند ماہ مدینہ منورہ میں مقیم رہے پھر راندر واپس آ رہے تھے کہ والد ماجد نے سفر آخرت اختیار کیا راندر پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد والدہ ماجدہ نے بھی داغ جدائی دیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ مشہور زمانہ عالم و عارف خیر الدین محدث سورتی کی نواسی تھیں۔

والدہ کی رحلت کے بعد چھوٹے بھائی کو نے تحصیل و تکمیل علوم کی غرض سے دہلی کے مدرسہ حسین بخش میں پہنچے اس کے بعد علی گڑھ میں استاذ العلماء مولانا محمد لطف اللہ کے حلقہ درس میں شریک ہو کر دونوں بھائیوں نے علوم و فنون کی تکمیل کی 1965ء میں سہارنپور محشی بخاری مولانا احمد علی التوفی 1297ھ کے پاس پہنچے اور ان کے درس حدیث میں شرکت کر کے سند و اجازت حاصل کی۔ بعد حضرت مولانا لطف اللہ کے ایما و مشورہ سے گنج مراد آباد پہنچ کر حضرت مولانا شاہ فضل رحمان قدس سرہ سے بیعت و ارادت کا تعلق قائم کیا اور سند حدیث کے ساتھ سند خلافت بھی پیرو مرشد نے مرحمت فرمائی۔

1867ء کے نصف اول میں آپ اپنے مخلص پیر بھائی حکیم خلیل الرحمن پبلی بھیتی کی دعوت اور پیر و مرشد کے حکم سے علوم و فنون کی ترویج کے لیے پہلی بھیت تشریف لے گئے حافظ الملک حافظ رحمت خاں شہید مرحوم کی بنائی ہوئی جامع مسجد میں نواب صاحب مرحوم کے نام پر مدرسہ حافظیہ قائم کیا گیا اور آپ اس کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ 1301ھ میں جامع مسجد سے متصل ہی آپ نے ایک وسیع قطعہ اراضی مدرسہ کے لیے خریدا اسی سن میں علماء رامپوہ بدایوں پنجاب کی موجودگی میں امام العصر مولانا شاہ احمد رضا قدس سرہ نے سنگ بنیاد رکھا اور تین گھنٹے فن حدیث پر تقریر فرمائی اس نئے مدرسے کا نام مدرسۃ الحدیث رکھا گیا۔

علوم و فنون کے علاوہ آپ نے مستقل چالیس برس حدیث شریف کا درس دیا آپ کے درس حدیث کی دور دور تک شہرت تھی وہلی سہارنپور، کانپور، رامپور، جون پور، علی گڑھ اور لاہور سے علوم کی تحصیل کر کے طلبہ آپ کے درس حدیث میں شرکت کے لیے پہنچتے تھے۔

1334ھ جمادی الاخریٰ کو آپ کا انتقال ہوا مرض الموت اور تجھیز و تکفین کی خدمات میں آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل محمود آبادی پیش پیش تھے۔

مدرسۃ الحدیث کے قریب مسجد کے احاطہ میں اس گنجینہ فضل و کمال کو سپرد خاک کیا گیا۔

فاضل بریلوی نے وفات کا مادہ تاریخ آیت یطاف علیہم بانیۃ من فضة و اکوابہا۔

آپ کے تلمیذ مولانا سید مصباح الحسن علیہ الرحمۃ کہتے تھے کہ حضرت کی تمنا تھی کہ میری موت حدیث پڑھاتے ہوئے آئے چنانچہ بوقت وفات مشکوٰۃ شریف آپ کے سینے پر تھی اور اھدنا الصراط المستقیم پر روح نے جسم سے جدائی اختیار کی۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف چیئرمین اسلامک سٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا نثار احمد مفتی اعظم آگرہ، مولانا مفتی عبدالقادر لاہور، ملک العلماء مولانا ظفر الدین، مولانا سید خادم حسین ابن پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا سید مصباح الحسن پھونڈوی، مولانا عبدالعزیز خاں محدث بجنوری، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، قطب مدینہ شاہ ضیاء الدین مدنی، مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی وغیرہ آپ کے نامور تلامذہ میں سے تھے۔

تصانیف میں حاشیہ سنن نسائی شریف پر (مطبوعہ مطبع نظامی) حاشیہ طحاوی (مطبوعہ مصر) تعالیٰ المجلی شرح منیۃ المصلی (مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ) جلالین کے حواشی، جامع الشواہد باخراج الوحاتین عن المساجد غیر مقلدوں کو مساجد سے نکالے جانے سے متعلق یہ پہلی کتاب ہے۔^{۱۱}

(۱) محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے دین، ذلت با اختصار

استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری

آبائی وطن سوات والد کا نام مولوی رفیع اللہ خاں رام پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں والد سے پڑھیں، صرف و نحو حافظ نظام علی سے اور منطق میرزا ہد مولانا جلال الدین التونی 1313ھ سے حاصل کیا۔ حضرت علامہ فضل حق کے درویش پور کے بعد حلقہ تلامذہ میں داخل ہو کر علوم و فنون میں کمال حاصل کیا، حدیث مولانا عالم علی گینوی التونی 1295ھ سے پڑھی۔ اپنے استاذ حضرت خیر آبادی کے عاشق و شیدائی تھے، دہلی الوری میں ساتھ رہے، نیرنگی تقدیر سے حضرت خیر آبادی جب کالا پانی بھیج دیئے گئے تب جدائی ہوئی، مغموم و محزون وطن آئے اور درس دینا شروع کیا، مدرسہ عالیہ میں مدرس ہو گئے، 1870ء میں جون پور مدرسہ حنفیہ میں صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے، آپ ان علماء میں تھے جن سے علم و فضل کو شرف حاصل ہوتا ہے۔ فرقہ و ہابیہ کے رد و تغیر میں نامور حامی حق استاذ حضرت خیر آبادی کے قدم بقدم تھے۔ 1300ھ میں بمقام مرشد آباد بنگال مشہور غیر مقلد بہاری عالم عبدالعزیز رحیم آبادی کے مقابلہ میں حنفیہ کی نصرت و حمایت فرمائی۔ 1318ھ میں مجلس علمائے اہل سنت کے جلسہ میں جو ندوہ کی اصلاح کے لیے پنڈہ میں منعقد ہوا تھا حمایت حق کے لیے شریک جلسہ ہوئے۔

اپنے اساتذہ مولانا جلال الدین کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ چھوٹے میاں قدس سرہ سے طریقہ عالیہ قادریہ میں مرید تھے، وسیع الاخلاق، خندہ رو، دوست آشنا، سادہ وضع، متورع و متقی اور شاگردوں پر نہایت شفیق تھے۔

بروز دو شنبہ 5 بجے شام یکم رمضان المبارک 1326ھ میں واصل بحق ہوئے۔ درگاہ حضرت قطب الاقطاب شیخ عبدالرشید جونپوری واقع رشید آباد میں دفن ہے۔ مصرعہ تاریخ وقات یہ ہے۔
 ”شد نہاں مہراوج فلسفیات“۔ استاذ الاساتذہ حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی رئیس العلماء سید محمد سلیمان اشرف سابق چیئرمین اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، استاذ العلماء علامہ حکیم سید برکات احمد ٹونکی، مولانا عبدالسلام یازی دہلوی، مولانا شیر علی التونی 1354ھ صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن قدس اللہ سرہم حضرت تلامذہ تھے جن کے کمالات اور وفور علم سے استاذ کے کمال کا اندازہ لگائیے۔ (۱)

(۱) تنویر قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، ص 261-262

تلازمہ



تلاذہ

سلائی جا بجا ارض و سما دیں
مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں
ترے خدام اے صدر الشریعہ
جہاں جائیں فرشتے پر بچھا دیں

درخت اپنے پھل سے اور استاذ اپنے شاگرد سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے زیر نظر باب میں حضرت صدر الشریعہ کے تلاذہ کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے تاکہ ان کی نورانی زندگیوں کے آئینے میں حضرت صدر الشریعہ کی حیات طیبہ کی جھلک دیکھی جائے۔ یہ تعارف اس لیے بھی ضروری ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کا حقیقی کارنامہ اصل شاہکار اور چالیس سے زائد برس پر پھیلی ہوئی تدریسی زندگی کا حاصل ہی تلاذہ ہیں۔ حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری فرمایا کرتے تھے:

”لوگ کہتے ہیں بہار شریعت صدر الشریعہ کا اعلیٰ شاہکار ہے حالانکہ حضرت نے بہار شریعت رمضان کی چھٹیوں یا جب دیگر ضروری کاموں سے فرصت ملتی، تحریر فرمائی۔ اعلیٰ شاہکار فاضل اوقات میں نہیں ہوتا بلکہ آپ کا اعلیٰ شاہکار آپ کے وہ تلاذہ ہیں جن پر علم و فضل کو بھی ناز ہے (۱)۔“

قابل غور بات تو یہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کے حلقہ درس میں صرف برصغیر پاک و ہند ہی کے طلبہ شریک نہیں ہوئے بلکہ بلخ، بخارا، سمرقند، افغانستان، ترکی، افریقہ اور ایران کے طلبہ نے بھی اکتساب فیض کیا اور کامیاب و کامران لوٹے۔ ایک بخاری صاحب قسطنطنیہ سے ”شرح مطالع“ خرید کر لائے لیکن انہیں یہ کتاب پڑھانے والا کوئی مدرس نہ ملا۔ پھر طرفہ یہ کہ وہ اردو بھی نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ انہیں اوقات درس کے بعد منطق کی اس مثنوی کتاب کا درس فارسی میں دیا کرتے تھے (۲)۔

(۱) بہاء المصطفیٰ قادری مصباحی مولانا صدر الشریعہ کے احوال و کارنامے مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ۱۴۸

(۲) محمد عبدالحکیم شرف قادری مولانا عظمتوں کے پاسبان، ص ۷۵



ایک طالب علم افغانی، سن رسیدہ جو دوسرے مدارس میں کئی بار درسِ نظامی کی تکمیل کر چکا تھا، حضرت کی شہرت سن کر اجمیر شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ درس میں بخاری شریف وغیرہ آپ سے پڑھتا تھا، اس نے ”تمہ خانقاہی“ پڑھنے کی درخواست کی۔ حضرت نے اس کی درخواست منظور فرمائی ”تمہ خانقاہی“ اصول فقہ میں بہت مشکل کتاب ہے۔ ہندوستان میں رائج نہیں اس لیے نہ کتب خانہ میں تھی نہ حضرت کے پاس تھی، صرف ایک ہی کتاب اس افغانی طالب علم کے پاس تھی، خارج وقت میں پڑھاتے تھے اور فارسی میں تقریر فرماتے تھے کیونکہ یہ اردو بہت کم سمجھتا تھا (۱)۔

مندرجہ بالا چند مثالوں سے حضرت صدر الشریعہ کے تبحر علمی اور آپ کے درس کی مرکزیت و مرجعیت عیاں ہوتی ہے۔ آپ کے درس کی مقبولیت و ہر ولعزیزی کے اسباب میں سے آپ کی علمیت، فقاہت، علمی استحضار اور خلوص و للہیت کے ساتھ ساتھ تلامذہ پر شفقت و عنایت کا بڑا دخل ہے۔ آپ اپنے تلامذہ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اور انہیں اپنی اولاد سمجھتے تھے۔ اسی لئے آپ کے تلامذہ آپ کو ”ابا جی“ کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کے تلمیذ ارشد مفتی محبوب رضا خاں صاحب نے آپ کی شفقت و محبت کے واقعات ”صدر الشریعہ ایک باکمال مشفق استاذ“ کے عنوان کے تحت تحریر فرمائے ہیں۔ وہ واقعات مفتی صاحب ہی کی زبانی بعینہ مندرجہ ذیل ہیں۔

صدر الشریعہ ایک باکمال مشفق استاذ

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں 1939ء میں مدرسہ حافظیہ سعید یہ دادوں ضلع علی گڑھ میں حاضر ہوا چونکہ درمیان سال تھا حضرت نے فرمایا کہ بندہ خدا بغیر پیشگی خط و کتابت کے آگے تین پیسے کا خط لکھ کر پہلے مجھ سے پوچھ لیا ہوتا یہاں درمیان سال میں داخلہ ممنوع ہے یہ ریاست ہے اور نواب صاحب کی اجازت کے بغیر درمیان سال میں داخلہ نہیں ہو سکتا میں نے عرض کی حضور اب تو میں آ گیا واپس نہیں جاؤں گا داخلہ نہیں ہوتا تو نہ ہو میں بستی میں کراہیہ پر مکان لے لوں گا آپ پرائیویٹ طور پر کوئی ایک سبق مجھے شروع کروادیں فرمایا میرے پاس وقت کہاں ہے عرض کی عصر مغرب کے درمیان وقت ہے فرمایا اس وقت میں میں اخبار دیکھتا ہوں عرض کی کہ حضور دس منٹ مجھے عنایت فرمادیں۔ فرمایا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو دس منٹ پڑھایا جاسکتا

(۱) عبدالعزیز مبارکپوری، حافظ ملت، صدر الشریعہ کا تبحر علمی، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر ص 12



ہے؟ عرض کی حضور میرے لیے دس منٹ بہت ہیں فرمایا کیا پڑھنا چاہتے ہو عرض کی جو حضور پڑھائیں ہنس پڑے پھر فرمایا منطق کہاں تک پڑھی ہے عرض کی قطبی پڑھی ہے۔ فرمایا ملا جلال شرع کر دو عرض کیا جو حکم ہو پھر کچھ تامل کے بعد دریافت فرمایا میرزا اہد رسالہ پڑھا ہے عرض کیا نہیں فرمایا پھر پہلے رسالہ پڑھو عرض کی جو حکم۔ فرمایا اکل سے میرزا اہد شروع کر دو چنانچہ دوسرے روز عصر کی نماز کے بعد مدرسہ کے چبوترے پر چار پائی پر بیٹھ کر میرزا اہد شروع کرایا تو اساتذہ مدرسہ بھی شریک درس ہو گئے اور اکثر طلبہ بھی یعنی میرزا اہد رسالہ میں میرے شریک طلبہ کی تعداد سب اسباق کی جماعتوں سے بڑی ہو گئی نیز چھٹی جماعت میں شریک ہو کر اسباق کی سماعت کی اجازت بھی مل گئی مطبخ کے باورچی کو بلا کر حکم فرمایا کہ قاری صاحب کا کھانا دونوں وقت کا تم دینا اور پیسے ان سے طے کر لینا چنانچہ میں کئی مہینہ اس طرح ہوشل میں رہا پھر ایک روز نواب غلام محمد خاں صاحب مرحوم متولی مدرسہ ہوشل میں تشریف لائے میری طلبی ہوئی اور مجھ کو باقاعدہ داخلہ مل گیا۔

میرے عزیز مفتی اعجاز ولی خاں صاحب مرحوم و مغفور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے بہت قریب تھے مجھے ان کے ساتھ قیام کی اجازت مل گئی اس طرح میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا خادم خاص بن گیا سوڈا سلف کی خریداری اور دیگر امور خانہ میں مفتی اعجاز ولی خاں صاحب مرحوم کے بعد میں دخیل ہوا دھوپ کو حضرت کے گھر کے کپڑے دینا ان کا حساب لکھنا اور اندراج کے مطابق وصول کرنا میری ذمہ داری تھی سبزی وغیرہ بھی میں خرید کر لاتا کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض چیزیں بغیر اجازت اپنی مرضی سے خرید لانا جو کچھ منگوا یا گیا اس میں اپنی مرضی سے رو بدل کر لیتا حتیٰ کہ بعد میں اکثر ایسا بھی ہوتا کہ گھر سے کوئی بچہ پوچھنے کے لیے آتا کہ آج کیا پکایا جائے تو حضرت فرمادیتے کہ قاری صاحب سے پوچھو کشیدنی تمباکو میں اپنی مرضی سے خرید لانا جتنی منگوائی جاتی اس سے بہت زیادہ خرید لانا فرماتے کہ اتنی کیوں خریدی میں نے تو اتنی کبھی تھی عرض کر دیتا کہ حضور یہ تمباکو بہت اچھا ہے دسکی ہے اور خوب تیز ہے کام آئے گا روز ایسا نہیں ملے گا ہنس کر خاموش ہو جاتے میں بر بنائے خلوص و عقیدت اس قسم کے تصرفات کرتا تھا اور موصوف خلوص کے قدروان تھے۔

عاداتِ کریمہ

نہایت نفاست پسند تھے طلباء سے بہت خلوص و محبت فرماتے اور اولاد کی طرح سمجھتے تھے

چنانچہ ہم لوگ آپس میں انکے لیے ابا کا لفظ استعمال کرتے چونکہ حضرت کے بچے ان کو ابا کہتے تھے۔ نہایت چشم پوش اور کریم النفس تھے مگر اصول میں سخت گیر اور بہترین قسم کے منتظم تھے میں نے ان سے زیادہ متبع سنت کسی کو نہیں دیکھا صاف گو اور سادہ لوح نہایت معاملہ فہم خوش مزاج و حلیم الطبع تھے لباس بالکل سادہ پہنتے تھے دیسی کھدر کا کرتہ عرض کا پاجامہ کھدر ہی کی بند کی اور کھدر ہی کا جبہ سفید یا برے رنگ کا ٹرٹروپی دوپلی چپ عمدہ ململ یا وائل کی رنگین عمامہ جازوں میں اوئی نوپا اوئی جرسی یا روئی کی مرزئی دہلی والی سرخ زری کی ایک کٹھنھے والی پاپوش استعمال فرماتے تھے نہایت وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔

پسندیدہ خوراک

بھنا ہوا گوشت روئی اور ترکاریوں میں تلے ہوئے کر لیے شوق سے تناول فرماتے تھے دار جینگ کی عمدہ چائے پیتے اور اس معاملہ میں نہایت نفاست پسند واقع ہوئے تھے ایک مرتبہ والدہ صاحبہ گھوسی تشریف لے گئیں تھیں حضرت دادوں میں موجود تھے ایک میواتی فلک شیر خاں کی بھینس بیمار ہو گئی مفتی اعجاز ولی خاں مرحوم نے اس کو تعویذ لکھ دیا کہ گھر کی ڈاہی میں لڑکا دے اللہ کے حکم سے وہ بھینس تندرست ہو گئی اس نے تقریباً پانچ سیر دودھ مفتی صاحب کو نذر کیا پروگرام بنا کہ چاول اور شکر حضرت کے یہاں سے حاصل کیے جائیں میں نے خدمت اقدس میں عرض کی چاول اور شکر چاہئے فرمایا کیا کرو گے عرض کی کھیر پکائیں گے فرمایا لے لو دودھ کہاں سے لو گے عرض کی کہ دودھ اس طرح مل گیا ہے مسکرائے اور فرمایا ہم کو تعویذ کا کوئی معاوضہ کوئی نہیں دیتا اعجاز میاں ہم سے زیادہ کامیاب ہیں۔ غرض کہ کھیر پکی مگر اس میں شکر بہت زیادہ ہو گئی میرے متعلق طلباء نے مشہور کر رکھا تھا کہ میں بیٹھا بہت زیادہ کھاتا ہوں جب حضرت نے تناول فرمائی تو دو چار تپچے لے کر چھوڑ دی اور بھینس کو فرمایا اعجاز میاں! قاری صاحب نے اپنے مطلب کی پکائی ہے تاکہ اور کوئی نہ کھا سکے اب یہی اس کو ختم کریں گے ہلکا بیٹھا پسند فرماتے تھے ہاں زیادہ کھاتے تھے اور کشیدنی تمباکو میں غازی پوز، گور کھپور اور لکھنؤ کا عمدہ خمیرہ استعمال کرتے تھے تمباکو بنانے خرید کر لانے اور اس میں خمیرہ ملانے کی خدمت میں انجام دیتا تھا۔

عصر کے بعد میں نے چہل قدمی کے لیے مشورہ دیا پسند فرمایا۔ چنانچہ بعد نماز عصر روزانہ تقریباً ایک میل ٹہلنے کو جاتے اکثر مولانا حافظ حسین الدین صاحب بھی ہمراہ ہوتے راستہ فجر ہم

اُوگ مسائل پوچھتے جاتے اور حضرت جوابات ارشاد فرماتے جاتے۔ ایک مرتبہ 12 ربیع الاول شریف کو صبح صادق کے وقت اپنے گھر کی محفل میلاد سے فارغ ہو کر نماز ادا کی اور حسن پور کے جلسہ میں شرکت کے واسطے تشریف لے چلے حضرت محدث صاحب کچھو چھوئی علیہ الرحمۃ بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے دونوں بزرگوں کی چار پائیاں صحن میں برابر برابر پڑی تھیں ہم لوگ حضرت کے پاؤں دباتے جاتے اور مسائل پوچھتے جاتے، حضرت آنکھیں بند کیے ہوئے ہم کو جوابات ارشاد فرماتے جاتے، محدث صاحب علیہ الرحمۃ نے کچھ دیر تو خاموشی اختیار فرمائی مگر جب سوالات و جوابات پر اعتراضات اور اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ ختم ہوتا نظر نہیں آیا تو اپنے مخصوص انداز میں ارشاد فرمایا کہ حضرت آپ کے ملائذہ معاملات میں بہت صفائی پسند واقع ہوئے ہیں حضرت نے دریافت فرمایا کہ وہ کیسے؟ محدث صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضرت میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک گھنٹہ ہوا کہ یہ حضرات آپ سے اپنی محنت کی قیمت نقد وصول فرماتے جا رہے ہیں یہ لوگ ادھار کے قائل نہیں حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ میں عادی ہو چکا ہوں اس سے میرے آرام میں خلل نہیں پڑتا ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بس بھائی آپ لوگ بھی آرام فرمائیں اور محدث صاحب کو بھی آرام کرنے دیں ان کو نیند آ رہی ہے۔

انتظامی معاملات میں بہت با اصول واقع ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ غالباً 1943ء کا واقعہ ہے حضرت مشتی اعظم ہند قبلہ دامت معالیہ اور حضرت محدث پاکستان مولانا سرور احمد صاحب علیہ الرحمۃ نے حج و زیارت کا ارادہ فرمایا اور طے یہ ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو مدرسہ مظہر اسلام اور دارالافتاء بریلی شریف کا کام اہتمام و انتظام سونپا جائے چنانچہ حضرت کو گھوسی سے بریلی شریف بلا یا گیا اور سب کام حضرت کے سپرد کر کے دونوں حضرات حجاز مقدس کے لیے روانہ ہو گئے حضرت نے طلباء کی حاضری اور مطالعہ کے معاملات میں اپنی عادت کے مطابق سختی برتی طلباء میں اکثریت بنگالیوں کی تھی ان کو یہ بات کھلی چونکہ حضرت مولانا سرور احمد صاحب زرم پالیسی اختیار فرماتے تھے انہوں نے احتجاجاً ایک روز غیر حاضری کی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بہت ناراض ہوئے اور سب غیر حاضر طلباء کو مدرسہ سے خارج فرما دیا اور فرمایا کہ میں مدرسہ بند کرنا پسند کروں گا مگر بد انتظامی اور بے اصولی کو برداشت نہیں کروں گا طلباء کا خیال تھا کہ ایک دو روز میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ زرم پڑ جائیں گے مگر معاملہ ان کی امیدوں کے بالکل برعکس ہوا جو

طلباء تھے ان کے اسباق بدستور جاری رہے اور حضرت کی طرف سے غیر حاضر طلباء سے مفاہمت کی کوئی پیش نہ ہوئی اب وہ لوگ گھبرائے چنانچہ بریلی شریف کے بعض معززین کے پاس شکایت لے کر گئے اور اس سلسلے میں ان کی مدد چاہی انہوں نے کانوں پر ہاتھ دھرے کہ نہ بابا اس معاملہ میں ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے اور حضرت کو غلط سمجھا ہے وہ طلباء کے بہت ہمدرد ہیں مگر انتظامی معاملات میں بہت سخت گیر ہیں بریلی شریف میں کسی کی مجال نہیں ہے جو ان کے معاملے میں دخل دے یہ مولانا سردار احمد صاحب نہیں ہیں تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم سب حضرات بلا تاخیر حاضر ہو کر حضرت سے معافی مانگ لو ہمیں امید ہے کہ معاف فرما دیں گے اس صورت میں ہم لوگ بھی تمہاری سفارش کے لیے تیار ہیں جب طلباء ہر طرف سے مایوس ہو گئے تو ایک روز سب نے آ کر حضرت سے معافی مانگی کچھ مقامی حضرات بھی سفارشی ہوئے حضرت نے فرمایا کہ تمہارا یہ خیال تھا کہ مولوی سردار احمد آ کر تم کو دوبارہ داخل مدرسہ کر لیں گے ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا جس کو میں مدرسہ سے نکال دوں اس کو مولوی سردار احمد نہیں داخل کر سکتے آخر کار سب نے معافی مانگی اور آئندہ کے لیے پابندی احکام کا عہد کیا معززین شہر نے سفارش کی تب ان کو داخلہ دوبارہ ملا۔

اس سلسلے میں ایک واقعہ مجھے یاد آ رہا ہے کہ ہمارے بزرگ اپنے بزرگوں کا کس قدر احترام کرتے تھے اور ان سے کتنی عقیدت رکھتے تھے حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ اور مولانا سردار احمد علیہ الرحمۃ جب سفر حج کے لیے سوڈا گراں محلہ سے چلے تو اسٹیشن تک پیدل تشریف لے گئے ہزار ہا آدمی جلوس میں شامل تھے ایک بوگی ریلوے ریزرو کرائی گئی تھی جب اسٹیشن پر گاڑی میں سوار ہوئے تو میں ایک برتھ پر حضرت صدر الشریعہ کے برابر بیٹھ گیا سامنے کی برتھ پر حضرت مفتی اعظم ہند اور حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ تشریف فرما تھے گاڑی چلنے والی تھی کہ مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے برابر آ بیٹھے اور چپکے سے میرے کان میں کہنے لگے کہ قاری صاحب میرا ایک کام کر دیں بڑی مہربانی ہوگی میں نے کہا بسرد چشم ارشاد فرمائیے فرمانے لگے کہ حضرت کی ٹوپی مجھے چاہئے آپ مانگ کر مجھے عنایت فرمادیں میں نے کہا آپ خود کیوں نہیں مانگتے میرا عرض کرنا آپ سے زیادہ تھوڑا ہی موثر ہوگا فرمادیا نہیں آپ مانگئے میں نے کہا میں تو نہیں کہوں گا آپ خود مانگیں مولانا نے فرمایا نہیں آپ مانگئے بندہ خدا! گاڑی

چلنے والی ہے جلدی کیجئے آخر میں نے حضرت سے عرض کی کہ مولانا آپ کی ٹوپی تیر کا مانگ رہے ہیں حضرت بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں گھر تک ننگے سر جاؤں اور ٹوپی ان کو دے دوں مگر پر انہوں نے کیوں نہیں کہا میں کوئی نئی ٹوپی دے دیتا یہ بالکل پرانی ہے اب مولانا علیہ الرحمۃ بولے حضرت میرے لیے یہی بہت ہے میں نے اپنا وائل کار و مال حضرت کی خدمت میں پیش کیا کہ حضرت یہ سر پر باندھ لیں اور یہ ٹوپی مولانا کو عنایت فرمادیں گاڑی چلنے والی ہے چنانچہ حضرت نے ٹوپی عنایت فرمائی گاڑنے سیٹی بجائی ہم لوگ گاڑی سے اتر آئے اور ٹرین چل دی مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ حضرت کے نہایت چہیتے شاگرد تھے وہ خود بھی مانگ سکتے تھے مگر ہمت نہ پڑی ادب مانع ہوا اور مجھے اپنا سفارشی بنا کر بات کی۔

ایک مرتبہ بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے عرس کے موقع پر میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے پیر داب رہا تھا کوئی نو بجے رات کا وقت تھا اور حضرت آنکھیں بند کیے آرام فرما رہے تھے کہ مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ دبے پیروں آئے اور مجھے اشارہ کیا کہ میں ان کو بیٹھنے کے لیے جگہ دوں چنانچہ میں تھوڑا سا اوپر کی طرف ہٹ گیا اور وہ بھی حضرت کے پیر داب بنے لگے حضرت نے آنکھیں بند کیے کیے دریافت فرمایا کہ کون ہے مولانا خاموش رہے میں نے عرض کی مولانا سردار احمد صاحب ہیں حضرت نے فرمایا مولوی سردار احمد تم رہے دو قاری صاحب جو داب رہے ہیں اب تم ماشاء اللہ مہتمم ہو طلباء دیکھیں گے تو ہمیں گے مولانا نے عرض کی کہ حضور برسوں کے بعد تو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے میں تو آج بھی اپنے کو ایک طالب علم ہی سمجھتا ہوں یہ سب حضور کا صدقہ ہے حضرت خاموش ہو گئے چند منٹ کے بعد حضرت حافظ المسد حافظ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ آئے اور مجھے اشارہ کیا کہ میں ہٹ جاؤں اور ان کو بیٹھنے کی جگہ دوں چنانچہ میں ہٹ گیا اور وہ بھی حضرت کی کردار بیٹے لگے حضرت نے دریافت فرمایا کون ہے میں نے عرض کی کہ حافظ عبد العزیز صاحب ہیں حضرت نے فرمایا ارے بھائی آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں حافظ صاحب علیہ الرحمۃ نے عرض کی کہ حضور یہ تو ہمارے لیے عین راحت ہے چنانچہ میں اٹھ کر پان بنانے چلا گیا پان بنا کر لایا ان دونوں حضرات کو پان پیش کیے اتنے میں حضرت بھی اٹھ بیٹھے اور دیر تک باتیں ہوتی رہیں دیگر علماء بھی تشریف لے آئے اور محفل گرم ہو گئی۔ آج ان بزرگوں کو یاد کر کے آنکھیں بھر آتی ہیں کیسی نورانی شکلیں تھیں۔

زمیں میں کیسے کیسے حسن والے دن ہیں مفسر
قیامت ہوگی جب یہ سب کے سب مدفن سے نکلیں گے

حضرت کے قیام دادوں کے دوران حضرت مولانا حافظ مبین الدین صاحب امرہوی، حضرت مولانا سید ظہیر احمد صاحب زیدی گینگوی، حضرت مولانا محمد خلیل خاں صاحب مارہروی اور خاکسار نے صلاح کی کہ درسی کتب پر ہمارے علماء کے حواشی کم ہیں کیوں نہ حضرت سے کسی کتاب پر حاشیہ لکھوایا جائے چنانچہ طے پایا کہ تفاسیر میں مدارک شریف اور کتب احادیث میں طحاوی شریف حنفیوں کی کتابیں ہیں اور معراء ہیں معقولات میں شرح ہدایۃ الحکمۃ معراء ہے ان میں کسی پر لکھوایا جائے اب مسئلہ یہ تھا کہ حضرت سے فرمائش کون کرے طے یہ ہوا کہ سب چلو اور قاری صاحب تجویز پیش کریں اور دوسرے احباب تائید کریں چنانچہ کئی روز کے صلاح و مشورہ کے بعد ایک روز بخاری شریف کا سبق ختم کر کے میں نے عرض کی کہ حضور یہ تین کتابیں معراء ہیں مدرسین اور طلباء دونوں کو ان کے پڑھنے پڑھانے میں دشواری پیش آتی ہے اور شرح ہدایۃ الحکمۃ آپ کی خاندانی کتاب ہے اور اس کی تقاریر بھی آپ کے سوا کوئی اور مصنف علیہ الرحمۃ کے منشاء اور مراد کے مطابق نہیں کر سکتا اس لئے پہلے شرح ہدایۃ الحکمۃ کا حاشیہ ہم کو لکھوادیں پھر ان دونوں کتابوں میں کسی ایک پر جس کو آپ چاہیں کام شروع کریں حضرت یہ سن کر بہت ہنسے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کام کو بہت آسان سمجھ لیا ہے یہ بہت ذمہ داری کا کام ہے ابھی بہار شریعت ہی کا کچھ کام باقی ہے میں بوڑھا ہو چکا ہوں قوی میں اضمحلال پیدا ہو گیا اب میری صحت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں یہ کام کروں عرض کی کہ حضور کم از کم شرح ہدایۃ الحکمۃ ہم کو شروع کرا دیں اور ذرا ٹھہر ٹھہر کر تقریر فرمائیں کہ ہم اس کو لکھ لیں اس طرح یہ کتاب محشی ہو جائے گی فرمایا اتنا وقت کہاں ہے؟ عرض کی کہ رات کو آدھا گھنٹہ کافی ہوگا جب شروع ہو جائے گی تو ان شاء اللہ ختم بھی ہو جائے گی کوئی جلدی نہیں ہے مگر حضرت نے انکار فرمایا دوسرے روز ہم نے صلاح کی تقاضا جاری رکھو کب تک انکار کریں گے آخر مان ہی جائیں گے چنانچہ ہر روز کسی وقت ہم حاضر خدمت ہو کر عرض کر دیتے اور بعض مرتبہ ڈانٹ بھی سنتے کئی مرتبہ فرمایا کہ تم لوگوں کو کئی دفعہ اپنی مجبوری بتا چکا ہوں پھر بھی ضد کیے جاتے ہو اس وقت تو ہم خاموش اٹھ کر چلے آتے مگر اگلے دن کسی نہ کسی بہانہ سے پھر مسئلہ چھیڑ دیتے چونکہ سوال میں کرتا تھا دوسرے احباب خاموش رہتے یا میری آواز میں



تائید کرتے لہذا جھاڑ میرے اوپر ہی پڑتی بہر حال ہم نے ہمت نہیں ہاری آخر ایک روز حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ باز نہیں آؤ گے ہم نے عرض کی کہ حضور بڑا کرم ہو گا زیادہ نہیں تو صرف دس منٹ روزانہ ہم کو عنایت فرمادیں ہنس کر فرمایا کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہیں دس منٹ میں بھی یہ کام ہو سکتا ہے میں اسباق پڑھانے کے بعد تھک جاتا ہوں بیٹھنا کھلتا ہے میں نے عرض کی کہ حضور لیٹ جایا کریں میں پیر دابا کروں گا اور یہ لوگ لکھتے رہیں گے صرف زبانی تقریر فرمادیا کریں بہت ہنسے اور فرمایا قاری صاحب! ضد بجا کرتے ہو میں نے عرض کی کہ حضور یہ کام کرنا ہی ہو گا مولوی سید ظہیر احمد صاحب زیدی بولے جی بیشک حضرت نے فرمایا چپ رہ بے وقوف سب لوگ ہنس پڑے پھر ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں جب مجلس برخواست ہوئی تو میں نے عرض کی کہ حضور پھر کل کسی وقت شروع کرائیں گے فرمایا ہتھیلی پر سرسوں مت جماؤ یہاں کتابیں بھی نہیں ہیں میرا حافظہ اب کمزور ہو گیا حبیب گنج جاؤ اور نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی کے کتب خانہ سے افق المبین تصنیف میر باقر داماد اور شرح اشارات اور بعض دیگر کتابیں بتائیں جن کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں ہے لاؤ پھر شروع کرنا چنانچہ اگلے روز ظہر کی نماز کے بعد جب میں حبیب گنج جانے لگا تو ایک طالب علم کو میرے پاس بھیجا کہ قاری صاحب کو روکو میں ظہر گیا حضرت نے مسجد سے باہر آ کر فرمایا کہ میرا خیال ہے جب خدمت ہی کرنی ہے تو دین کی خدمت کرو ہدیہ الحکمتہ کو چھوڑو مبارک شریف اور طاہوی شریف میں سے کسی ایک کا انتخاب کرو ہم لوگ بہت خوش ہوئے اور عرض کی کہ حضور منتخب فرمائیں کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ حدیث کی خدمت کرو ہم نے عرض کی کہ نہایت خوب چنانچہ کتب معنولات کی فہرست مجھ سے لے لی اور شروع حدیث کی بعض کتابیں لکھ کر دیں اور ایک خط نواب صاحب مرحوم کو لکھ کر مجھے دیا جس میں کتابوں کا مطالبہ تھا میں حبیب گنج نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت کا خط دیا نواب صاحب مرحوم نے محافظ کتب خانہ کو بلا کر فرمادیا کہ یہ کتابیں ان کو دے دو اور ان سے دستخط لے لو چنانچہ وہ کتابیں لیکر میں فوراً واپس آیا اور اسی روز بعد نماز عشاء تہیہ کا کام شروع کیا گیا پہلے روز تو صرف بسم اللہ شریف لکھی گئی باقی وقت باتوں میں گذر گیا اگلے روز سے پابندی سے کام شروع ہوا مولوی سید ظہیر احمد صاحب اور مولوی غلیل خاں صاحب کتابت فرماتے تھے چونکہ خوش خط تھے میں کتابیں نکال کر دیتا اور حافظ حسین الدین صاحب اور میں



کتابوں میں سے متعلقہ حدیث ڈھونڈ کر نکالتے اور حضرت حاشیہ لکھاتے جاتے رات کے دو ڈھائی بجے تک روزانہ بعد نماز عشاء سے کام کرتے ہم لوگ تھک جاتے مگر حضرت مسلسل لکھواتے رہتے درمیان میں ایک مرتبہ چائے چلتی اس طرح بہت جلد طحاوی شریف کی کتاب الصلوٰۃ تک تحشیہ کا کام ہو چکا تھا۔ کہ ہمارے امتحانات ختم ہوئے اس کے بعد حضرت نے مدرسہ حافظیہ سعید یہ دادوں سے استعفیٰ دے دیا اور گھوسی تشریف لے گئے وہاں جا کر حضرت کی بینائی کمزور ہو گئی اور تحشیہ کا کام رک گیا میری دعا ہے کہ حضرت کی اولاد یا تلامذہ میں سے کوئی صاحب اس کی تکمیل فرمادیں۔ والدہ صاحبہ کے پاس اس کا مسودہ موجود ہے (۱)۔

حضرت کا طریقہ تدریس

دوسرے مدرسین سے حضرت کا طریقہ تدریس مختلف پایا دوسرے اساتذہ کے اسباق میں طلباء قرأت کے لیے آپس میں جھگڑتے تھے کہ تم قرأت کرو حضرت ایک مرتبہ ہوں فرماتے یہ اشارہ ہوتا قرأت شروع کرنے کا مگر طلباء آپس میں کہیاں مارنا شروع کر دیتے حضرت دوبارہ ”ہوں“ فرماتے مگر کسی کی ہمت نہ پڑتی شروع کرنے کی پھر جب تیسری مرتبہ ہوں فرماتے تو کوئی نہ کوئی گھبرا کر قرأت شروع کر دیتا اکثر و بیشتر میں اور حافظ مبین الدین قرأت کرتے کبھی کبھی دوسرے ساتھی بھی قرأت کرتے اگر عبارت پڑھنے میں کوئی غلطی ہو جاتی تو پڑھنے والے کی شامت آ جاتی حضرت بہت ناراض ہوتے ترجمہ لفظی پسند فرماتے تھے اگر ترجمہ میں کوئی لفظ اپنی طرف سے طالب علم بڑھا دیتا تو فوراً پوچھتے کہ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے ترجمہ کے بعد دریافت فرماتے کہ کیا سمجھے بیان کرو چنانچہ اگر مطلب صحیح بیان کر دیا جاتا تو خود تقریر فرمانے لگتے اور اگر مطلب صحیح بیان نہ ہوا تو ناراض ہوتے اور فرماتے میرے پاس بغیر مطالعہ کئے مت آیا کرو صدرا شمس بازغہ قاضی مبارک اور امور عامہ جیسی مشکل کتابوں کی تقریر حفظ سے فرماتے جاتے تقریر کے بعد پھر کتاب پر نظر ڈالتے اور فرماتے کہ اب حافظ کمزور ہو گیا ہے اس لیے دیکھ لیتا ہوں کہ کوئی جملہ رہ تو نہیں گیا جوانی میں کتاب دیکھے بغیر پڑھا تا تھا جہاں طالب علم نے بس کی حضرت نے کتاب بند کر دی کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تھوڑا اور پڑھ لو بخلاف دوسرے مدرسین کے کہ ان کے یہاں جب طالب علم نے بس کی تو انہوں نے فرمایا تھوڑا اور پڑھ اس کے باوجود سب سے پہلے حضرت

(۱) شہزادہ صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی اس حاشیہ کو مکمل کر رہے ہیں۔

کی کتاب ختم ہوتی تھی اور سبق کی تقریر دوبار فرماتے تھے میں تو اس کو حضرت کی کرامت ہی مانتا ہوں۔ بخاری شریف کے گویا حافظ تھے اور جن احادیث پر شروع احادیث میں قیل وقال ہے ان کے متعلق ایسی تقریر فرماتے کہ طالب علم کو اعتراض کی گنجائش نہ رہ پاتی ایک واقعہ مجھے خوب یاد ہے کہ بخاری شریف کی ایک حدیث جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرطاس طلب فرمایا تھا اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بایں خیال کہ بخاری کی شدت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دینا مناسب نہیں ہے قرطاس لانے کی مخالفت کی تھی شروع احادیث میں بہت قیل وقال کی گئی ہے چنانچہ میں نے فتح الباری اور حافظ مبین الدین صاحب نے یعنی شرح بخاری کا خوب مطالعہ کیا اور صلاح کی کہ اس پر خوب اعتراضات کریں گے تاکہ حضرت یہ جان کر کہ میرے تلامذہ خوب مطالعہ کر کے آئے ہیں خوش ہوں اور دوسرے ساتھیوں کے مقابلے میں ہم زیادہ مطالعہ کرنے والے اور ذہین ثابت ہوں مگر ہوا یہ کہ میں قرأت کر رہا تھا جب مذکورہ حدیث میں نے لفظ اَنْهَجُوْا پڑھا تو حضرت نے فرمایا اَنْهَجُوْا یعنی میں نے ہ کو ساکن پڑھا تھا اور حضرت نے ہ کو مفتوح پڑھنے کو فرمایا جس کے بعد اعتراض خود بخود ختم ہو گئے اور فرمایا ہ کو مفتوح پڑھنا ہی صحیح ہے مختصر یہ کہ پیچیدہ مقامات پر ایسی سلجھی ہوئی اور دلنشین تقریر فرماتے کہ طالب علم کو کم سے کم اعتراض کا موقع ملتا حدیث شریف کے سبق کے شروع میں بسم اللہ کے بعد درود شریف ضرور پڑھا جاتا اکثر خود اعتراضات کی تقریر فرما کر جوابات ارشاد فرماتے۔ اَللّٰهُمَّ نُوِّدْ مَوْقِفَهُ اَللّٰهُمَّ بَرِّدْ مَضْجَعَهُ اَللّٰهُمَّ وَبَسِّعْ قَبْرَهُ وَصَلِّ اِلٰہِ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِکَ سَلِّطْنَا مُحَمَّدًا وَآلَہٗ وَاصْحَابَہٗ اَجْمَعِیْنَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ (۱)

(۱) محبوب رضا بریلوی مفتی صدر الشریعہ ایک باکمال مشفق استاذ مشمول ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 25 تا

مشاہیر تلامذہ

دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے حضرت صدر الشریعہ کے سینکڑوں تلامذہ میں سے چند مشاہیر کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

1. محدثِ اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قادری بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد
2. حافظِ ملت استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری بانی الجامعۃ الاشرافیہ مبارک پور
3. شیرِ بیشہ اہل سنت مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی خاں لکھنوی
4. صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی مؤلف بشیر الکامل و بشیر القاری شرح بخاری
5. مجاہدِ ملت مولانا حبیب الرحمن الہ آبادی بانی آل انڈیا تبلیغ سیرت
6. امین شریعت علامہ مولانا رفاقت حسین کانپوری مفتی اعظم کانپور
7. سید العلماء حضرت مولانا علامہ سید آل مصطفیٰ صاحب مارہروی
8. شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری (فرزند ارجمند)
9. حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب (فرزند ارجمند)
10. حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب (فرزند ارجمند)
11. حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ صاحب (فرزند ارجمند)
12. مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی وقار الدین صاحب دارالعلوم امجدیہ کراچی
13. خلیلِ ملت مفتی خلیل خان برکاتی مصنف ہمارا اسلام بانی دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد
14. خیر الاذکیاء حضرت علامہ غلام یزدانی اعظمی
15. شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی
16. صاحب تصانیف کثیرہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی
17. حضرت علامہ مولانا مفتی اعجاز ولی خاں
18. شمس العلماء حضرت قاضی شمس الدین جوپوری مصنف قانون شریعت
19. رئیس الحدیث حضرت مولانا مبین الدین امرہوی
20. جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ محمد سلیمان صاحب بھانگلپوری
21. حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خاں صاحب



22. ابوالحسن حضرت علامہ محسن صاحب فقیہ شہافعی مصنف سامان آخرت
23. حضرت مولانا ولی النبی صاحب بیگی رتو ڈیر شریف مردان
24. حضرت مولانا محمد الیاس سیالکوٹی
25. حضرت مولانا مفتی مجیب الاسلام ادروی
26. حضرت مولانا محراب دین پشاور شہر کی
27. حضرت مولانا مختار الحق خطیب اعظم دارالسلام (ٹوبہ)
28. مولانا عبدالعزیز صاحب (ڈیرہ اسماعیل خاں)
29. مولانا عبدالکلیم بخاری
30. حضرت مولانا سید ظہیر احمد زیدی مصنف رسم الافاء والمفتی
31. مولانا فیض الحسن پھونڈوی
32. مولانا محمد سلیمان سلہٹی
33. مولانا مفتی قاری محبوب رضا خاں بریلوی
34. حضرت مولانا صدیق اللہ بناری
35. حضرت مولانا غلام آسی صاحب
36. حضرت مولانا سبحان اللہ امجدی (1)
37. مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ثم لاهوری

یوں تو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے تمام علائقہ ایک سے بڑھ کر ایک ہیں لیکن ان میں دو شخصیات یعنی محدث اعظم پاکستان مولانا سرور احمد صاحب اور حافظ طہت مولانا عبدالعزیز صاحب کا کوئی جواب نہیں خود حضرت صدر الشریعہ فرمایا کرتے تھے "میری ساری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے۔" (2) اس قول سے ان کی مراد دو شخصیات محدث اعظم پاکستان اور حافظ طہت (علیہما الرحمۃ) ہیں۔

(1) محمد عبدالکلیم شرف قادری مولانا عظمتوں کے پاساں ص 75 بتصرف

(2) جلال الدین قادری مولانا محدث اعظم پاکستان ص 286

محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

محدثِ اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری نور اللہ مرقدہ بن چوہدری میراں بخش 1322ھ / 1904ء میں موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور (پنجاب) میں پیدا ہوئے^(۱)۔ ابتدائی تعلیم دیال گڑھ کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔ بعد ازاں مسلم ہائی سکول بٹالہ میں داخل ہوئے اور میٹرک کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کیا^(۲)۔ میٹرک کے بعد پٹوار کا امتحان پاس کیا اور ایف۔ اے کا امتحان دینے کے لیے لاہور تشریف لے آئے۔ انہی دنوں انجمن حزب الاحناف لاہور کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسے کا انعقاد ہوا جس میں برصغیر کے جلیل القدر علماء و مشائخ کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ بھی جلوہ فرماتے تھے حضرت حجتہ الاسلام حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت کی بے پناہ دولت سے مالا مال تھے۔ مولانا سردار احمد علیہ الرحمۃ نے آپ کی زیارت کی تو دل کی دنیا بدل گئی۔ دنیوی تعلیم کو خیر باد کہہ کر دینی تعلیم کے حصول کا پختہ عزم کر لیا۔ حضرت حجتہ الاسلام سے بریلی ساتھ لے چلنے کی درخواست کی جو انہوں نے منظور فرمائی یوں مولانا سردار احمد بریلی شریف تشریف لے آئے^(۳)۔

تعلیم

بریلی شریف میں ابتدائی کتب حضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا مولانا محمد حسین اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی سے پڑھیں۔ حضرت محدثِ اعظم کمال پابندی سے اسباق پڑھتے مطالعہ نہایت محنت سے فرماتے۔ اس زمانہ میں دارالعلوم منظر اسلام اور محلہ سوداگراں میں بجلی نہیں تھی۔ مدرسہ منظر اسلام اور خانقاہ عالیہ رضویہ کی شرقی گلی کے موڑ پر بلدیہ کا ایک مٹی کے تیل سے چلنے والا لیمپ لگا ہوا تھا۔ جب نماز عشاء پڑھ کر سب طلباء سو جاتے حضرت محدثِ اعظم پاکستان اس لائین کی روشنی میں گلی میں آ کر پڑھتے اور سبق یاد فرماتے۔

(۱) محمد جلال الدین قادری مولانا محدثِ اعظم پاکستان ص 33

(۲) ایضاً ص 63

(۳) محمد نعیم پروفیسر حضرت محدثِ اعظم پاکستان چند یادیں مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص 12 اکتوبر 2000ء

حضرت حجتہ الاسلام نے یہ دیکھا تو اس وقت کے مہتمم صاحب سے فرمایا کہ مولوی سردار احمد صاحب کے لیے کمرہ میں لائبریری کا انتظام کیا جائے (۱)۔

جب حضرت صدر الشریعہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے تو کچھ عرصے بعد آپ بھی وہاں حاضر ہو گئے۔ یہاں بھی بریلی کی طرح نہایت محنت اور ذوق و شوق کے ساتھ حصول علم دین میں مگن رہے۔ حضرت صدر الشریعہ کو اطباء نے بعد عصر سیر کا مشورہ دیا۔ اس وقت حضرت کے ہمراہ کتاب ہاتھ میں لیے آپ بھی ہوتے۔ یوں دوران سیر کتاب کا درس بھی جاری رہتا (۲)۔ جب حضرت صدر الشریعہ وہاں سے مستعفی ہو کر دوبارہ دارالعلوم منظر اسلام تشریف لائے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے اور یہیں سند فراغت حاصل کی (۳)۔

مدرسہ

1351ھ/1932ء میں آپ نے مدرسہ کا آغاز اپنی مادر علمی دارالعلوم منظر اسلام سے بحیثیت مدرس دوم فرمایا۔ کچھ عرصے بعد صدر المدرسین حضرت صدر الشریعہ دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں تشریف لے گئے تو آپ صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے۔ درس نظامی کی منتہی کتب پڑھائیں اور خوب پڑھائیں 1356ھ/1937ء میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کا قیام عمل میں آیا۔ یہاں آپ نے بطور شیخ الحدیث 1366ھ/ جولائی 1947ء تک یعنی دس سال علم حدیث کی گراں قدر خدمات انجام دیں (۴)۔

اسی دوران شہر کہتہ بریلی شریف کی اکبری جامع مسجد میں دیوبندی سلطان المناظرین ”مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان سے حفظ الایمان کی گستاخانہ کفریہ عبارت پر آپ کا چار روز تک مشہور مناظرہ ہوا جس میں مخالف مناظر کو اپنا چہرہ اپنا چشمہ جو تا کتابیں اپنی چٹری چھوڑ کر میدان مناظرہ سے بھاگنا پڑا (۵)۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے کچھ عرصہ وزیر آباد اور ساروکی میں قیام فرمایا پھر حضرت مفتی

(۱) محمد حسن علی رضوی 'مولانا' محدث اعظم پاکستان کے بعض یادگار واقعات، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ جنوری

1995ء ص 10

(۲) محمد جلال الدین قادری 'مولانا' محدث اعظم پاکستان ص 48 ج 1 (۳) ایضاً ص 53 ج 1

(۴) ایضاً ص 273 ج 1

(۵) محمد حسن علی رضوی 'مولانا' محدث اعظم پاکستان کے بعض یادگار واقعات، مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ص 10

عظیم ہندلیہ الرحمۃ سے مشورے کے بعد 1367ھ / 1948ء میں لائل پور (حال فیصل آباد) تشریف لے آئے۔ یہاں بے سرو سامانی کے عالم میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام قائم فرمایا۔ جسے اللہ کے فضل و کرم سے بڑی مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی اور حضرت کے شہرہ آفاق درس حدیث کی بدولت یہ دارالعلوم ملک و بیرون ملک کے طلبہ کا مرکز و مرجع بن گیا۔ جامعہ رضویہ کے صدر دروازے پر آپ نے یہ شعر لکھوایا۔

احمد رضا کے فیض کا در ہے کھلا ہوا
ہے قادری فقیروں کا جھنڈا گڑا ہوا⁽¹⁾

درس حدیث

حدیث شریف پڑھانے کے دوران کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی آجاتا تو آپ اس سے گفتگو نہ فرماتے۔ دارالحدیث کے درودیوار قصیدہ بردہ شریف و نعت شریف سے گونجتے رہتے۔ جب کسی حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبسم فرمانے کا ذکر آتا تو آپ بھی مسکراتے اور طلبہ کو بھی تبسم کی ہدایت فرماتے⁽²⁾۔

عشق رسالت

یوں تو سبھی حدیث پڑھانے والے شیخ الحدیث ہوتے ہیں لیکن محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کا امتیاز یہ ہے کہ آپ حدیث پڑھاتے ہوئے طلبہ کی توجہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مبذول کرواتے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ایک مشاہداتی کیفیت پیدا کر دیتے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ”جب لوگ بیمار ہوتے ہیں بخار ہوتا ہے یا سردرد ہوتا ہے تو دوائی کھاتے ہیں لیکن مجھے تکلیف ہوتی ہے تو میں حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھاتا ہوں تو مجھے آرام ہو جاتا ہے⁽³⁾۔“ دارالحدیث کے دروازے پر یہ شعر لکھوایا ہوا تھا

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہ

کہ دروے بو ذیل و قال محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے۔ طلباء عیادت کے لیے حاضر ہوئے مولانا محمد حسین سکھروی نے

(1) محمد نعیم پروفیسر حضرت محدث اعظم پاکستان چند یادیں مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ اکتوبر 2000ء ص 13

(2) ابوداؤد محمد صادق علامہ مولانا محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات ص 10

(3) محمد جلال الدین قادری مولانا محدث اعظم پاکستان ص 310



قصیدہ بردہ شریف خاص انداز سے پڑھنا شروع کر دیا۔ بعد میں آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ”طیب کے علاج سے اتنا فائدہ معلوم نہیں ہوتا جتنا ذکر حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے (۱) خوب فرمایا استاذ العلماء علامہ عطا محمد بند یالوی نے ”ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے اجزائے بدنی کی ترکیب ہی عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی گئی ہے (2)۔

دیگر کوائف

اللہ تعالیٰ نے باطنی حسن کے ساتھ ساتھ آپ کو ظاہری حسن و جمال سے بھی نوازا تھا۔ مقدس نورانی چہرہ اکثر سفید لباس پہنتے سر پر بڑا عمامہ ہوتا۔ چال ڈھال نشست و برخاست بڑی باوقار چلتے تو نظر نیچی رکھتے دولت خانہ سے نماز باجماعت کی ادائیگی کے لیے شاہی مسجد آتے تو پہلی صف میں بیٹھتے کئی دفعہ دیکھا اقامت شروع ہوئی جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے۔ نماز عصر کی باجماعت ادائیگی کے بعد مسجد میں کچھ دیر کے لیے وظائف میں مصروف رہتے۔ نماز کی ادائیگی بڑے خشوع و خضوع سے فرماتے نماز جمعہ کے موقع پر اجتماع کثیر ہوتا۔ شہر و بیرون جات سے لوگ بڑے ذوق و شوق سے حاضر ہوتے۔ مرکزی سنی رضوی جامع مسجد کے نمازیوں سے بھر جانے کے بعد جھنگ بازار اور پھر ارشد مارکیٹ میں صفیں بچھانا پڑتیں (3)۔

بیعت و خلافت

حضرت شاہ سراج الحق چشتی علیہ الرحمۃ سے بچپن ہی میں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت ہو گئے تھے۔ ان سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ حضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت و اجازت و خلافت کے شرف سے شرف ہوئے۔ نیز مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ ہزاروں افراد آپ کے دست اقدس پر تائب ہو کر سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔

تصنیف و تالیف

درس و تدریس و علاوہ تلقین اور بیعت و ارشاد کی جاں نسل مصروفیات کے باعث تصنیف و

(1) محمد جلال الدین قادری مولانا محدث اعظم پاکستان ص 151 ج 2

(2) ایضاً ص 156 ج 2

(3) محمد نعیم پروفیسر حضرت محدث اعظم پاکستان چند یادیں مشمولہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ اکتوبر 2000ء ص 14

تالیف کی جانب توجہ نہ کر سکے۔ تاہم چند تصانیف 1. فتاویٰ محدث اعظم علیہ الرحمۃ 2. اسلامی قانون وراثت 3. تبصرہ مذہبی بر تذکرہ مشرقی حال ہی میں مکتبہ قادریہ فیصل آباد نے شائع کی ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ سے عقیدت و محبت

استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ سے بڑی عقیدت تھی۔ پاکستان تشریف لائے تو اکثر مدارس کے منتظمین اور مشائخ کی خواہش تھی کہ حضرت ہمارے مدرسہ کو رونق بخشیں۔ جو اباً حضرت نے جو کچھ فرمایا اس کے لفظ لفظ سے اپنے استاذ محترم کی عقیدت پھوٹی ہے فرمایا ”میں استاذی المکرم بدر طریقت صدر الشریعہ علامہ حکیم محمد امجد علی صاحب رضوی دامت برکاتہم سیدی و سندی حضرت مفتی اعظم ہند سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف عم فیوضہم کے حکم کا منتظر ہوں۔ اگر وہ حضرات مجھے حکم دیں تو کہیں بھی شامیانہ لگا کر دینی خدمات انجام دوں گا لیکن جب تک ان حضرات کی طرف سے کوئی حکم یا کوئی غیبی اشارہ نہ ہو جائے اس وقت تک کسی جگہ کا وعدہ قبول نہ کروں گا“ (1)۔

ایام علالت میں ایک مرتبہ آپ صدیقی ہسپتال فیروز شاہ سٹریٹ سے دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی ٹیکسی پر سوار ہو کر تشریف لے جانے لگے۔ اتفاق کہ ٹیکسی والا راستہ بھول گیا۔ مولانا اسد احمد اور مولانا عنایت اللہ شاہ ٹیکسی رکوا کر جس سے پوچھتے کہ دارالعلوم امجدیہ کس طرف ہے وہ بلا علمی ظاہر کرتا حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ خاموش رہے۔ بالآخر آپ نے ٹیکسی رکوا کر ایک آدمی سے پوچھا ”ہمارے صدر الشریعہ بدر الطریقہ قبلہ علیہ الرحمۃ کے نام سے ایک دارالعلوم یہاں ہے ہمیں وہاں پہنچنا ہے“ اتفاق کی بات یہ کہ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ عالمگیر روڈ سامنے آگئی اور دارالعلوم امجدیہ سامنے تھا۔ سچ ہے اساتذہ کرام کے ادب و احترام سے بھولی ہوئی منزلیں سامنے آ جاتی ہیں (2)۔ ”یونہی حضرت صدر الشریعہ بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے ایک مرتبہ فرمایا: ”مولانا سردار احمد میری دہنی آنکھ ہیں (3)۔“

(1) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا سوانح صدر الشریعہ ص 111

(2) محمد جلال الدین قادری مولانا محدث اعظم پاکستان ص 163

(3) محمود اختر قادری مفتی احمد محدث اعظم پاکستان مشمولہ حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 407

وصال

اپنے دور کے عظیم محدث، ملت اسلامیہ کے محسن، حبیب کبریٰ علیہ التحیۃ والثناء کے سچے عاشق، سنیوں کے قافلہ سالار، لاکھوں افراد اشکبار چھوڑ کر 29 رجب المرجب 1382ھ / 29 دسمبر 1962ء کو دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ کا جسد مبارک بذریعہ شاہین ایکسپریس کراچی سے فیصل آباد لایا گیا۔ اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک علماء و مشائخ اور عوام کے بے پناہ ہجوم نے یہ ایمان افروز نظارہ دیکھا کہ آپ کے جنازہ پر نور کی بارش ہو رہی ہے اور ابر کا نام و نشان نہ تھا۔ نماز جنازہ حسب وصیت شہید المل سنت مولانا عبدالقادر احمد آبادی نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں قریباً تین لاکھ فرزند ان توحید و رسالت شریک ہوئے۔ آپ کا مزار آپ ہی کی بنائی ہوئی سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد کے پہلو میں زیارت گاہ خاص و عام ہے (۱)۔

(۱) محمد ابراہیم خوشتر قادری رضوی، مولانا حالات زندگی مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد، مشمولہ فتاویٰ محدث اعظم ص 23

حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری علیہ الرحمۃ والرضوان ضلع مراد آباد کے قصبہ بھوجپور میں 1314ھ میں ایک دیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حافظ محمد نور صاحب بہت ہی سیدھے سادھے حافظ قرآن بزرگ تھے۔ انہوں نے حافظِ ملت اور ان کے دونوں بھائیوں کو اپنی ہی طرح حفظ قرآن کی تعلیم دے کر حافظ بنایا^(۱)۔

ابتدائی تعلیم

حافظِ ملت نے حفظ قرآن کی تکمیل اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ خانگی دشواریوں کے باعث سلسلہ تعلیم منقطع کر دیا۔ انہی دنوں مراد آباد کے ایک انتہائی قابل اور حاذق حکیم بہ سلسلہ علاج بھوجپور تشریف لائے اور مسجد میں حافظِ ملت کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔ آپ کی قرأت اور صحت تلفظ سے بہت متاثر ہوئے۔ اختتام نماز پر دوران گفتگو حکیم صاحب نے فرمایا حافظ صاحب آپ مراد آباد آ کر ہم سے فن طب پڑھ لیں۔ آپ کا ذہن حکمت کے لیے بہت مناسب ہے۔ آپ نے اپنی اقتصادی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے معذرت پیش کی مگر حکیم صاحب نے اس جوہر قابل کی تعلیم و تربیت کا پورا بار اپنے ذمہ لے لیا چنانچہ حافظِ ملت بغرض تحصیل علم مراد آباد تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب نے گلستان کا امتحان لے کر فرمایا حافظ صاحب آپ عربی تعلیم حاصل کریں میں آپ کے اندر فکر و نظر کی بڑی صلاحیت پاتا ہوں چنانچہ آپ نے عربی تعلیم شروع کی پندرہ روز میں میزان، منشعب اور ایک ماہ میں نحو میر و پنج گنج یاد فرمائیں۔ پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لے لیا اور اس طرح حکیم صاحب نے اس جوہر قابل سے جو توقعات وابستہ کر رکھی تھیں بحمدہ تعالیٰ بدرجہ اتم پوری ہوئیں^(۲)۔

حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں

جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تین سال تحصیل علم کے بعد مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے

(۱) ارشاد احمد عارف، صمیم فقہ اسلامی، ص 268

(۲) ایضاً ص 402



موقع پر حافظِ ملت نے جب حضرت صدر الشریعہ سے تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت صدر الشریعہ نے آپ کی درخواست منظور فرمائی۔ یوں حافظِ ملت جامعہ معینیہ عثمانیہ، جمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ملاحظہ ہو کہ پڑھنے کے بعد گھریلو حالات کی وجہ سے حافظِ ملت دورہ حدیث لینا چاہتے تھے۔ اس موقع پر حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا ”آسمان زمین بن جائے پہاڑ بل جائے یہ ہو سکتا ہے لیکن تمہاری ایک کتاب بھی رہ جائے یہ نہیں ہو سکتا کتابیں سب پڑھنی ہیں (۱)۔“ شفیق استاذ کی زبان سے ان الفاظ کو سننے کے بعد اطاعت شعار شاگرد نے سر تسلیم خم کر دیا۔ پھر تمام کتب کو پڑھ کر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بریلی آئے دورہ حدیث لیا اور 1352ھ میں سند فراغت اور دستارِ فضیلت سے مشرف ہوئے (۲)۔

مبارک پور میں تشریف آوری

شوال المکرم 1352ھ میں حضرت صدر الشریعہ نے آپ کو بریلی میں بلایا اور فرمایا میں برابر باہر رہا اور میرا ضلع خراب ہو رہا ہے۔ میں آپ کو خدمت دین کے لیے مبارک پور بھیجتا چاہتا ہوں۔ حضرت حافظِ ملت نے عرض کیا ”میں تو ملازمت کرنا نہیں چاہتا۔“ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ”میں نے ملازمت کو کب کہا میں نے خدمت دین کی بات کی ہے (۳)۔“ حافظِ ملت نے حکم مان لیا اور بریلی سے ہی چند طلبہ لے کر 29 شوال 1352ھ میں مبارک پور تشریف لے آئے۔ اس وقت مدرسہ پرانی بستی میں تھا اور معیارِ تعلیم قاری، نحو میر اور بیخ گنج تک تھا۔ مگر آپ کی تشریف آوری سے اس مدرسہ کی قسمت بدل گئی۔ آپ کی تشریف آوری کو ابھی تقریباً ساڑھے گیارہ ماہ ہوئے تھے کہ شوال 1353ھ میں گولہ بازار میں ایک زمین مدرسہ کے لیے حاصل کر لی گئی۔ مدرسہ کی بنیاد حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے رکھی (۴)۔

طالبانِ شوق کی کثرت سے جب یہ عمارت بھی تنگ ہو گئی تو حضور حافظِ ملت نے ایک عظیم

(۱) اختر حسین فیضی، مولانا حافظِ ملت، صدر الشریعہ کی بارگاہ میں، مشمولہ حضور صدر الشریعہ، حیات و خدمات، ص 149

(۲) محمد جلال الدین قادری، مولانا محمدت اعظم پاکستان، ص 54

(۳) غلام مصطفیٰ کوثر امجدی، مولانا صدر الشریعہ اور دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور، مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ، ص 144

(۴) فیضانِ المصطفیٰ قادری، مولانا حضور صدر الشریعہ، حیات و خدمات، ص 404



تعلیمی درسگاہ کی ضرورت محسوس کی۔ اس سلسلے میں تین روزہ تعلیمی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں پورے ملک کے علماء، شعراء، خطباء، تشریف فرما ہوئے اور آبادی سے دور ایک عظیم یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ چند مہینوں میں مجوزہ درس گاہ کے لیے ایک عظیم الشان عمارت وجود میں آگئی جس کو دنیا کی جامعۃ الاشرفیہ کے نام سے جانتی ہے۔

تدریسی صلاحیت

درسِ نظامی کی اہم اور مشکل کتابوں کو بر جتہ پڑھانے پر حضور حافظ ملت کو پوری قدرت حاصل تھی ایک بار ”قاضی مبارک“ کا درس ہو رہا تھا معمول کے مطابق درس ختم کر کے کتاب بند کرنی چاہی۔ ایک ذکی طالب علم نے اپنے ہم درس کو اشاروں میں کہا کہ حافظ ملت کا مطالعہ یہیں ختم ہو گیا حضرت نے کتاب کھول دی اور عبارت پڑھنے کے لیے ارشاد فرمایا ”طالب علم نے اپنے مطالعہ کے مطابق عبارت پڑھی حضرت نے اسی شان سے درس دیا اب طالب علم نے کتاب بند کرنی چاہی حضرت نے ارشاد فرمایا اور پڑھو مگر طالب علم کا مطالعہ ختم ہو چکا تھا اس لیے وہ خاموش بیٹھا رہا حضرت نے ارشاد فرمایا ”عبدالعزیز کو قاضی پڑھانے کے لیے مطالعہ کی حاجت نہیں بفضلہ تعالیٰ ایک نشست میں پوری قاضی پڑھا سکتا ہوں“ (1)۔

حضرت صدر الشریعہ سے عقیدت

حافظ ملت اساتذہ کی بارگاہ میں سراپا ادب بنے رہتے ان کے حکم کی تعمیل اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتے خصوصاً حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ ان کے تعلقات اتنے گہرے تھے کہ آج دور دور تک کسی شاگرد کا اپنے استاذ کے ساتھ ایسا تعلق و لگاؤ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ خود فرماتے ہیں۔ ”جب میں اجمیر شریف میں طالب علم تھا تو صدر الشریعہ عصر کی نماز کے بعد مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب کو ایک کتاب (غالباً قطبی) کا درس دیتے تھے ہم لوگ حضرت کی درسگاہ سے نکل کر جب باہر ہونے لگتے تو ہم میں کا ہر ایک صدر الشریعہ کے نعلین درست کرنے میں سبقت کرتا تھا کہ کبھی کبھی ہم لوگ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے چنانچہ کچھ روز کے بعد آپس میں یہ طے پایا کہ ہم دونوں ایک ایک پاؤں کا جوتا سیدھا کر دیا کریں تاکہ دونوں برابر فیض اٹھائیں اور کوئی محروم نہ رہے“ (2)۔

(1) فیضان المصطفیٰ قادری، مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 403

(2) اختر حسین فیضی، مولانا حافظ ملت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں مشمولہ حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 150



حافظ ملت فرمایا کرتے تھے: گرم کھانا کھانے سے سوڑھے کمزور ہوتے ہیں مگر میں گرم چائے اس لیے پیتا ہوں کہ میرے استاذ حضرت صدر الشریعہ گرم چائے پیتے تھے۔ مزید فرمایا ”کامیاب اشخاص کی تقلید کرنے سے آدمی کامیاب ہوتا ہے میں نے حضرت صدر الشریعہ کی پیروی کی کامیاب ہوا میں نے ان کو سب سے زیادہ کامیاب مدرس پایا تو ان کے طریقے کو اپنایا (1)۔“

حافظ ملت چلنے میں بھی حضرت صدر الشریعہ کی پیروی کرتے تھے چنانچہ علامہ محمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ لکھتے ہیں: ”حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان صبح کے وقت مدرسہ جانے کے لیے نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا جب قریب پہنچا تو حضرت نے سوال فرمایا کہ دیکھو ان دونوں سایوں میں کیا فرق ہے؟ میں نے عرض کیا بہت بڑا فرق ہے پھر سوال فرمایا کیا فرق ہے؟ میں نے عرض کیا وہ حضور کا سایہ ہے اور یہ آپ کے غلام کا ہے فرمایا نہیں ان دونوں سایوں کے سروں کو دیکھو کیا فرق ہے؟ اب جب میں نے غور سے دیکھا تو ایک نمایاں فرق نظر آیا میں نے عرض کیا کہ حضرت کا سر مبارک چلنے میں متحرک نظر نہیں آتا بلکہ بغیر ارتعاش کے آگے بڑھتا جا رہا ہے اور میرا سر چلنے میں متحرک نظر آ رہا ہے اس پر حضرت نے فرمایا میاں یہی تو بات ہے میں نے چلنا بھی حضرت صدر الشریعہ سے سیکھا ہے (2)۔“

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے نسبت و تعلق کی وجہ سے آپ ان کی اولاد کا بھی بہت خیال رکھتے تھے اور احترام فرماتے تھے چنانچہ شہزادہ صدر الشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”جب 1961ء میں ہندوستان حاضر ہوا تو حافظ صاحب خود میرے مکان پر ملنے کے لیے تشریف لائے اتفاق سے میں دوسری جگہ گیا تھا تو وہاں تشریف لائے اور نہایت ہی محبت و تواضع سے پیش آئے (3)۔“

شاہزادہ صدر الشریعہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ فرماتے ہیں ”حافظ ملت جب مبارک پور جامعہ اشرفیہ میں صدر المدرسین ہو کر تشریف لائے تو میری عمر سات سال تھی۔ میں درجہ حفظ

(1) آل مصطفیٰ مصباحی مولانا سوانح صدر الشریعہ ص 107

(2) عابد حسین مصباحی مولانا صدر الشریعہ حیات و خدمات کا تفصیلی جائزہ مشمول ماہنامہ اشرفیہ ص 195

(3) اختر حسین فیضی مولانا حافظ ملت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 154



میں داخل تھا مگر میری رہائش کا انتظام اور طعام کا حضرت سیدی حافظ ملت قدس سرہ نے اپنے پاس سے انتظام فرمایا تھا۔ ان دنوں بچپن کی وجہ سے گھنٹوں لاپتہ رہتا تھا مگر جب تک مجھے تلاش کروا کر گھر نہ بلا لیتے، کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔“

مزید لکھتے ہیں ”پاکستان سے جب میں گھر پہنچتا تو مجھ سے ملنے کے لیے دوسرے ہی روز حضرت قادری منزل (گھوسی) تشریف لاتے بارہا میں نے درخواست کی کہ حضور میں تو خود حاضر ہونے والا تھا تو فرماتے مجھے خود آ کر ملاقات کرنے سے مسرت حاصل ہوتی ہے (1)۔“

وصال

شب وروز کی جاں گسل مصروفیات کی وجہ سے آپ علیل ہو گئے۔ صحت جواب دینے لگی بالآخر یکم جمادی الاخریٰ 1396ھ کی رات وہ آفتاب علم ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا جس کی نورانی کرنوں سے پورا برصغیر نصف صدی تک منور ہوتا رہا (2)۔ مزار اقدس آپ کے قائم کردہ عظیم دارالعلوم الجامعہ الاشرفیہ میں مرجع خلائق ہے۔

(1) اختر حسین فیضی، مولانا حافظ ملت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں مشمولہ حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 155

(2) فیضان المصطفیٰ قادری، مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 404



شیرِ پیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی لکھنوی علیہ الرحمۃ

مولانا حشمت علی خان ابن نواب علی خاں لکھنوی میں 1320ھ / 1901ء میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنا مادہ تاریخی سب درگاہ بغداد تحریر فرماتے تھے۔ یہیں تربیت و نشوونما پائی۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے اساتذہ سے دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور بارہ برس کی عمر میں قرأت کی سند حاصل کی 1337ھ میں دارالعلوم منظر اسلام حاضر ہوئے۔ جہاں حضرت صدر الشریعہ سے مختلف علوم و فنون کا درس لیا (1)۔ حجتہ الاسلام شاہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں قدس سرہ نے 1340ھ میں اپنے دست اقدس سے دستار فضیلت زیب سرفرمائی اور سند اجازت بھی عطا کی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے شرف بیعت حاصل تھا (2)۔

تدریس

چند برس ماوراء علمی دارالعلوم منظر اسلام میں مدرس رہے پھر دھوراجی دارالعلوم مسکینیہ میں صدر المدرسین بنا کر بھیجے گئے۔ پھر پاورہ ضلع بڑودہ کے مدرسہ اہل سنت میں صدر مدرس ہوئے (3)۔

رڈ و مناظرہ

قدرت نے بحث و استدلال زبان و بیان طہا می و مکتہ ری سے آپ کو حظ وافر عطا کیا تھا جس کی بدولت آپ نے کثرت سے مناظرے کیے اور فتح پائی۔ ہلدوانی کے ایک مناظرے میں مولوی یسین خام سرائی کے مقابلے میں اعلیٰ حضرت نے آپ کو روانہ فرمایا۔ دور طالب علمی اور انیس سالہ عمر کے باوجود آپ فتح مند ہوئے اس خوشی میں آپ کے مرشد و مربی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ابوالفتح ولد مرافق اور غیظ المنافقین کے زریں القاب عطا فرمائے (4)۔

راندر میں محمد حسین سے آپ کا تاریخی مناظرہ ہوا اور آپ کو فتح مبین حاصل ہوئی ”سورت“ میں اس کی تہنیت میں جلسہ عام میں علماء نے آپ کو شیر پیشہ اہل سنت کا خطاب دیا جو

(1) فیضان المصطفیٰ قادری مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 409

(2) ارشاد احمد رضوی مولانا شیر پیشہ سنت مشمولہ ماہنامہ کنز الایمان جون 2000ء ص 43

(3) فیضان المصطفیٰ قادری مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 409

(4) ارشاد احمد رضوی مولانا شیر پیشہ سنت ماہنامہ کنز الایمان ص 43



اتنا مشہور ہوا کہ بمنزلہ علم بن گیا۔ مگر آپ کو اعلیٰ حضرت کی دی ہوئی کنیت ابوالفتح، بہت محبوب تھی اور اعلیٰ حضرت سے اس قدر الفت و محبت تھی کہ خود کو عبیدالرضا لکھتے تھے۔ آپ کی خطیبانہ شوکت کا غلغلہ پورے ہندوستان میں تھا۔ آپ جب کرسی خطابت پر جلوہ افروز ہوتے تو لگتا کہ کوئی شیر بیٹھا ہے (1)۔ اتنی مصروفیات کے باوجود آپ نے چالیس سے زائد قیمتی تصانیف چھوڑی ہیں جو شوکت استدلال کا اپنا لگ ہی رنگ رکھتی ہیں۔ (2) بلا آخر کم و بیش چالیس برس فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے بعد 8 محرم الحرام 1380ھ / 3 جولائی 1960ء کو دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے (3)۔

جامع المعقول والمنقول مفتی وقار الدین قادری رضوی علیہ الرحمۃ

یکم جنوری 1915ء مطابق 14 صفر المظفر 1333ھ پبلی بحیث میں پیدا ہوئے۔ پانچویں تک سکول میں پڑھنے کے بعد مدرسہ آستانہ شیریہ میں دینی تعلیم کے لیے داخل ہو گئے۔ بعد ازاں دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں آ گئے۔ یہاں حضرت صدر الشریعہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب اور حضرت مولانا احسان الہی صاحب کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ جب حضرت صدر الشریعہ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں تشریف لے گئے تو آپ بھی کچھ عرصہ بعد مزید تعلیم کے لیے صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ 1938ء میں آپ نے دورہ حدیث مکمل کیا حضرت صدر الشریعہ نے آپ کی دستار بندی فرمائی اور سند فراغت عطا فرمائی۔ آپ نے یکے بعد دیگرے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف، دارالعلوم احمدیہ سدیہ چٹاگانگ اور دارالعلوم امجدیہ کراچی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ دارالعلوم امجدیہ میں آپ سے دارالافتاء کی سرپرستی کرنے کی بھی درخواست کی گئی۔ آپ نے افتاء کا شعبہ سنبھالا تو ساکلمین کی لائن لگ گئی۔ ہزاروں لوگوں نے آپ سے استفتاء کئے جن کے جوابات پر مشتمل ”وقار الفتاویٰ“ تین جلدوں میں شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکا ہے۔ علم و عمل کا یہ آفتاب اپنی ضیا پاشیوں کے بعد 19 ستمبر 1993ء مطابق 20 ربیع الاول 1413ھ بروز ہفتہ بوقت نماز فجر غروب ہو گیا۔ نماز جنازہ مولانا عبدالعزیز حنفی نے پڑھائی اور دارالعلوم امجدیہ میں علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (4)

(1) ارشاد احمد رضوی، مولانا شیر بیٹہ، سنت، مشمولہ ماہنامہ کنز الایمان ص 43

(2) ایضاً ص 44 (3) ایضاً ص 44

(4) محمد عارف خان ساقی، حالات مصنف، مشمولہ وقار الفتاویٰ باختصار



مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمان قادری رضوی علیہ الرحمۃ

رئیس التارکین، مجاہد ملت حضرت علامہ محمد حبیب الرحمان ہاشمی عباسی رضوی، قصبہ دھام نگر اڑیسہ میں بتاریخ 8 محرم الحرام 1322ھ بروز شنبہ بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ انگریزی تعلیم حاصل کی۔ پھر مدرسہ سبحانیہ آباد میں ابتدائی کتب پڑھ کر دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف، حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب حضرت صدر الشریعہ نے استعفیٰ دیا تو آپ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ یہیں سے دورہ حدیث کے بعد سند تکمیل اور دستار فضیلت پائی۔

تکمیل کے بعد مدرسہ سبحانیہ آباد میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اور عرصہ دراز تک مدرسے کے فرائض انجام دیئے۔ اسلامی تحریکات کی سرپرستی اور گمراہ فرقوں کی سرکوبی مجاہد ملت کا محبوب مشغلہ تھا۔ ملک بھر میں آپ نے بیسیوں مدارس، مساجد اور انجمنیں قائم فرمائیں۔ اشاعت مسلک اہل سنت کے لیے مکتبہ الحبیب اور حبیب المطالع پریس خصوصی اہتمام سے قائم فرمایا۔ آپ کو دیکھ کر ان متقدمین کی یاد تازہ ہوتی تھی جنہوں نے ریسمانہ زندگی ترک کر کے فقر و فاقہ کو پسند فرمایا۔ اسی لیے آپ کو رئیس التارکین بھی کہا جاتا ہے۔ پٹنہ میں ہونے والی کانفرنس میں آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کا زیور پیش کر دیا۔ منتظمین نے جب قبول کرنے میں پس و پیش کی تو فرمایا ”اب تو یہ گھر سے نکل چکا ہے واپس نہیں جاسکتا۔“

حضرت مجاہد ملت نہایت ذہین، دقیقہ رس، دور اندیش اور بہترین مناظر تھے۔ دیوبندیوں، وہابیوں سے کئی مناظرے کیے ہر بار فتح و نصرت نے آپ کے قدم چومے۔ بریلی کا تاریخی مناظرہ جس میں مناظر کے فرائض محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب نے انجام دیئے تھے کے صدر مناظرہ آپ ہی تھے۔ آپ کے پیر و مرشد محمد الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے فتح کی مبارک باد اور جبہ و عمامہ عنایت فرمایا تھا۔

6 جمادی الاولیٰ 1401ھ / 13 مارچ 1981ء بروز جمعہ آپ کا انتقال بمبئی میں ہوا۔ نعش

مبارک بذریعہ طیارہ کلکتہ اور پھر وہاں سے وطن مالوف کنگ اڑیسہ پہنچائی گئی۔ پسرے دن تقریباً 5 بجے سپرد خاک کیا گیا۔ یعنی شاہدین کا کہنا ہے اس قدر تاخیر کے باوجود میت بالکل تروتازہ اور صحت سالم تھی۔ (۱)

(۱) محمد شہاب الدین رضوی مولانا معنی اعظم اور ان کے خلفاء، ص 304 تا 317، باختصار



امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ

صدر العلماء، امام النحو علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمۃ 1900ء میں ریاست دادوں، علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام الحاج غلام فخر الدین ابن مولانا حکیم سید سخاوت حسین فخری سلیمانی ہے۔ درجہ چہارم تک سکول کی تعلیم حاصل کی پھر آپ کے چچا برصغیر کے معروف عالم دین مولانا قطب الدین برہم چاری نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل کرادیا۔ ابتدائی کتابیں مولانا عبدالعزیز فتحپوری سے پڑھیں۔ گلستانِ قدوری، قال اقول تک کتب حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی سے پڑھیں۔ پھر حضرت صدر الشریعہ سے اکتساب فیض کے لیے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، جمیر شریف، تشریف لائے۔ یہاں آپ کے علاوہ مولانا امتیاز احمد ایٹھوی، مولانا عبد الجبید، مولانا عبدالحی افغانی، مولانا عبداللہ افغانی، مولانا سید امیر احمد پنجابی سے تعلیم حاصل کی۔ جب حضرت صدر الشریعہ نے دارالعلوم منظر اسلام مراجعت فرمائی تو یہ بھی ہمراہ تھے یہاں فوقانی کتب پڑھ کر حضرت صدر الشریعہ کے ہاتھوں دستارِ فضیلت اور سند تکمیل حاصل کی۔ بریلی میں آپ کے ہم درس، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارکپوری اور مولانا رفاقت حسین رحمہم اللہ تھے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد دارالعلوم محمدیہ جاس میں تدریس کی پھر کرنال کے دارالعلوم کے صدر مدرس بنے پھر کانپور کے احسن المدارس کے صدر مدرس ہوئے۔ 1935ء میں میرٹھ کی اس اسلامی درس گاہ کے صدر مدرس ہوئے جو خان بہادر الحاج بھیا بشیر الدین نے اندرکوٹ میں قائم کی تھی۔ اسی دارالعلوم میں آپ نے تا وصال یعنی تقریباً پچاس سال تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ 8 مئی 1973ء کو دارفنا سے دار بقا کی جانب روانہ ہوئے۔

تصانیف میں بشیر القاری شرح بخاری، بشیر الناجیہ شرح کافیہ البشیر الکامل شرح ملۃ عامل، البشیر شرح نحو میر اور نظام شریعت مشہور و معروف ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت صدر العلماء ”کافیہ“ کے حافظ تھے۔

مفتی شریف الحق امجدی، علامہ شاہ احمد نورانی، شاہ محمد عارف اللہ قادری، علامہ نظام الدین اور علامہ محمد نعیم اللہ صاحب مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں۔ بیعت و خلافت کا شرف حضرت شاہ علی حسین اشرفی سے حاصل تھا۔ (1)

(1) محمد عبدالکلیم شرف قادری، مولانا ذمہ نشاء، تابلش قصوری، مولانا تذکرہ حیات علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی باختصار



سید العلماء مولانا آل مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

سید العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی سید آل مصطفیٰ اولاد وحید 1332ھ / 1914ء میں پیدا ہوئے (1)۔

تعلیم و تربیت

آپ کے عظیم ماموں تاج العلماء حضرت شاہ اولاد رسول علیہ الرحمۃ کے زیر سایہ آپ کی تربیت ہوئی، ابتدائی تعلیم بھی انہیں سے حاصل کی۔ حضرت صدر الشریعہ سے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، اجیر شریف میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ طب و حکمت کی تعلیم مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے حاصل کی (2)۔

دینی و ملی خدمات

برسوں کھڑک مسجد بمبئی میں امامت و خطابت کا فریضہ انجام دیا۔ مسلمانان المل سنت کے عقائد و ایمان کے تحفظ اور ایک پلیٹ فارم پر لا کر ان کی ملی و سیاسی قوت اور ان کی اجتماعیت کے اظہار کے لیے آپ نے 1958ء میں "آل انڈیا سنی جمعیت العلماء" قائم فرمائی۔ محدث اعظم ہند اور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ نے بالاتفاق جماعت کی صدارت بھی آپ کے سپرد کر دی (3)۔ اس کے توسط سے آپ نے بمبئی اور مہاراشٹر کے دوسرے علاقوں کے بہت سے صحیحہ دینی و ملی اور مسلم سیاسی مسائل حل کیے۔ آپ نے بمبئی میں یوم میلاد مصطفیٰ کے جشن کی ابتداء کے ساتھ ساتھ جشن غوثیہ کے انعقاد کا بھی آغاز کیا..... آپ حق گو بے باک، مرد مومن اور اللہ کے شہر تھے۔ کسی بھی حکومت سے وہ بے نہ ڈرے۔ جہڑ ملت حضرت علامہ حبیب الرحمن صاحب علیہ الرحمۃ کی گرفتاری پر 1963ء میں آپ نے زبردست احتجاج کیا اور اس وقت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کو بہت سخت خط لکھا تھا (4)۔

(1) عبدالنعیم عزیزی ڈاکٹر یقین کے دو ماہ مبین، ص 12

(2) ایضاً ص 13

(3) آل رسول حسین میاں نظم سید و در صورت ولی سیرت ہمارے مفتی اعظم، مشمولہ پیغام رضا، مفتی اعظم نمبر ص 34

(4) عبدالنعیم عزیزی ڈاکٹر یقین کے دو ماہ مبین، ص 13



وعظ و تلقین

آپ اعلیٰ درجے کے خطیب تھے۔ ملک کے طول و عرض میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں اور جلسوں میں پر جوش خطاب فرماتے، ایک مرتبہ بلرام پور میں جس جگہ آپ تقریر فرما رہے تھے۔ باہر ہندو نقصان پہنچانے کے ارادے سے جمع ہونا شروع ہو گئے، پولیس سی۔ آئی۔ ڈی والے بھی پہنچ گئے۔ آپ نے گرج کر فرمایا ”سی۔ آئی۔ ڈی والے کہیں چھپے بیٹھے ہوں تو سید کی تقریر کا لفظ لفظ نوٹ کر لیں اور یہ پولیس والے جو ابھی آئے ہیں یہ بھی سنیں اور جو جن سنگھی بہت دیر سے کھڑے ہیں وہ بیٹھ کر آرام سے سید کی باتیں سنیں ارے یہ ہندوستان ہمارا ہے یہ ہمارے خولجہ کا ہندوستان ہے۔ ہم نے تمہیں تہذیب و انسانیت سے آشنا کیا ہے وغیرہ“۔ کچھ دیر بعد غیر مسلمین کی بھیڑ چھٹ گئی، پولیس والے بھی چلے گئے اس شب سید العلماء نے تقریباً ساڑھے تین گھنٹے تقریر فرمائی (۱)۔ آپ رات کو وعظ و تقریر سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے اور صبح کو بیعت و ارشاد کے مصلیٰ پر بیٹھ کر معرفت خداوندی کے پیاسوں کو جام وصال بھر بھر کے پلاتے۔ یوں ہزار ہا افراد آپ کے دست اقدس پر تائب ہوئے، کافروں نے اسلام قبول کیا۔

تصنیف و تالیف

سید العلماء نے فتاویٰ بھی لکھے ہیں مکتوبات، مقالات اور مضامین بھی اس کے علاوہ ”نئی روشنی“ کے عنوان سے ایک ناول بھی تحریر فرمایا جس میں 1857ء کے بعد دہلی کے ایک امیر و کبیر مسلم خاندان کی کہانی ہے جو نیچریت کا پیرو اور مغربی تہذیب کا دیوانہ تھا۔ حضرت تاج العلماء کے جاری کردہ ماہنامہ ”اہل سنت کی آواز“ کی ادارت کی ذمہ داریاں بھی آپ ہی کے سپرد تھیں (۲)۔ نثر کے ساتھ ساتھ نظم میں بھی آپ نے کام کیا۔ نعتیں، مہجیں، وغیرہ تحریر فرمائیں اگر آپ کے منظومات کو یکجا کر لیا جائے تو اچھا خاصہ دیوان بن سکتا ہے۔ آپ کا یہ شعر تو بہت مشہور اور زبان زد عوام و خواص ہے۔

کسی کی جوجے کیوں ہم پکاریں کیا غرض ہم کو ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یا رسول اللہ (۳)

وصال پر ملال

تقریباً ساٹھ برس کی عمر میں 12 جمادی الاخریٰ 1394ھ/1974ء میں آپ نے رحلت فرمائی (۴)۔

(۱) عبدالنعیم عزیزی ڈاکٹر، یقین کے دو ماہ، مبین ص 19

(۲) ارشاد احمد رضوی، مولانا، حضرت احسن العلماء حیات و خدمات، مشمولہ ماہنامہ کنز الایمان اگست 2000ء ص 37

(۳) عبدالنعیم عزیزی ڈاکٹر، یقین کے دو ماہ، مبین ص 20 (۴) ایضاً ص 12

شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس

الدین صاحب جو پور کی علیہ الرحمۃ

آبائی وطن جو پور میں ولادت ہوئی ابتدائی تعلیم مدرسہ حنفیہ جو پور میں ہوئی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی۔ اے کیا۔ انگریزی تعلیم کی تکمیل کے بعد عربی کا شوق پیدا ہوا اور صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ سے کسب فیض کے لیے جامعہ نعیمیہ مراد آباد حاضر ہوئے اور آپ سے درسِ نظامی کی متعدد کتب کا درس لیا۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کے درس کی شہرت سن کر بہت سارے طلبہ کے ساتھ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف پہنچے۔ انتہائی ذوق و شوق اور کمال انہماک و یکسوئی سے اساتذہ دارالعلوم سے درسِ نظامی کی متوسطات پڑھیں معقولات و مقولات کی منتہی کتب اور درسِ حدیث حضرت صدر الشریعہ سے لیا۔ 1351ھ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے ہمراہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی آئے۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قدس سرہ اور دیگر اکابرین اہل سنت کے مبارک ہاتھوں سے سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف جامعہ نعیمیہ مراد آباد دارالعلوم منظر حق ناظمہ فیض آباد اور مدرسہ حنفیہ جو پور میں درس دیا۔

آخر الذکر وہ مدارس میں صدر المدینین کے منصب پر فائز رہے بعد ازاں جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس میں مسندِ صدارت کی زینت بنے 1394ھ میں جب حافظ ملت علیہ الرحمۃ الہامیہ الاشرافیہ مبارک پور کی تعمیر سرگرمیوں کی بناء پر تدریسِ فرائض سے الگ ہوئے تو الجامعہ الاشرافیہ میں شیخ الحدیث کے لیے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی نظر انتخاب آپ پر پڑی اور جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس کے اراکین و مدرسین کے اصرار کے باوجود بحیثیت شیخ الحدیث حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے آپ کا جامعہ اشرافیہ میں تقرر فرمایا۔ 1396ھ/1976ء تک آپ نے بحسن و خوبی شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے مگر جامعہ رضویہ کے اراکین اور احباب بنارس کے پیہم اصرار اور مسلسل سفارشات سے



مجبور ہو کر دوبارہ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس تشریف لے آئے۔ جہاں اخیر عمر تک مسند صدارت پر جلوہ افروز رہے۔

درس نظامی کے جملہ فنون پر آپ کو عبور تھا خصوصاً فلسفہ جدیدہ و قدیمہ میں تو مہارت تامہ حاصل تھی۔ انگریزی کی بھی اچھی صلاحیت تھی، متعدد بار ملحد و بے دین اور دھریوں سے مناظرہ کیا۔ جس میں آپ نے فلسفہ جدید و قدیم کی روشنی میں ان کے ملحدانہ اعتراضات پر ایسے شافی و وافی جوابات دیئے کہ اکثر و بیشتر نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کر لی۔

آپ کی تصانیف میں قانون شریعت جو دو جلدوں میں بہار شریعت کا خلاصہ ہے۔ بہت مشہور اور خاص و عام میں مقبول و معروف ہے۔ فن منطق میں ”قواعد النظر فی مجانی الفکر“ اور علم نحو میں ”قواعد الاعراب“ بھی آپ کے وفور علم پر دلالت کرتی ہیں۔ دس سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت سے شرف بیعت حاصل کیا۔ شب جمعہ یکم محرم الحرام 1402ھ مطابق 30 اکتوبر 1981ء کو بنارس میں علم و حکمت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور اپنے آبائی وطن جو پور میں مدفون ہوئے (1)۔

حضرت صدر الشریعہ سے عقیدت

استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ سے بڑی عقیدت تھی فرماتے تھے۔ ”میرے مخدوم حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو جملہ علوم و فنون متداولہ میں کافی درک تھا۔ بالخصوص معقولات پڑھاتے وقت معقولات کو پانی پانی کر دیتے تھے۔“

یہ الگ بات ہے کہ قدرت کی فیاضیوں نے انہیں علم فقہ کا امین اور وارث بنا دیا۔ لوگ دارالافتاء میں فتوے کی مشق کرتے کرتے زندگی تمام کر دیتے ہیں، تاہم اس منصب کو نہیں پہنچ پاتے ہیں جو صدر الشریعہ کو قدرت کا عطیہ تھا (2)۔“

(1) محمود اختر القادری، مفتی حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 422-421، بحرف

(2) ایضاً ص 355



خلیل ملت مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

مفتی محمد خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ جولائی 1920ء میں ریاست دادوں سے ملحق موضع

کھری میں ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی زندگی

عمر شریف ابھی چھ روز ہی ہوئی تھی کہ والد ماجد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ جس

کے بعد آپ والدہ ماجدہ کے ہمراہ اپنی نخیال مارہرہ شریف تشریف لے آئے۔ یہاں آ کر والدہ

ماجدہ بھی رحلت فرمائیں۔ چچا صاحب نے اپنی تربیت میں لیا۔ مارہرہ شریف ضلع ایبٹ آباد کا مشہور

قصبہ ہے جہاں سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ کرام کا فیض صدیوں سے جاری ہے مفتی صاحب

موصوف مارہرہ شریف کے محلہ کبوتہ میں ”افغان روڈ“ پر رہائش پذیر تھے۔

تعلیم

اوائل 1934ء میں آپ نے ڈل کا امتحان نمایاں پوزیشن میں پاس کیا ریاست مینڈو کے

مدرسہ یوسفیہ عربیہ میں چھ ماہ تک گلستان بوستان پڑھی۔ جس کے بعد تقدیر کشاں کشاں آپ کو پھر

ریاست دادوں لے آئی۔ 9 مارچ 1935ء / ذی الحجہ 1353ھ میں آپ مدرسہ مانتلیہ سعیدیہ

میں عربی کی پہلی جماعت میں داخل ہوئے۔ پہلے ہی امتحان میں آپ اپنی جماعت میں اول

رہے۔ دو سال بعد ہی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ بطور مدرس تشریف لے آئے۔ یہ دور مدرسہ کا

شاندار دور تھا۔ 1359ھ میں درجہ مولوی اور 1361ھ میں عالم کی سند اسی مدرسہ سے حاصل کی۔

آپ مدرسہ کے ممتاز طلبہ کی صف میں شامل تھے۔ شعبان 1363ھ میں آپ نے دورہ حدیث

سے فراغت حاصل کی اور اسی سال رسم دستار بندی عمل میں آئی۔ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ



نے سندِ حدیث عنایت فرمائی۔

بیعت و خلافت

زمانہ طالب علمی ہی میں آپ کا خیال تھا کہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا الشاہ حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل کریں۔ لیکن وقتاً فوقتاً تین مرتبہ یہ خواب دیکھا کہ جامع مسجد برکات مارہرہ شریف میں حضرت تاج العلماء وارث الاکابر مولانا الشاہ محمد میاں صاحب قدس سرہ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی زمانہ میں مارہرہ شریف حاضر ہو کر اپنا نام غلامانِ برکات میں شامل کرا لیا۔ حضرت اقدس کے خلیفہ و جانشین حضرت سید شاہ حسن میاں صاحب نے حضرت اقدس کے ایما پر ان کے وصال کے بعد سندِ خلافت عطا فرمائی۔ بعدہ صاحبزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری برکاتی نوری علیہ الرحمۃ نے قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جملہ اذکار اور ادو اشغال و اوقاق و اعمال کی اجازت کے ساتھ سلسلہ قادریہ رضویہ کی خصوصاً اور دیگر سلاسل کی عموماً سندِ خلافت عطا فرمائی۔

تدریس

دو سال مدرسہ قاسم البرکات میں صدر مدرس رہے تقریباً چار سال تک (1367ھ تا 1370ھ) مدرسہ اسلامیہ مارہرہ شریف میں صدر مدرس اور جامع مسجد شیش گراں کے امام و خطیب رہے۔ درمیان میں کچھ عرصہ مدرسہ قمر الاسلام میں بھی بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دیں۔

پاکستان آمد

23 شعبان 1371ھ میں پاکستان تشریف لائے کچھ عرصہ میرپور خاص اور پھر کراچی میں ایک سال رہے جولائی 1952ء میں سید جعفر حسین شاہ صاحب مرحوم کی نگرانی و سرپرستی میں



حیدرآباد میں دارالعلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی۔ یہ دارالعلوم سندھ میں ممتاز مقام کا حامل ہے۔ مفتی صاحب کے دست مبارک سے ہزاروں طلبہ سندھ حدیث حاصل کر چکے ہیں۔

تصنیف و تالیف

آپ نے تقریباً ساٹھ کتب تصنیف و ترجمہ فرمائیں۔ قرآن کریم کے سترہ پاروں کی تفسیر ”خلاصۃ التفاسیر“ کے نام سے لکھی۔ آپ کی ایک تصنیف ”ہمارا اسلام“ نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی جو ملک و بیرون ملک بہت سے اسکولوں کے نصاب میں شامل ہے۔ اس کتاب کے ہزاروں ایڈیشن ملکی و غیر ملکی ناشرین انجمنوں اور اداروں نے شائع کیے اور کئی بار مفت تقسیم ہوئے۔ اس کتاب کا ترجمہ سندھی ڈیج اور انگریزی میں بھی شائع ہوا۔ آپ کی چند مشہور کتب میں ”سنی بہشتی زیور“ عقائد الاسلام ترجمہ سبع سنابل، نور علی نور (ترجمہ سراج العوارف) الصلوٰۃ چادر اور چار دیواری، شرح فیصلہ ملت مسئلہ حکایات رضویہ، ہماری نماز، ”روشنی کی طرف“ شامل ہیں۔ آپ کی آخری تصنیف ”موت کا سفر“ بھی نہایت عمدہ کتاب ہے جو موت کی تیاری سے متعلق آداب وغیرہ پر مشتمل ہے۔

مفتی صاحب اپنی رائے میں بڑے صاحب تھے۔ ایک بار جو قول فرما دیا کبھی اس سے رجوع کی ضرورت پیش نہ آئی۔ اہل حیدرآباد پر آپ کا یہ احسان ہمیشہ رہے گا کہ آپ نے ان کی اصلاح کے لیے ہمیشہ حق کا اظہار بر ملا فرمایا۔ امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت، فاضل بریلوی، طیبہ رحمۃ سے آپ کو والہانہ انیسیت و محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر میں جگہ جگہ رضویت کی ناز کی بہار دکھائی نظر آتی ہے۔ آپ کے فتاویٰ کی تعداد تقریباً پانچ ہزار ہے۔ ان کی ترتیب و تہویب کا کام شاہزادہ خلیل ملت مفتی احمد میاں برکاتی فرما رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے اپنے فتاویٰ کا نام الفتاویٰ الخلیلیہ المعروف ”احسن الفتاویٰ“ تجویز فرمایا تھا۔ آپ عظیم نعت گو شاعر بھی تھے۔ ”جمال خلیل“ کے عنوان سے آپ کا نعتیہ دیوان شائع ہو چکا ہے۔

حضرت صدر الشریعہ کی مفتی صاحب پر عنایت و شفقت

خلیل ملت مفتی خلیل خان برکاتی صاحب اپنے استاذ محترم کا بہت ادب و احترام کرتے



تھے۔ اور استاذ محترم بھی اپنے اس لائق فائق شاگرد پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ بہار شریعت میں آپ کا ذکر کیا۔ مفتی صاحب اور دیگر تلامذہ کی پرزور درخواست پر حاشیہ طحاوی شریف کا کام شروع فرمایا۔ جس زمانہ میں خاکسار تحریک زوروں پر تھی تو حضرت صدر الشریعہ نے اس تحریک کے ایک مبلغ سے مناظرہ کے لیے آپ کو نامزد کیا۔ آپ نے اپنے تحریر کردہ چوبیس نکات بعنوان ”خنجر آبدار بر فرقہ خاکسار“ سے اسے لاجواب کر دیا۔

حضرت صدر الشریعہ مفتی صاحب پر زندگی میں کرم فرماتے رہے اور بعد وصال بھی کرم و عنایت کا یہ تعلق نہ توڑا چنانچہ مفتی صاحب لکھتے ہیں: ”فقیر کو ایک مرتبہ ایک مسئلہ کی تحریر میں الجھن پیش آئی خواب میں تشریف لا کر فرمایا ”بہار شریعت کا فلاں حصہ دیکھ لو“ صبح اٹھ کر بہار شریعت اٹھائی اور مسئلہ حل کر لیا۔ وصال شریف کے بعد ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ کتب احادیث کا درس دے رہے ہیں۔ مسلم شریف سامنے ہے۔ سفید اور شفاف لباس میں تشریف فرما ہیں۔ مجھ سے فرمایا آؤ تم بھی پڑھ لو۔“

وصال پر ملال

مفتی صاحب 28 رمضان المبارک 1405ھ / 18 جون 1985ء کو افطار کے وقت دارفنا سے دار بقا کی جانب روانہ ہوئے۔ نماز جنازہ میں کم و بیش بیس ہزار افراد نے شرکت کی۔ حضرت غوث اعظم کی اولاد میں سے ایک بزرگ حضرت نخی عبد الوہاب شاہ جیلانی علیہ الرحمۃ کی درگاہ شریف جیلانیہ کے احاطہ میں آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔ آپ کا مزار پر انوار مرجع خواص دعوام ہے۔ مفتی صاحب موصوف ”مفتی اعظم سندھ بلوچستان“ کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ علماء و احباب نے آپ کو ”خلیل ملت“ کا خطاب دیا۔ خانقاہ برکاتیہ اور خانقاہ رضویہ سے آپ کو ”خلیل العلماء“ کا لقب عطا ہوا (۱)۔

(۱) احمد میاں برکاتی، مفتی حالات مصنف، مشمولہ سنی بہشتی زیور و موت کا سفر، بتصرف



شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت

فاضل اجل، محدث بے مثل، شیخ الحدیث والتفسیر علامہ محمد عبدالمصطفیٰ الازہری بن صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی محرم الحرام 1334ھ بمطابق 1918ء میں دنیائے سنیت کے مشہور علمی مرکز بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ (جبکہ آپ کا وطن اصلی گھوسی ضلع اعظم گڑھ ہے) عظیم المرتبت والد نے امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کر کے نام کے متعلق عرض کی تو امام اہل سنت نے اپنی گود میں لے کر اپنا نام محمد عبدالمصطفیٰ عطا فرما کر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں مرید بھی کر لیا۔ تقریباً چار سال کی عمر میں قاعدہ پڑھنا شروع کیا جبکہ حضرت مولانا احسان علی مظفر پوری سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اس کے بعد دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب اور مولانا حکیم سید عبدالحی سے درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھیں اور فارسی کی تعلیم عارف بدایونی مرحوم سے حاصل کی۔ یہاں سے مزید تحصیل علم کی غرض سے جامعہ ازہر قاہرہ مصر تشریف لے گئے وہاں تین سال مسلسل قیام فرما کر الشہادۃ العالمیہ کی سند لے کر 1937ء کے شروع میں ہندوستان واپس تشریف لائے۔ جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد اپنے والد ماجد سے تقریباً سبقتاً دورہ حدیث شریف پڑھا۔ 1937-38ء میں دارالعلوم حانظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں درس و تدریس کی خدمات کے ساتھ ساتھ اپنے والد ماجد سے مزید اکتساب فیض کیا (۱)۔

تدریس

1939ء تا 1942ء دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ پھر دنیائے سنیت کے عظیم علمی مرکز جامعہ اشرفیہ مبارک پور بطور نائب شیخ الحدیث تشریف لے گئے۔ یہاں آپ سے ملک التحریر علامہ ارشد القادری، بحر العلوم مولانا عبدالمنان اعظمی اور قاری محمد یحییٰ جیسی نابغہ عصر شخصیات نے مسلم شریف کے علاوہ دیگر کتب دیدہ کا درس لیا۔ قیام پاکستان کے بعد

(۱) حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 425



1948ء میں جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ پنجاب میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے۔ انہی دنوں مفتی محمد ظفر علی نعمانی نے اپنے مرشد برحق علامہ ازہری کے والد محترم حضرت صدر الشریعہ کے نام سے ایک مدرسہ دارالعلوم امجدیہ قائم فرمایا۔ 1956ء میں مفتی نعمانی شاہزادہ صدر الشریعہ علامہ ازہری صاحب کو بحیثیت شیخ الحدیث لے آئے۔ علامہ ازہری دارالعلوم امجدیہ تشریف لائے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

وقت کی پابندی

علامہ ازہری علیہ الرحمۃ کی یہ خوبی تھی کہ وہ ہمیشہ دارالعلوم وقت سے پہلے پہنچ جاتے تھے۔ حالانکہ آپ کی رہائش گاہ سب مدرسین کے مقابلے میں زیادہ دور تھی۔ آپ سعود آباد ملیر میں رہائش پذیر تھے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ نماز فجر سے پہلے ناشتہ فرماتے اور نماز فجر پڑھ کر فوراً دارالعلوم کے لیے چل دیتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ دارالعلوم امجدیہ میں نمازی نماز فجر سے فارغ ہوتے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد علامہ ازہری موجود ہوتے۔

طلبہ پر شفقت و عنایت

آپ کا پہلا پیریڈ بخاری شریف کا ہونا تھا جو کہ ڈیڑھ سے پونے دو گھنٹے تک چلتا تھا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے وقفہ ہوتا، حضرت اس وقفہ میں چائے نوش فرماتے۔ دورہ حدیث کے طلبہ نے حضرت سے اصرار کیا کہ چائے ہمیں بھی ملنی چاہئے تو حضرت نے طلبہ کے لیے بھی چائے بنانے کا حکم دیا چنانچہ طلبہ کو بھی چائے ملنے لگی۔ طلبہ اپنی عادت کے مطابق دوسرے پیریڈ میں تاخیر کرتے تو حضرت ایک ایک کو بلاتے اور پھر تدریس شروع فرماتے۔ اسی طرح دوران تدریس ملاقات سے سخت اجتناب فرماتے تھے تاکہ پڑھائی کا تسلسل نہ ٹوٹے۔

علامہ ازہری کا ڈیسک

احادیث مبارکہ میں مختلف اشیاء کے نام آتے ہیں حضرت شیخ الحدیث نے طلبہ کو دکھانے کے لیے کئی چیزیں اپنے ڈیسک میں رکھی ہوئی تھیں۔ مثلاً ”اذخر“ گھاس کی ایک ٹہنی اپنے پاس رکھی ہوئی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے کئی چیزیں رکھی ہوئی تھیں لیکن وہ ضائع ہو گئیں۔



مسند شیخ الحدیث

آپ تقریباً پچاس سال سے اوپر ”شیخ الحدیث“ کے منصب عظیم پر فائز رہے اور اسی منصب پر رہتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آخری عمر میں بینائی کافی کمزور ہو چکی تھی۔ چشمہ کے باوجود بہت کم نظر آتا تھا۔ لیکن بخاری و مسلم اور دیگر صحاح ستہ آپ کو از بر تھیں۔ آپ کو حافظ الحدیث کا خطاب دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ دورہ حدیث کے طلبہ حدیث پڑھتے جاتے اور آپ سماعت فرماتے جاتے طالب علم عبارت پڑھتے ہوئے کسی قسم کی غلطی کرتا تو فوراً اصلاح فرماتے۔

سیاسی زندگی

جمعیت علمائے پاکستان صوبہ سندھ کے آپ صدر تھے۔ دو مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ پہلی مرتبہ J.U.P کے ٹکٹ پر آپ نے پیپلز پارٹی کے سوشلسٹ امیدوار کو بھاری اکثریت سے شکست دی۔ دوسری مرتبہ غیر جماعتی الیکشن 1985ء میں قومی اسمبلی کے ممبر بنے۔ 1973ء کے آئین میں ”مسلمان“ کی جو تعریف شامل ہے وہ آپ کی تحریر کردہ ہے۔

آپ کی الیکشن مہم ایک منفرد صورت کی حامل تھی۔ یعنی کرایہ کی گاڑی میں بیٹھ کر چھ جگہ جاتے باقی زیادہ وقت دارالعلوم میں پڑھانے میں گزارتے۔ لوگ آ کر کہتے کہ حضرت یہ وقت الیکشن مہم کا ہے تو آپ فرماتے اگر کامیاب ہونا ہو تو ہو جاؤں گا باقی یہ سب کچھ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

انتقال پر ملال

آپ حدیث کی تعلیم دے رہے تھے کہ دورانِ درس آپ پر فالج کا ایک ہوا۔ نو ماہ بہتر علالت پر رہنے کے بعد 16 ربیع الاول 1410ھ مطابق 18 اکتوبر 1989ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ دارالعلوم امجدیہ میں واقع مسجد امجدی کی مشرقی جانب آپ کا حرارہ پر انوار زیارت گاہ خاص و عام ہے (1)۔

(1) ماخوذ از حالات زندگی و قار الفتاویٰ ص 24 تا 26



امین شریعت حضرت علامہ مفتی

رفاقت حسین کانپور کی علیہ الرحمۃ

برہان الاصفیاء، مفتی اعظم کانپور مولانا الحاج شاہ رفاقت حسین علیہ الرحمۃ کا آبائی وطن جلال گڑھ جڑھوا، نسبی تعلق مشہور بزرگ حضرت سید شاہ جلال الدین جڑھوی سے ہے جن کا مزار مبارک جڑھوا گڑھ پر زیارت گاہِ خلاق اور دفع بلیات و آسیب میں مشہور ہے۔ آپ کی ولادت بمابہ کا تک 1317ھ میں بھوانی پور ضلع مظفر پور میں ہوئی۔ درجہ چہارم تک سکول کی تعلیم پائی بعدہ قریب کی بستی عارض پور کے مولوی طاہر حسین سے فارسی گلستاں بوستاں تک پڑھی۔ مدرسہ احمدیہ مظفر پور میں کچھ عرصہ زیر تعلیم رہنے کے بعد مدرسہ عزیز بہار شریف میں داخل ہوئے۔ 1345ھ میں مدرسہ حنفیہ جوینور روانہ ہوئے یہاں مشکوٰۃ شریف اور سراجی پڑھی۔ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ کے درس کا شہرہ سنا تو مولانا سید شاہ طاہر اشرف کچھوچھوی کے مشورہ سے حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں پہنچے۔ 1351 تا 47ھ دارالعلوم کے اساتذہ حضرت صدر الشریعہ، حجتہ العصر مولانا حکیم امجد علی اعظمی، مولانا حکیم سید عبدالحی افغانی، مولانا مفتی امتیاز احمد امٹھوی قدس اللہ سرہم سے درسیات کی تکمیل فرمائی۔ خارج اوقات میں حضرت صدر الشریعہ سے متقدمین کی کتابوں کا درس لیا۔ اجمیر شریف کے بزرگ شاعر خواجہ سید اکبر حسین اکبر سے مشورہ سخن کیا۔ 1352ھ میں حضرت صدر الشریعہ کی معیت میں بریلی آئے۔ شرح خمینی، محقق دوانی وغیرہ کتب یہاں پڑھیں اور دستاویز فیضیت و سند فراغت حضرت حجتہ الاسلام کے دست مبارک سے حاصل کی۔

تدریس

مدرسہ منظر الاسلام میں درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ ایک سال بعد مدرسہ محمدیہ جائس رائے بریلی کے صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے۔ لکھنؤ سے قربت اور نوابین کی قرابت کی وجہ سے جائس میں شیعیت کا زور تبرا اور سب دشتم کا بازار گرم تھا حضرت موصوف نے روانفص کا ردِ بلیغ فرمایا جس سے ان کا زور ٹوٹ گیا۔ مدرسہ محمدیہ سے علیحدگی اختیار کر کے محلہ قضا نہ میں مطب کے ساتھ ساتھ درس دیتے رہے۔ چند سال جامع مسجد سلطان پور کے خطیب رہے۔ عقیدت مندان جائسی کی درخواست پر کچھ عرصہ جائس میں قیام فرما کر وطن مراجعت فرمائی۔ یہاں کچھ عرصہ بیمار رہے۔ اللہ نے صحت دی۔ وطن میں طبابت کا مشغلہ رہا۔ تین سال بعد پھر جائس تشریف فرما



ہوئے۔ تقریباً سترہ برس بعد بروز ہفتہ 16 شوال المکرم 69ھ مدرسہ احسن المدارس صدر مدرس ہو کر تشریف لائے۔

1372ھ میں مجلس علمائے اہل سنت کانپور نے مفتی اعظم کانپور کا منصب رفیع سپرد کیا۔ بروز شنبہ 6 شوال 1374ھ کانپور سے بارادہ حج و زیارت روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ میں الگ قیام جماعت کے سبب قاضی القضاة نجدی سے گفتگو ہوئی۔ آپ کامیاب وہ خائب و خاسر ہوا۔ بعدہ دربار نبوی میں حاضری دی 1378ھ میں بغداد مقدس اور کربلا معلیٰ وغیرہ کی حاضریاں دیتے ہوئے حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ 1379ھ میں دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد کے تین ماہ کے لیے شیخ الحدیث و صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے تقریباً ڈیڑھ سال قیام فرمایا پھر کانپور واپس آئے مدرسہ مسکیہ دھوراجی ضلع راج کوٹ تشریف لے گئے۔ 1381-82ھ قیام رہا اس کے بعد مستقلاً مدرسہ احسن المدارس قدیم تشریف لے آئے۔

بیعت و خلافت

1370ھ میں حضرت قدوة الواصلین مولانا الحاج سید شاہ علی حسین محبوب ربانی سرکار کچھوچھ کے مرید ہوئے۔ تمام سلاسل کی اجازت مرحمت ہوئی۔ اور شجرہ مبارکہ کی پشت پر دست مبارک سے سلسلہ عالیہ قادریہ منورہ تحریر فرما کر اجازت دی۔ حضرت صدر الشریعہ اور حضرت حجت الاسلام مولانا حامد رضا خان قدس سرما سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ مدینہ منورہ حاضری کے موقع پر حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی نے سند حدیث اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

تصنیف و تالیف

تفسیر سورہ بقرہ (مطبوعہ در سالہ طیبہ احمد آباد) قادیانی کذاب 'طریقہ حنفیہ' الیاسی جماعت عورت کی نماز مطبوعہ ہیں۔ مجموعہ فتاویٰ دو ضخیم مجلدات قلمی ہیں علاوہ ازیں چند کتابیں نامکمل ہیں (1)۔

وصال

3 ربیع الثانی 1403ھ مطابق 19 جنوری 1983ء بروز بدھ 2 بج کر 55 منٹ پر یہ آفتاب علم و حکمت ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا (2)۔

(1) محمود احمد قادری 'تذکرہ علمائے اہل سنت' ص 89 تا 92 باختصار

(2) محمود اختر قادری 'مفتی حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات' ص 424



خیر الاذکیاء حضرت علامہ غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمۃ

آبائی وطن کریم الدین پور قصہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں ولادت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق صاحب قدس سرہ استاذ العلماء حضرت علامہ ہدایت اللہ خان قدس سرہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کے بھائی شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ کے جد اعلیٰ سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم ایک مقامی مکتب میں ہوئی۔ عربی فارسی کی تعلیم کے لیے مدرسہ حنفیہ امروہہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ رام پور میں کچھ دنوں تک اخذ علوم کرتے رہے۔ حضرت صدر الشریعہ کے بہت چہیتے شاگرد تھے۔ اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہو کر معقولات و منقولات کی منتہی کتب پڑھیں۔ پھر 1351ھ میں جب صدر الشریعہ وہاں سے مستعفی ہو کر دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لائے تو ہمراہ آنے والے طلبہ میں آپ بھی تھے بریلی شریف میں 1352ھ میں حضرت حجتہ الاسلام علیہ الرحمۃ کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔

تدریس

فراغت کے بعد مدرسہ اشرفیہ مبارک پور (جو اس وقت پرانی بستی کی ایک خام عمارت میں تھا) میں بحیثیت نائب شیخ الحدیث آپ کا تقرر ہوا ڈیڑھ سال یہاں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مدرسہ نعمانیہ دہلی تشریف لے گئے۔ مگر جلد ہی ملازمت سے دلبرداشتہ ہو کر آپ نے لکھنؤ و ہاجیہ طبیہ کالج میں داخلہ لے لیا۔ جہاں سے طب کی تکمیل کرنے کے بعد مکان ہی پر مطب شروع کیا۔ لیکن شروع ہی سے علمی ذوق تھا اس لیے کچھ اپنے ذوق کی بنا پر اور کچھ حضرت صدر الشریعہ کی تنبیہ پر دوبارہ تدریس کے لیے آمادہ ہوئے اور مدرسہ قمر المدارس گدڑی بازار میرٹھ میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔

اس کے بعد مدرسہ اشرفیہ جامع مسجد بھرت پور میں آپ کا تقرر ہوا جہاں آپ نے تقسیم ملک تک تعلیمی خدمات انجام دیں۔ تقسیم ہند سے کچھ پہلے بھرت پور کے فرقہ پرستوں نے جب مسلمانوں سے شہر خالی کرایا تو 1942ء میں وطن آ کر دوبارہ مطب شروع کیا۔ یہ سلسلہ 1950ء



تک جاری رہا۔ اسی دوران آپ نے محسوس کیا کہ گھوسی میں اہل سنت کا ایک بھی کتب نہیں جہاں نو نہالان قوم دینی تعلیم سے روشناس ہو سکیں۔ آپ نے اس جانب توجہ فرمائی اور محلہ کے سربر آوردہ لوگوں کو ابھارا۔ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسہ و جلوس کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا۔ رافضیوں اور غیر مسلموں کی انتہائی مخالفت کے باوجود جلسہ و جلوس بہت ہی شان و شوکت سے ہوئے جس سے سنی مسلمانوں میں غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا۔ آپ نے حاجی شکر اللہ مرحوم سے زمین حاصل کر کے دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم قائم کیا جو آج بھی اعلیٰ پیمانہ پر دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد قدس سرہ کے پاکستان ہجرت کرنے کی وجہ سے دارالعلوم مظہر اسلام رو بہ زوال ہونے لگا۔ مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے دارالعلوم مذکور کے منصب شیخ الحدیث کے لیے آپ کو دعوت دی۔ مفتی محمد شریف الحق امجدی اور حافظ ملت قدس سرہ سے مشورے کے بعد 1951ء میں بحیثیت شیخ الحدیث دارالعلوم مظہر اسلام تشریف لے گئے اور چند ہی سال میں ادارہ نے خوب ترقی کر لی اور دراز سے طلبہ آ کر حلقہ درس میں شامل ہونے لگے۔

تصنیف و تالیف

فادویٰ لکھنے میں آپ کو مہارت حاصل تھی چنانچہ مدارس دینیہ پر چم قربانی کی قیمت صرف کرنے کے جواز پر ”مصرف چم قربانی“ کے نام سے محققانہ رسالہ ایک استثناء کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ”تشکیل المدہمیین فی حکم رفع یدین“ اور جبرک راتوں میں چراغاں کے جواز میں ایک تحقیقی رسالہ آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ اجازت و خلافت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھی۔

وصال

4 ذی الحجہ 1374ھ / 4 اگست 1954ء کو شب میں راہی ملک غم ہوئے (1)۔

(1) محمود اختر قادری مفتی حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 430 تا 432 بتصرف



شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمۃ

شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی اعظمی قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں 1902ء میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام مولانا محمد صدیق ہے۔ جو استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ رام پوری کے تلمیذ رشید تھے (۱)۔

آپ نے چند دن والد ماجد سے پڑھا پھر دارالعلوم منظر اسلام بریلی، جامعہ معینیہ عثمانیہ اجیر شریف اور مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں تعلیم حاصل کی۔ آخر میں دارالعلوم منظر اسلام سے دورہ حدیث کیا اور سند فراغت حاصل کی۔ اپنے اساتذہ کرام کے بارے میں خود ہی فرماتے ہیں: ”میرے اساتذہ کرام کی طویل فہرست ہے لیکن میں نے مختلف علوم و فنون میں جن کو زیادہ کامل پایا اور جن کے فیض علم سے میں نے اثر قبول کیا ان میں سرفہرست حضرت صدر الشریعہ کی بلند پایہ شخصیت ہے جو درس نظامی کے مروجہ جملہ علوم و فنون پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی تفسیر پر زیادہ عبور رکھتے تھے مولانا صبغتہ اللہ صاحب ادب کے بے مثال استاد تھے ان بزرگوں کے علاوہ حضرت حجتہ الاسلام علیہ الرحمۃ مولانا رحم الہی، مولانا عبدالحی افغانی مرحوم اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی فقہ و حدیث و تفسیر اور اصول نیز معقولات میں خاص مہارت اور دستگاہ رکھتے تھے۔ انہی کے فیضان علم نے مجھے علم و فضل کی دولت گراں مایہ سے نواز کر کسی لائق بنا دیا (۲)۔

تدریس

فراغت کے بعد مدرسہ محمدیہ امر وہ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور مدرسہ مظہر اسلام بریلی مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور مدرسہ خانقاہ مارہرہ شریف میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ 1379ھ میں دارالعلوم فیض الرسول براؤن شریف تشریف لائے اور اخیر عمر تک یہیں علم و فضل کے گوہر لٹاتے رہے۔

تدریس سے بہت لگاؤ تھا۔ یہاں تک کہ وفات سے دو ماہ قبل علالت و نقاہت کے باوجود طلبہ کو بلا کر اسباق پڑھانا شروع کر دیتے۔ طبیعت کی خرابی کے پیش نظر جب نہ پڑھانے کی درخواست کی جاتی تو فرماتے ”بیکار بیٹھے بیٹھے طبیعت گھبرانے لگ جاتی ہے اور اس طرح طبیعت کو کچھ بہلانے کا موقع مل جاتا ہے۔“

(۱) محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، ص 206

(۲) نظام الدین رضوی، شیخ العلماء کی تدریسی خدمات، ماہنامہ کنز الایمان، ص 44



ادبِ عربی میں مہارت

آپ کے ادبی مقام کا تعین یوں کیا جاسکتا ہے کہ آپ عربی اردو دونوں میں یکساں اشعار کہا کرتے تھے آپ نے ویلور (مدراں) میں تدریسی خدمات انجام دینے کے دوران حضرت عبد اللطیف ویلوری کی شان میں عربی زبان میں قصیدہ نظم فرمایا۔ صاحب سجادہ نے اس کے محاسن سے انتہائی متاثر و مسرور ہو کر بطور انعام ایک گھڑی پیش کی ایک مرتبہ شیخ المشائخ شاہ یار علی علیہ الرحمۃ نے آپ سے نماز کے بعد والدہ خلیفہ صاحب مولانا بدرالدین اور مولانا نعیم الدین کی صحت یابی کے سلسلہ میں دعا کے لیے کہا۔ آپ نے برجستہ مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

شفاء ک رب ذوالفضل العظیم لہدر الدین والشیخ النعیم
وعاف امنام الخلیفہ عن الامراض باللطف العمیم (۱)
تصنیف و تالیف

معقولات میں ملاحسن شرح حدیۃ الحکمۃ للخیر آبادی حدیہ سعیدیہ جیسی اہم کتابوں پر حواشی لکھے۔ ”حمد اللہ“ جیسی منطق کی معرکتہ لآرا کتاب کی پیچیدہ بحث ”وجود ربی“ کی شرح اسی سے زائد صفحات میں تصنیف فرمائی۔ شرح تہذیب کی بحث ”العلم ان کا اذعان اللہ“ تصدیق و لاقتصور“ سے متعلق حمد اللہ ملاحسن میرزا بدیع و غیرہ کے حوالہ جات سے مزین سولہ صفحات پر مشتمل تحقیقی شرح لکھ ڈالی۔ منطق کے ایک بڑے ہی پیچیدہ مسئلے ”فصل الجور جوہر“ کی وضاحت میں بہت ہی مفید اور تحقیقی مضمون پر مشتمل ایک رسالہ تیار فرمایا۔ شرح تہذیب کے خطبہ کی مکمل جامع مسموط شرح آپ بہت عرصہ پہلے لکھ چکے تھے (۲)۔ شیخ شریف کا اردو ترجمہ حیات شیخ المشائخ لہد سوانح صدر الشریعہ بھی تحریر فرمائیں۔

بیعت و خلافت

حضرت سید شاہ محمد اسماعیل مارہروی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ آپ کو تاج العلماء حضرت مولانا اولاد رسول محمد میاں قادری حضرت صدر الشریعہ اور حضرت عزیز الاولیاء رام پوری علیہم الرحمۃ سے متعدد سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل تھی۔

وصال: 6 ربیع الاول 1397ھ / 25 فروری 1977ء بروز جمعہ اپنے وطن مالوف گھوی میں یہ آفتاب علم و حکمت ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا (۳)۔

(۱) محمد نظام الدین رضوی شیخ العلماء کی تدریسی خدمات ماہنامہ کوز الامان ص 45

(۲) ایضاً ص 45 (۳) امیر اعظم شیخ مولانا حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 435



صاحب تصانیف کثیرہ

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی ضلع منو کے مردم خیز قصبہ گھوسی میں 1333ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عبدالرحیم اور والدہ ماجدہ کا نام حلیمہ بی بی ہے۔
تعلیم و تربیت

مولانا نے تعلیم مدرسہ محمدیہ امرودہ مدرسہ منظر اسلام بریلی میں علی الترتیب مولانا غلام جیلانی اعظمی، مولانا حکمت اللہ امرودہوی حضرت مولانا سید خلیل کاظمی محدث امرودہوی، حضرت مولانا شاہ سردار احمد محدث اعظم پاکستان سے حاصل کی۔ دس شوال المکرم 1355ھ کو دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں علی گڑھ پہنچے، حضرت صدر الشریعہ سے دورہ حدیث پڑھا، 1356ھ میں سند فضیلت مرحمت ہوئی (1)۔

بیعت و خلافت

17 صفر المظفر 1353ھ میں حضرت الحاج حافظ شاہ ابرار حسن خان صاحب نقشبندی شاہجہاں پوری سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور 25 صفر المظفر 1358ھ میں حجتہ الاسلام حضرت مولانا الحاج حامد رضا خان صاحب نے سلسلہ قادریہ رضویہ کی خلافت عطا فرمائی اس کے بعد حضرت مولانا قاضی محبوب احمد صاحب عباسی صاحب خلیفہ حافظ شاہ ابرار حسن صاحب شاہ جہاں پوری نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کی درس گاہیں

- (1) مدرسہ اسحاقیہ جوڈھ پور میں ایک سال
- (2) مدرسہ محمدیہ حنفیہ امرودہ ضلع مراد آباد میں تین سال
- (3) دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں دس سال
- (4) دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات میں بعہدہ شیخ الحدیث تین سال
- (5) دارالعلوم صدیقیہ علاقہ بمبئی میں بعہدہ شیخ الحدیث تین سال

(1) محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، ص 156



(6) مدرسہ مسکیدیہ دھوراجی کاٹھیاواڑ میں بعہدہ شیخ الحدیث تین سال

(7) مدرسہ منظر حق ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں بعہدہ شیخ الحدیث گیارہ سال

(8) دارالعلوم فیض الرسول براؤن شریف میں بعہدہ شیخ الحدیث سات سال۔

بجہدہ تعالیٰ ان درس گاہوں میں تقریباً تین سو سے زائد طلبہ آپ کے درس سے فارغ التحصیل و دستار بند ہو کر ہندوستان و پاکستان و بنگلہ دیش و انگلینڈ و افریقہ میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سفر حج اور آپ کے مشائخِ حرمین شریفین

19 شوال 1378ھ کو حرمین شریفین کو روانہ ہوئے مکہ مکرمہ میں حضرت مفتی محمد سعد اللہ الہمی نے صحاح ستہ و دلائل الخیرات شریف و حزب البحر کی اجازت دے کر سندیں عطا فرمائیں اور مفتی المالکیہ مولانا سید علوی عباس مکی نے صحاح ستہ کی سند عطا فرمائی اور حضرت شیخ الحرم مولانا محمد ابن لعربی الجزازی علیہ الرحمۃ نے بخاری شریف اور موطا شریف کی سند خاص سے سرفراز فرمایا اور مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل حضرت علامہ یوسف بن محمد بن علی باشلی حریری مدنی نے اپنی سند خاص کے ساتھ دلائل الخیرات شریف کی اجازت عطا فرمائی۔

وعظ و تقریر

آپ ایک بلند پایہ مقرر تھے۔ وعظ و تقریر کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ زبان میں غیر عینی روانی اور تاثیر تھی۔ ملک کے طول و عرض میں آپ کے بیانات کی دھوم مچی ہوئی تھی۔

تصانیف

آپ کی خاص خاص تصانیف جو بجمہدہ تعالیٰ طبع ہو کر ملک و بیرون ملک میں مقبولیت پا چکی ہیں حسب ذیل ہیں:

- (1) سیرۃ المصطفیٰ (2) جنتی زیور (3) کرامات صحابہ (4) ایمانی تقریریں (5) نورانی تقریریں (6) حقانی تقریریں (7) قرآنی تقریریں (8) عرفانی تقریریں (9) نوادر الحدیث (10) اولیاء رجال الحدیث (11) روحانی حکایات حصہ اول (12) روحانی حکایات حصہ دوم (13) معمولات الابرار (14) قیامت کب آئے گی (15) مشائخ



نقشبندیہ (16) موسمِ رحمت (17) بہشت کی کنجیاں (18) جہنم کے خطرات
(19) عجائب القرآن (20) جواہر الحدیث (21) غرائب القرآن (22) آئینہ
عبرت (23) سامانِ آخرت (24) مسائل القرآن۔

شعر و شاعری

زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کو شعر و سخن کا ذوق تھا۔ نعت اور قومی نظموں کے علاوہ غزل کی
صنف میں بھی طبع آزمائی فرماتے تھے اور باقاعدہ مشاعروں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ آپ
نے اپنے اشعار کا مجموعہ مرتب کر لیا تھا مگر دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں آپ کے کمرہ کے اندر
آگ لگ گئی۔ جس میں قیمتی کتابوں کے ساتھ یہ نادر الوجود بیاض بھی نذر آتش ہو گئی۔ آپ کی
کچھ نعتیں اور نظمیں جو رسالوں میں چھپ چکی تھیں اور بعض تلامذہ کے پاس چند نعتیں اور نظمیں اس
طرح باقی رہ گئیں ہیں کہ

کچھ بلبلوں کو یاد ہے کچھ قمریوں کو حفظ
بکھری ہوئی چمن میں میری داستان ہے (1)

وصال

براؤن شریف کی ملازمت کے دوران دوبار آپ پر فالج کا حملہ ہوا لیکن بفضلِ خدا علاج
سے فالج کا اثر جاتا رہا مگر پہلے جیسی توانائی باقی نہ رہی۔ وفات سے چھ ماہ قبل شدید بیمار ہوئے۔
بالآخر 5 رمضان المبارک 1406ھ / 15 مئی 1985ء کو بروز جمعرات بوقتِ عصر علم و حکمت، فضل
و کمال کا یہ مہر درخشاں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ دوسرے دن بعد نماز جمعہ ہزاروں سوگواروں
نے اس پیکرِ علم و دانش اور صاحبِ قلم مصنف کو ان کی ذاتی زمین میں سپرد خاک کر دیا (2)۔

(1) فیض الحق مولوی 'تعارف مصنف بہشت کی کنجیاں' ص 12 تا 9، بتصرف

(2) امیر اعظم شمس 'مولانا' حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 440



استاذ العلماء حضرت علامہ محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری علیہ الرحمۃ

ولادت باسعادت : حضرت علامہ محمد سلیمان بھاگلپوری علیہ الرحمۃ 1910ء یا 1912ء میں ماچھی پورہ ضلع بھاگلپور بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی پھر بزرگان کچھوچھو مقدسہ نے اپنے پاس بلا لیا چنانچہ مدرسہ اشرفیہ میں محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی سے شرح جامی تک تعلیم حاصل کی پھر فاضل یگانہ حضرت مولانا احمد اشرف کچھوچھوی تلمیذ حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے انہیں اجیر شریف بھیج دیا جہاں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کی خدمت میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کرتے رہے اور جب صدر الشریعہ بریلی شریف آئے تو مولانا سلیمان بھی منظر اسلام بریلی شریف آگئے اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی۔ ان کے رفقاء میں صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن، شمس العلماء حضرت مولانا شمس الدین جونپوری رحمہم اللہ تھے۔

تدریس : فراغت کے بعد حضرت مولانا سلیمان کو محدث اعظم ہند نے مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ تدریس کے لیے بھیجا۔ بعد دو سال جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی موجودگی میں درس دیا۔ درالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں پندرہ سال سے زیادہ عرصہ تک درجہ علیا کے مدرس رہے۔ اس کے علاوہ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس احسن المدارس کانپور اور دارالعلوم شاہ عالم گجرات (انڈیا) میں پڑھاتے رہے۔ ان کا شمار اپنے دور کے جید مدرسین میں ہوتا تھا۔ مقالات میں خاص طور پر انہیں مہارت تھی۔ پاک و ہند کے سینکڑوں علماء نے ان سے کسب فیض کیا چند علامہ کے اسماء یہ ہیں:

- (1) مولانا مفتی ظفر علی نائنی، کراچی (2) مولانا علامہ محمد حسن حقانی، کراچی (3) مولانا رضاء المصطفیٰ اعظمی خلیفہ مسین مسجد کراچی (4) علامہ عبدالرؤف مبارک پوری (5) بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان (6) حضرت علامہ ارشد القادری (7) علامہ غلام مجتبیٰ اشرفی بنارس

وصال : 2 ربیع الاول 1398ھ کو علامہ سلیمان بھاگلپوری کا وصال ہوا (1)۔

(1) محمد عبدالحکیم شرف قادری مولانا عظمتوں کے پاس 115-116 باختصار
(2) حضرت علامہ سلیمان صاحب کا قبہ ماچھی پورہ اور ضلع بھاگلپور تھا اس لیے ماچھی پوری بھاگلپوری دونوں مقامات کی مناسبت سے لکھا جاتا ہے۔



حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ

حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خاں صاحب رجب المرجب 1325ھ اگست 1907ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پردادا مولانا رضا علی خاں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے دادا تھے۔ مدرسہ عالیہ رام پور اور دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں تعلیم پائی۔ آپ کے اساتذہ میں امام احمد رضا خاں بریلوی، مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور مولانا حسین رضا بریلوی جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔ امام احمد رضا خاں بریلوی نے آپ کو شرح جامی کا خطبہ پڑھایا تھا۔

مدریس

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں مدرس ہوئے اس دارالعلوم میں نائب مہتمم اور مہتمم بھی رہے۔ 1371ھ/1951ء میں پاکستان تشریف لائے۔ کراچی میں رہے پھر 1372ھ/1962ء میں پیرجو گوٹھ (خیر پور سندھ) چلے گئے جہاں 1952ء ہی میں جامعہ راشدیہ کا افتتاح ہوا جس کے پہلے شیخ الحدیث آپ ہوئے اور تاحیات اس منصب پر فائز رہے۔ سندھ کے مشہور بزرگ پیر پکاڑا نے بھی آپ سے علمی استفادہ کیا وہ آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں صاحب ساٹھ سال تک مدرس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کے تلامذہ پاک و ہند کے طول و عرض اور بیرونی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

بیعت و خلافت

حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمۃ سلسلہ قادریہ میں امام احمد رضا سے بیعت تھے اور چاروں سلاسل میں انہیں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ حجتہ الاسلام علیہ الرحمۃ اور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے بھی خلافت و اجازت عطا فرمائی تھی۔ اسی محبت و عقیدت کی بنا پر آپ نے مکاشفۃ القلوب کے ترجمے کا انتساب حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے نام کیا۔⁽¹⁾

(1) محمد شہاب الدین رضوی، مولانا مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، ص 271



دینی و ملی خدمات

حضرت علامہ علیہ الرحمۃ نے ملک میں چلنے والی مختلف تحریکوں میں حصہ لیا۔ چنانچہ انہوں نے آل انڈیا سنی کانفرنس، مراد آباد تحریک، پاکستان تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ (ﷺ) میں بھرپور حصہ لیا۔ 16-17 اکتوبر 1978ء کو ملتان میں ہونے والی کل پاکستان سنی کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ حضرت علامہ دین کا درور کھنے والے سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے تین مرتبہ حج بیت اللہ اور بارہ مرتبہ رمضان المبارک میں عمرہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے بغداد شریف، کربلائے معلیٰ، نجف اشرف وغیرہ کی بھی زیارت کی۔

وصال

آپ بلند پایہ مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ شہرت و ناموری اور صلہ و ستائش سے بے نیاز خدمت دین میں سرشار، سادہ گفتگو، سادہ لباس، گھلتے مزاج، سراپا شفقت و کرم، علم دوست، محبت نواز، بے نفس و بے تکلف، سراپا اخلاص، مرعبان، مرنج، صاف دل و صاف گو..... کن کن خوبیوں کا ذکر کیا جائے وہ صفات حسنة کا حسین گلدستہ تھے۔ 22 فروری 1988ء کو کراچی میں وصال فرمایا۔ نماز جنازہ جامع مسجد آرام باغ کراچی میں حضرت علامہ مفتی وقار اللہ بن صاحب علیہ الرحمۃ نے پڑھائی۔ پھر دوسرے دن پیر جو گوٹھ (خیر پور سندھ) میں نماز جنازہ ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم سکندری مدظلہ العالی نے پڑھائی اور جسید الطہر کو آخری آرام گاہ میں اتار دیا گیا۔ (1)

(1) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، خلفائے اعلیٰ حضرت، ص 131-136، باختصار



فقیہ العصر مفتی اعجاز ولی خاں رضوی علیہ الرحمۃ

استاذ العلماء فقیہ العصر مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں ابن مولانا سردار ولی خاں ابن مولانا ہادی علی خاں ابن مولانا رضا علی خاں (جد امجد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی) (قدست سرار ہم) 11 ربیع الثانی 20 مارچ 1332ھ / 1914ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے قرآن مجید شروع کیا اور حافظ عبدالکریم قادری بریلوی سے پڑھا۔ درس نظامی کی کتب مندرجہ ذیل اساتذہ سے پڑھیں۔

مولانا تقدس علی خاں، مولانا مختار احمد سلطان پوری، مولانا سردار علی خاں، مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ مفتی اعظم ہند سے سند حدیث حاصل کی۔ بعد ازاں حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے بھی سند حدیث عطا کی۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ مصنف بہار شریعت کی خدمت میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں میں حاضر ہوئے اور تحصیل علوم کے بعد حضرت صدر الشریعہ سے سند حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی سے بیعت ہوئے اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی علیہ الرحمۃ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت و خلافت کے شرف سے مشرف ہوئے۔⁽¹⁾

آپ کی درس گاہیں

آپ نے مندرجہ ذیل مقامات پر تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

1. این۔ بی ہائی سکول بریلی
2. دارالعلوم منظر اسلام و دارالعلوم منظر اسلام بریلی
3. مدرسہ منہاج العلوم پانی پت
4. جامعہ محمدی شریف جھنگ (چار سال)
5. دارالعلوم اہل سنت و جماعت جہلم
6. جامعہ نعیمیہ لاہور (چھ سال)
7. جامعہ نعمانیہ لاہور (تیرہ سال) 1973ء میں جامعہ نعمانیہ کی انتظامیہ کی جانب سے جمعیت علمائے پاکستان سے وابستگی پر اعتراض کیا گیا تو آپ نے استعفیٰ دے دیا اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شیخ الحدیث مقرر ہو گئے افسوس کہ آپ جامعہ نظامیہ رضویہ میں صرف دو دن تشریف لے جاسکے۔

(1) محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، ص 189



دینی و ملی خدمات

مفتی اعجاز ولی خاں قدس سرہ 1937ء ہی سے تحریک مسلم لیگ کی حمایت و اعانت فرماتے رہے۔ 1940ء میں جب لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو آپ نے اس کی حمایت میں دارالافتاء الرضویہ بریلی سے فتویٰ جاری کیا۔ 1945ء، 1946ء میں مشرقی پنجاب کا دورہ کر کے پاکستان کے لیے فضا ہموار کی۔ 1953ء میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کی بناء پر ایک سو دن تک سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بند رہے۔ آپ ابتداء ہی سے جمعیت علمائے پاکستان کے معاون رہے۔ علامہ ابوالحسنات قدس سرہ کے دور میں مجلس عاملہ کے رکن اور علامہ عبدالحماد بدایونی کے دور صدارت میں مغربی پاکستان کے صدر رہے۔ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے دور صدارت میں خازن رہے۔ مئی 1971ء میں جمعیت علمائے پاکستان صوبہ پنجاب کے صدر مقرر کیے گئے۔ اسی وابستگی کی بنیاد پر شیخ الحدیث کی منصب سے مستعفی ہو گئے۔

1954ء میں حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار انور کے قریب جامعہ گنج بخش قائم کیا۔ غالباً 1956ء میں جامع مسجد محلہ اسلام پورہ میں خطیب مقرر ہوئے اور وہاں دارالعلوم حلدیہ رضویہ قائم کیا۔ آپ نے گنج بخش کے نام سے ایک ماہنامہ بھی جاری کیا جو ایک عرصہ دراز تک جاری رہنے کے بعد بند ہو گیا۔

مفتی اعجاز ولی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حسن اخلاق، ایثار و قربانی حق گوئی، صاف دلی سہہ نفسی، حلم و بردباری، قوت حافظہ، مسائل فقہیہ کے اجتناب، صلابت رائے اور تاریخ گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔

وصال : مختصر عیالات کے بعد 24 شوال المکرم 20 نومبر 1393ھ / 1973ء بروز منگل آپ کا وصال ہوا۔ نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے پڑھائی۔ میاں صاحب بہاولپور روڈ لاہور میں مولانا غلام محمد ترنم قدس سرہ کے سرہانے آخری آرام گاہ بنی۔ تصانیف : تصانیف یہ ہیں: (1) قانون میراث (2) تسہیل الواضح (3) تئور القرآن (4) ترجمہ مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی (5) ترجمہ کشف الاسرار (6) مجموعہ فتاویٰ (2)

(1) محمد عبدالکیم شرف قادری، مولانا، تذکرہ اکابر اہل سنت، ص 63 تا 65 باختصار

(2) ارشاد احمد عارف، ضمیمہ فقہ اسلامی، ص 262

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ثم لاہوری علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا مفتی ابوالمظفر عبدالمصطفیٰ غلام جان 1316ھ / 1896ء میں مقام اوگرہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے قرآن مجید اور فارسی نظم و نثر اور صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں اپنے والد مولانا احمد جی سے پڑھیں اس کے بعد مندرجہ ذیل اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

(1) مولوی غلام رسول (انہی ضلع گجرات) (2) علامہ حکیم سید برکات احمد ٹونکی (3) مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری (4) شمس العلماء مولانا ظہور الحسن فاروقی (5) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی۔ (1)

1337ھ میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے جلسہ دستار فضیلت (منعقدہ 1337ھ) میں امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی نے دستار بندی فرمائی اور سند فضیلت عطا فرمائی۔ امام اہل سنت کے دست اقدس پر مرید ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔ (2)

تدریس : فراغت کے بعد مندرجہ ذیل مدارس میں تدریس فرمائی۔

(1) منظر اسلام بریلی و خطیب مسجد بی بی جی بریلی (2) مدرسہ سلیمانہ تونسہ شریف (3) جامعہ نعمانیہ لاہور اس کے علاوہ ایک سال مکہ شریف میں خدمات انجام دیں۔ خان محمد امیر خان رئیس شہیلیہ ضلع ہزارہ کی دعوت پر کچھ عرصہ ہزارہ کے قاضی بھی رہے۔

تصانیف :- (1) فتاویٰ غلامیہ (2) نور العینین فی سفر الحرمین (3) سیف رحمانی علی راس القادیانی (4) دیوان غلامیہ (5) نغمہ شہادت (یہ ہنوز غیر مطبوعہ ہیں) (6) القول المختاط فی جواز الحیلۃ والاسقاط (7) رسالہ اذان علی القبر و تعدوا لجمہونی مساجد المصر (یہ طبع ہو چکی ہیں)

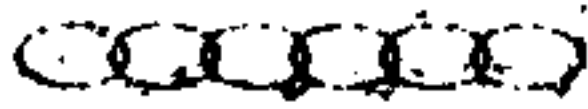
حق و گوئی و بے باکی : آپ کسی کو برائی کا ارتکاب کرتے دیکھتے تو فوراً ٹوکتے۔ رمضان المبارک میں بہت سے دوکانداروں کو جو کھانے وغیرہ کا ہوٹل دن میں کھولتے تھے آپ نے پہلے سختی سے روکا

(1) محمد عبدالحکیم شرف قادری 'مولانا' تذکرہ اکابر اہل سنت ص 299

(2) امیر شاہ گیلانی 'مولانا' تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ص 340

جب نہ مانے تو ان کے سامان کو نقصان پہنچایا۔ مگر بیت حق کی وجہ سے کسی کو مقابلے کی تاب نہ ہوئی۔ بد مذہب اور مشتبہ لوگوں سے نفرت و بے زاری کا اظہار فرماتے تھے۔ آپ نے مسجد میں ان کے داخلہ پر پابندی لگا رکھی تھی اور ممانعت کا بورڈ لگا رکھا تھا۔^(۱)

وصال: 25 محرم الحرم، یکم اگست 1379ھ / 1959ء کو کلمہ شریف اور صلوة وسلام کا ذکر کرتے ہوئے عین اس وقت جب مؤذن نے اذان ظہر کی آواز بلند کی آپ نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ نماز جنازہ حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی۔ دوسرے دن عازمی علم دین شہید کے مزار کے جنوبی جانب دفن کیے گئے۔ حضرت مولانا مظفر اقبال خطیب جامع مسجد شاہ عنایت قادری المعروف اونچی مسجد لاہور آپ کے جانشین ہیں۔ مکرئی الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ نے معارف آگاہ مفتی اعظم (1959) تاریخ عیسوی اور فوت شدہ مفتی جہاں (1379) تاریخ ہجری کہی ہے۔^(۲)



(1) محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، ص 198

(2) محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، تذکرہ اکابر اہل سنت، ص 300

خلفاء و سرپرستین

خلفاء و مریدین

لیے بیٹھا تھا عشقِ مصطفیٰ کی آگ سینے میں
ولایت کا جبیں پر نقشِ دل میں نورِ وحدت کا

ہوا تیری توجہ سے مجاہدِ دین کا کوئی
کوئی سردارِ دوراں اور حافظِ کوئی ملت کا

صدر الشریعہ کا روحانی مقام

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی ایک تبحرِ عالم اور فقیہ و محدث تھے۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں لیکن روحانیت میں ان کا مقام کیا تھا؟ طریقت میں ان کی کس درجے تک رسائی تھی؟ اس سے بہت کم لوگ آگاہ ہیں۔ آپ کے خلفاء و مریدین کا ذکر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روحانیت اور باطنی کیفیت کی چند مثالیں بیان کی جائیں۔

ذکر کے درست طریقہ کی تلقین

حافظ ملت مولانا عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے ہم سبقوں میں سے ایک بزرگ شاہِ صدیق اللہ صاحب بھی اجمیر شریف میں حضرت صدر الشریعہ سے پڑھتے تھے۔ اسی زمانے میں انہوں نے تزکیہ باطن کے لیے حضرت غریب نواز علیہ الرحمۃ کی چلہ گاہ پر جا کر ذکر بالجہر کرنا شروع کر دیا۔ کئی دن گذر گئے جب سبق میں حاضر نہ ہوئے تو حافظ صاحب اور ان کے ساتھی ان سے ملاقات کرنے سدا بہار پہاڑی پر حضور غریب نواز کی چلہ گاہ میں گئے وہاں جا کے دیکھا تو ان کا حال عجیب تھا۔ بہت کمزور اور نحیف ہو گئے تھے حال پوچھنے پر بتایا کہ مجھے دست آرہے ہیں حافظ ملت وغیرہ نے واپس آ کر حضرت صدر الشریعہ کو بتایا۔ ان کا حال سن کر حضرت صدر الشریعہ نے افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ کل ہم بھی دیکھنے چلیں گے۔

دوسرے دن حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ محدث اعظم پاکستان اور حافظ ملت کو لے کر ان کے پاس گئے۔ شاہ صاحب اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ بچوں کی طرح ہاتھ پاؤں کے سہارے چل کر چلہ گاہ سے باہر آ کر حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے۔ اور صدر الشریعہ کو دیکھتے ہی زار و قطار رونے لگے۔ جب رو دھو کر ان کو کچھ سکون ہوا تو حضرت صدر الشریعہ نے پوچھا کیا کرتے ہو انہوں نے بتایا..... لا الہ الا اللہ کا سہ ضربی ذکر بالجبر کرتا ہوں۔ صدر الشریعہ نے پوچھا کس طرح کرتے ہو انہوں نے بہ دقت تمام بیٹھ کر بتایا۔ صدر الشریعہ نے فرمایا کہ یہ غلطی ہو رہی ہے۔ سر یہاں سے اٹھاؤ اور یوں جھٹکو اور اس طرح اتنے نیچے سر لا کر دل پر ضرب لگاؤ۔ اپنے بتائے ہوئے طریقے کی ان کو مشق کرائی اور فرمایا علاج یہی ہے جیسے میں نے بتایا ہے اسی طرح کرو ٹھیک ہو جاؤ گے چنانچہ وہ تین دن میں بالکل ٹھیک ہو گئے۔ (۱)

اعلیٰ حضرت کے وکیل بالبیعۃ

حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی روحانیت اور باطنی کمال کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ سوائے حضرت صدر الشریعہ کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں نے کسی کو بھی حتیٰ کہ شہزادگان کو بھی اپنی بیعت لینے کے لیے وکیل نہیں بنایا۔ چنانچہ جب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور حضرت صدر الشریعہ، فرنگی محل، مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے گفت و شنید کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں ان حضرات کی خدمت میں شیر پیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خان لکھنوی حاضر ہوئے۔ آپ دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات سے متنفر ہو کر مدرسہ فرقانیہ چھوڑ کر وہاں حاضر ہوئے تھے اور تمنا یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت کے مریدوں میں داخل ہو جاؤں۔ اسی لیے ان حضرات کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ حضرات میں کوئی اعلیٰ حضرت کا وکیل بالبیعۃ ہو تو میں اس کے ہاتھ پر اعلیٰ حضرت سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ یہ شرف ہم میں سے حضرت مولانا امجد علی صاحب کو حاصل ہے آپ ان کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیے۔ شیر پیشہ اہل سنت نے حضرت صدر الشریعہ کے دست اقدس پر فوراً اعلیٰ حضرت کی بیعت کر لی (۲)۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کو چاروں سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت کے شرف سے بھی مشرف فرمایا تھا۔ لیکن ان سب اعزازات کے باوجود آپ نے مرید بنانے کی جانب زیادہ توجہ نہیں دی اور اپنی تمام تر صلاحیتیں تعلیم و تدریس میں صرف کیں۔

(۱) شریف الحق امجدی 'مفتی اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ۱۷'

(۲) ۵۷ 'ینا' ص ۶۰

بہارِ طریقت

فرائض پر مداومت، اتباع سنت، گناہوں سے پرہیز اور اشغال و اوراد کی پابندی طریقت کے لوازمات میں سے ہے۔ حضرت صدر الشریعہ ان لوازمات کے کس قدر پابند تھے وہ آپ ”اخلاق و عادات“ کے عنوان کے تحت پڑھ آئے ہیں۔ یہاں پر عرض یہ کرنا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ ان کی پابندی کے ساتھ ساتھ یہ شدت سے خواہش رکھتے تھے کہ طریقت کے ان اسرار و رموز سے عوام الناس کو بھی آگاہ کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ بہارِ شریعت حصہ 17 کے اختتام پر عرض حال کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

”اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب (بہارِ شریعت) کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری اور کتاب لکھی جائے گی جو تصوف و سلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی۔“^(۱)

حضرت صدر الشریعہ اپنی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل حوادثاتِ زمانہ کی وجہ سے نہ کر پائے۔ کاش آپ کے فیض یافتگان میں سے کوئی صاحب ہمت فرمائیں اور حضرت صدر الشریعہ کی خواہش کے مطابق ”بہارِ طریقت“ تحریر کرنے کا فریضہ انجام دے کر امت مسلمہ پر احسان فرمائیں۔

دستیاب چند مثالوں سے حضرت صدر الشریعہ کے روحانی مقام کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اب خلفاء و مریدین کے مختصر تعارف کی جانب قدم بڑھاتے ہیں۔ یاد رکھئے جیسے شاکر و استاد کا آئینہ ہوتا ہے یوں ہی مرید پیر کا آئینہ ہوتا ہے۔ آئیے حضرت صدر الشریعہ کے خلفاء و مریدین کی شخصیت و کردار کے آئینے میں آپ کے روحانی مقام کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں۔

مشاہیر خلفاء و مریدین

پوری زندگی تدریس و تصنیف میں بسر کرنے کے باوجود حضرت صدر الشریعہ کے بے شمار خلفاء و مریدین ہیں جو پاک و ہند ہی نہیں پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ چند مشاہیر خلفاء و مریدین کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ

(۲) حافظ طلت مولانا عبدالعزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمۃ

(۱) محمد امجد علی اعظمی، مولانا صدر الشریعہ، بہارِ شریعت، حصہ 17، صفحہ 51



- (3) حضرت مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمۃ
 - (4) حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ
 - (5) شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمۃ
 - (6) حضرت علامہ سید شاہ عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ
 - (7) حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمۃ
 - (8) حضرت مولانا ثناء اللہ امجدی علیہ الرحمۃ
 - (9) حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ
 - (10) حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ
 - (11) حضرت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمۃ
 - (12) حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمۃ
 - (13) حضرت مفتی ظفر علی نعمانی صاحب
 - (14) حضرت علامہ مولانا عبدالشکور اعظمی صاحب
 - (15) حضرت مولانا غلام ربانی صاحب فائق الامجدی
- شاگرد بھی نامی ہوئے، اسکے خلفاء بھی
اس سے ہے عیاں اُس کی بزرگی و جلالت
اول کے پانچ خلفاء کا ذکر تلامذہ کے باب میں گزر چکا ہے۔ بقیہ حضرات کا تذکرہ پیش
خدمت ہے۔

حضرت علامہ شاہ عبدالحق صاحب اعظمی امجدی علیہ الرحمۃ

مبارک پور سے متصل موضع گجہرا آپ کا آبائی وطن ہے۔ جہاں حضرت عالمگیر کے عہد حکومت میں خانوادہ غوثیت کے چشم و چراغ سید السالکین حضرت شاہ کمال الدین علیہ الرحمۃ نے بغداد سے آ کر سکونت اختیار کی۔ آپ کے صاحبزادے عہد عالمگیر میں پورے ہندوستان کے چیف جسٹس تھے۔ حضرت پیر طریقت اسی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔

آپ نے ابتداء سے انتہاء تک دارالعلوم اشرفیہ میں تعلیم پائی اور ہمیشہ ممتاز رہے۔ فراغت کے بعد کچھ علمائے کرام کو ساتھ لے کر ایک تبلیغی انجمن قائم کی جس کے زیر اہتمام سی۔ پی کے علاقہ میں دو سال تک فی سبیل اللہ دین کی خدمت انجام دی۔ اس کے بعد مدرسہ فیض الاسلام کٹھیاواڑ اور مدرسہ غریب نواز رانچی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کی تصانیف میں سلطان الاذکار چراغ راہ نعمات سید بچیوں کی تعلیمی کتاب بہت مشہور ہے۔

آپ کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے شرف ارادت و خلافت حاصل ہے اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ سے بھی اجازت و خلافت حاصل ہے۔ دوران سفر حج مدینہ منورہ میں حضرت علامہ ضیاء الدین مدنی اور مکہ مکرمہ میں خاندان اشرفیہ کے ممتاز فرد حضرت اچھے میاں کچھوچھوی نے سند اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ علامہ موصوف کی ذات گرامی علوم ظاہری و باطنی کی جامع تھی۔ بزرگان دین سے والہانہ عقیدت کا یہ عالم ہے کہ ہندوستان، پاکستان، افغانستان، عرب، شام، عراق، فلسطین اور اردن کے اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ (۱۱)

حضرت علامہ عبدالرؤف بلیاوی امجدی علیہ الرحمۃ

موضع بھونج پور پوسٹ سکھ پورہ ضلع بلیا کے رہنے والے تھے۔ 1912ء میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن کی سعادت اپنے وطن ہی میں حاصل کی۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا نظام الدین اور حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔

(۱۱) حصہ رسد، اشاعت حیات، خدمات، ص 453



فراغت کے بعد ابتداءً کچھ دنوں تک دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں مسند تدریس پر فائز رہے۔ بعدہ حافظت کے طلب کرنے پر دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور تشریف لے آئے اور تقریباً بیس سال تک یہاں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ درس نظامی کے پورے نصاب پر یکساں مہارت حاصل تھی خصوصاً علم ہیئت و توقیت میں تو ملکہ حاصل تھا۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم چہارم پنجم کی تصحیح و ترتیب کے بعد اشاعت آپ کا زریں کار نامہ ہے۔ طبیعت میں سادگی تھی، کبھی کسی سے مرعوب نہ ہوئے تھے بیعت و ارادت کا شرف حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا۔ 13 شوال المکرم 1391ھ بروز جمعہ علم و حکمت کا یہ نیرتاباں غروب ہو گیا۔⁽¹⁾

حضرت علامہ محمد ثناء اللہ محدث امجدی علیہ الرحمۃ

2 جولائی 1910ء میں مونا تھ بھجن میں آپ کی ولادت ہوئی۔ مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم منو میں از اول تا آخر زیر تعلیم رہ کر 1935ء میں فارغ ہوئے۔ 1936ء میں بسلسلہ تبلیغ رنگون تشریف لے گئے۔ بعدہ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور بحر العلوم منو دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد بحر العلوم لطیفیہ بہار مدرسہ علمیہ انوار العلوم سرکانہ شریف جامعہ فاروقیہ بنارس منظر حق ٹانڈہ میں تقریباً پچاس سے زائد برس تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کو حضرت صدر الشریعہ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی متعدد تصنیفات میں سے کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ 15 اگست 1990ء بروز بدھ نوبے شب وصال ہوا۔ ہزاروں افراد اور علماء و مشائخ نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ بحر العلوم منو کے مغرب میں واقع اپنی آبائی زمین میں دفن کیے گئے۔⁽²⁾

(1) ایضاً (حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات) ص 455 باختصار

(2) حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات



شاریح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ

حضرت صدر الشریعہ کے وطن مالوف گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں 1340ھ / 1921ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں گلستا، بوستا، حکیم احمد علی برادر معظم حضور صدر الشریعہ سے پڑھیں۔ بعدہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور جا بعد اسلامیہ انڈر کوٹ میرٹھ اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں بالترتیب ان اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ حافظ طت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری، حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری، صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، حضرت علامہ غلام یزدانی، حضرت مولانا عبدالعزیز خان صاحب، حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ 1362ھ / 1943ء کو جامعہ رضویہ مظہر اسلام سے دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ماہ دسمبر 1943ء سے مدرسہ بحر العلوم ممبئی سے تدریس کا آغاز فرمایا۔ مختلف مدارس میں پڑھانے کے بعد 1366ھ میں دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی تشریف لے آئے۔ گھوسی کے دوران قیام تدریس کے ساتھ ساتھ تقریباً ایک سال حضرت صدر الشریعہ کی خدمت کا موقع ملا۔ چونکہ حضرت کی بصارت انتہائی کمزور ہو چکی تھی اس لیے روزانہ تین گھنٹے تک باہر سے آئے ہوئے استثناء کے جوابات آپ کو املا کرواتے۔ اس عمل کی بدولت آپ کو فتویٰ نویسی کی مہارت حاصل ہو گئی۔ اسی دوران تفسیر حدیث فقہ اصول فقہ کی سینکڑوں کتب سے متعلق حضرت صدر الشریعہ سے استفادہ کیا۔ 1956ء میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے طلب کرنے پر جامعہ رضویہ مظہر اسلام تشریف لے آئے۔ یہاں تدریس کے علاوہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے دارالافتاء کی خدمات بھی آپ کے سپرد تھیں۔ 1396ھ میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف فرما ہوئے پھر تا وصال یعنی 1420ھ / 2000ء تک یہیں رہے۔ یہاں برسوں آپ نے فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کی تصانیف میں نزحۃ القاری شرح بخاری، اسلام اور چاند کا سفر، تحقیقات اشرف السیر، اور اشک رواں بہت ہی مشہور و مقبول ہیں۔ بیعت و خلافت کا شرف حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا۔ حضرت مفتی اعظم ہند اور احسن العلماء سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ 6 صفر المظفر بروز جمعرات 1420ھ / 2000ء کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں انتقال ہوا اور گھوسی میں مدفون ہوئے۔ (۱)

(۱) سید اختر مسباحی حیات فقہ اعظم ہند باختصار

رئیس التحریر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ

رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری موضع سید پور بلیا میں 1924ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ضلع کے مدارس میں حاصل کرنے کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حافظہ طلت مولانا عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مختلف مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ 1954ء میں دارالعلوم فیض العلوم جمشید پور قائم کیا۔ پندرہ روزہ اخبار جام کوثر اور بعد میں جام نور جاری فرمایا۔ آپ منفرد اسلوب تحریر کے مالک تھے۔ بلابالغہ آپ کو صاحب طرز انشاء پر داز کہا جاسکتا ہے۔ جام نور کو جو مقام آپ کی ادیبانہ تحریروں نے دیا وہ آج کل کے رسالوں میں نہیں پایا جاتا۔ آپ کی بیسیوں تصانیف میں سے درج ذیل زیادہ مشہور ہیں:

زلزلہ زریوز بر، تبلیغی جماعت، لالہ زار زلف و زنجیر، جماعت اسلامی، تعزیرات، قلم، تفسیر ام القرآن، لسان الفردوس، محفل حرم، علمائے دیوبند اور مسئلہ ختم نبوت، نقش کربلا، دہلی سے سہارنپور کا سفر آئیے حج کریں۔

آپ کی پوری زندگی جدوجہد، سعی پیہم اور خدمت دین کے لیے محنت سے عبارت تھی۔ 1972ء میں آپ نے مکتہ المکرمہ میں مذہبی بیداری اور دینی انقلاب پیدا کرنے کے لیے ایک عالمی ادارے کے قیام پر زور دیا جس کے نتیجے میں ”ورلڈ اسلامک مشن“ معرض وجود میں آیا اور اس کا مرکز برطانیہ کا شہر بریڈ فورڈ قرار پایا۔⁽¹⁾ اس کے علاوہ جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء اور دعوت اسلامی پاکستان بھی آپ کی دینی و تبلیغی محنت کی یادگار ہیں۔ آپ نے 15 سفر المظفر، 29 اپریل 1423ھ/2002ء کو دہلی میں انتقال فرمایا۔⁽²⁾ شرف بیعت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا۔ اور خلافت و اجازت حضرت مفتی اعظم ہند سے ملی تھی⁽³⁾۔ شبانہ روز مصروفیات کے باوجود اوراد و وظائف کے پابند تھے۔ روزانہ دلائل الخیرات ختم کیا کرتے تھے۔ مزار اقدس آپ کے قائم کردہ دارالعلوم فیض العلوم جمشید پور، بہار میں مرجع خواص و عوام ہے۔

(1) ماخوذ از مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، باختصار

(2) ماہنامہ معارف رضا، ص 31، مئی 2002ء

(3) محمد صلاح الدین سعیدی، جہان رضا، ص 41



مصلح اہل سنت حضرت

علامہ قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ

مصلح اہل سنت حضرت علامہ قاری مصلح الدین صدیقی بروز پیر ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء قندھار شریف ضلع ناندیز ریاست حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ تقریباً چودہ برس کی عمر میں آپ نے قرآن حکیم حفظ کر لیا۔ درجہ ہفتم تک اسکول کی تعلیم حاصل کی پھر حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری کے شوق دلانے پر انہیں کے ہمراہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور آ گئے۔ یہاں تقریباً آٹھ سال رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی۔ حافظ ملت جب کچھ عرصہ کے لیے ناگ پور تشریف لے گئے تو آپ بھی وہیں حاضر خدمت ہوئے، دورہ حدیث لیا اور ۱۹۴۳ء میں سین سے دستارِ فضیلت حاصل کی۔

شرف بیعت و خلافت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا۔ آپ کو خلافت عطا ہونے کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے۔ ہوا یوں کہ حضرت صدر الشریعہ کی صدارت میں محفل میلاد انعقاد پذیر تھی۔ لوگوں پر کیف و سرور چھایا ہوا تھا، آنکھیں نم تھیں، محفل پر وجد طاری تھا۔ اتنے میں حضرت قاری صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کر بیرو مرشد کے رو برو پہنچے اور عرض گزار ہوئے کہ سرکار! آپ کے وسیلے سے حضرت جامی کے اشعار کا سہارا لے کر میں بھی ہار گاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بیرو مرشد نے اجازت دے دی۔ پھر کیا تھا حضرت قاری صاحب نے اپنے محبت و عقیدت بھرے لہجے میں نعت شریف شروع کر دی۔ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوز و گداز نے قاری صاحب کی آواز کو تیر و نشتر بنا دیا تھا۔ ہر سینہ چھلکی اور ہر دل بے قرار ہو اٹھا۔ حضرت خود بھی روئے اور قاری صاحب نے بھی ہچکیاں بھر کر نعت ناقص چھوڑ دی۔ حضرت صدر الشریعہ یہ دیکھ کر اپنی مسند سے اٹھے اور قاری صاحب کو بٹھالیا اور اسی روز اپنی خلافت سے سرفراز کیا۔ یہ واقعہ ۱۹۴۶ء کا ہے۔ اس وقت حضرت قاری صاحب کی عمر تقریباً ۲۹ سال تھی۔

۱۹۴۹ء میں قاری صاحب کراچی تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے اخوند مسجد کی خطابت کے فرائض قبول کیے۔ درمیان میں ڈیڑھ سال کے لیے جامع مسجد واہ کینٹ میں خطابت فرمائی۔ پھر کراچی اخوند مسجد میں تشریف لے آئے۔ دارالعلوم امجدیہ میں تدریس کے فرائض

تا وصال انجام دیئے۔ یہاں تک کہ انتقال سے کچھ روز قبل ہارٹ اٹیک ہوا۔ تھوڑا عرصہ آرام فرما کر پھر دارالعلوم آنا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ ”گزشتہ دنوں میں بعض اوقات جب کبھی میری طبیعت خراب بھی رہتی تھی جب بھی دارالعلوم امجدیہ جاتا تھا کیونکہ یہ میرے پیر و مرشد کا مدرسہ ہے“ آپ کو حضرت صدر الشریعہ کے علاوہ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں اور قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہما الرحمۃ سے بھی اجازت و خلافت کا شرف حاصل تھا۔ سالانہ عرس امجدی میں باقاعدگی سے شرکت فرماتے اور شہزادہ صدر الشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بطور ہدیہ کپڑوں کا جوڑا اور عمامہ پیش کرتے۔

حضرت قاری صاحب وقت فارغ گزارنا جانتے ہی نہ تھے عبادت و ریاضت، تعلیم و تعلم، ذکر و فکر، محفل نعت، لوگوں کی حاجت روائی، تعویذ و دعا، خدمت خلق اور خیر خواہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھے۔ روزانہ دلائل الخیرات، سیفی شریف، قصیدہ غوثیہ، الوظیفہ، الکریمیہ شجرہ اور دعا پڑھتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت سے انہیں روحانی شغف تھا۔ نماز میں تلاوت قرآن فرماتے تو مقتدیوں کی روح تلاوت قرآن سے سرشار ہو جاتی۔ اسی لیے جو لوگ ان کی تلاوت کا لطف پالیتے وہ دور دراز سے چل کر ان کے پیچھے نماز ادا کرنے چلے آتے۔ آپ نے اپنے لاکھوں مریدین کی توجہ دین حق کی طرف مبذول کرائی جو ایک زندہ کرامت ہے۔ یوں حضرت قاری صاحب نے اپنے مرشد کامل اور استاذ مکرم سے جو علم و معرفت کا نور حاصل کیا تھا اسے سر زمین پاکستان پر نہایت فراخ دلی سے تقسیم کیا۔ 7 جمادی الاخریٰ 1403ھ / 23 مارچ 1983ء کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ مصلح الدین گارڈن، کراچی میں آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔^(۱)

(۱) بدر القادری، مولانا، تذکرہ مصلح اہل سنت، ص 263 باختصار

فقہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ

1352ھ / 1933ء میں اوجھانج ضلع بستی میں پیدا ہوئے۔ قریباً دس برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں قصبے ہی میں پڑھ کر ناگپور تشریف لے گئے۔ وہاں دن بھر کام کر کے روزی کماٹے اور مغرب کے بعد ملک التحریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے حاضر ہوتے۔ 1371ھ / 1952ء میں حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ نے آپ کو سند فراغت اور دستار فضیلت عطا فرمائی۔ مختلف مدارس میں کچھ عرصہ تدریس کے بعد دارالعلوم فیض الرسول براؤن شریف تشریف لے آئے۔ یہاں تقریباً چالیس برس تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ بعد ازاں اپنے آبائی قصبے اوجھانج ضلع بستی میں مرکز تربیت افتاء دارالعلوم امجدیہ ارشدالعلوم قائم فرمایا جس میں بیسیوں طلبہ کو افتاء کی تربیت سے نوازا۔ دارالعلوم فیض الرسول تدریس کے دوران آپ نے ہزاروں فتاویٰ تحریر فرمائے جن کا مجموعہ تین ضخیم جلدوں میں ”فتاویٰ فیض الرسول“ کے عنوان سے طبع ہو کر پوری دنیا میں مقبول ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ایک درجن سے زائد دینی و علمی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ جن میں انوار الحدیث، انوار شریعت اور بزرگوں کے عقیدے زیادہ معروف ہیں۔ درس کا ناظر آپ بالکل گوارا نہیں کرتے تھے۔ آندھی ہوا پاش ہو چکے ہو آپ بروقت مدرسہ تشریف لاتے تھے۔ (۱)

1367ھ / 1948ء میں حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نماز کے بہت پابند تھے۔ سفر و حضر میں کبھی آپ کی نماز نہ ٹھہرتی۔ علم و عمل، اخلاق و کردار، اجار و سنت و شریعت زہد و تقویٰ، تواضع و انکساری کا نیکو محسوس تھے۔ اپنے بزرگوں کے ادب و محاسن و نیاز مند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے طلبہ اور عوام کے لیے مجسم دعوت، اخلاص و عمل تھے ان کا ہر قدم شریعت کی راہ پر پڑتا تھا، اپنے سامنے کوئی خلاف شریعت بات دیکھتے ہی فوراً سجدہ و ہدایت فرماتے تھے اور چونکہ وہ خود صاحب کردار عمل تھے اس لیے ان کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ دل کو چھو لینا تھا اور آپ کی نصیحت آمیز گفتگو بلا تاخیر اثر انداز ہو جایا کرتی تھی۔ 4 جمادی الاخریٰ 1422ھ بمطابق 23 اگست 2001ء کو دنیا سے فانی ہوئے۔ (۲)

(۱) جلال الدین احمد امجدی مفتی خودنوشت سوانح حیات مشمولہ خطبات محرم ص 474-484
(۲) نسیم اختر مصباحی علامہ فقہ ملت کا سانچہ ارتحال مشمولہ ماہنامہ کلمۃ الایمان اکتوبر 2001ء ص 8

مولانا عبدالشکور اعظمی خطیب کوٹرگیٹ مسجد بھونڈی

ولادت باسعادت

حسین پور قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں ہی کے ایک مکتب اور پانی پت کے مدرسہ سے حاصل کی۔ درس نظامی کی تکمیل کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور 1365ھ میں حاضر ہوئے۔ 1367ھ میں سند فراغت حاصل کی اور ان مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے: مدرسہ عین العلوم گیا (چار برس) دارالعلوم فیض العلوم جمشید پور بہار (دس برس) دارالعلوم صدیہ بھونڈی۔ بھونڈی میں آپ اپنے زورِ خطابت اور علمی صلاحیت کی وجہ سے عوام و خواص میں اس قدر مقبول و ہر د عزیز ہوئے کہ وہاں کی عظیم الشان جامع مسجد کوٹرگیٹ کے خطیب مقرر ہو گئے۔ دارالعلوم صدیہ سے مستعفی ہونے کے بعد آپ نے بے پناہ محبت سے دارالعلوم دیوان شاہ قائم کیا جس کا فیض آج بھی جاری و ساری ہے۔

دینی و ملی خدمات

حضرت صدر الشریعہ کی یاد میں الجامعۃ الامجدیہ بھونڈی جیسے عظیم الشان ادارے کا قیام آپ کی زندگی کا عظیم کارنامہ ہے۔ شرف بیعت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل ہے۔ اپنے پیرو مرشد کے گہرے عقیدت مند ہیں۔ آپ کو سب سے زیادہ فخر اس بات کا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کی بڑی صاحبزادی سعیدہ خاتون مرحومہ جن کو خود حضرت نے جلالین، مشکوٰۃ وغیرہ تک درس نظامی کی کتب پڑھائی تھیں آپ کے عقد میں آئیں۔ آپ ایک شعلہ بار مقرر اور بلند پایہ خطیب اور بہترین علمی لیاقت و صلاحیت کے مالک عالم ہیں۔ آپ کی بے لوث دینی خدمات آج بھی مہاراشٹر اور گرد و نواح میں جاری ہیں۔⁽²⁾

(2) حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص 474 باختصار

حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی صاحب

1340ھ/1921ء میں سید پور ضلع بلیا میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد مدرسہ فیض الغرباء بہار میں داخل ہو گئے۔ شرح جامی تک کتابیں پڑھنے کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حاضر ہوئے۔ 1361ھ/1942ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور مزید تین سال درجہ تخصیص کے لیے حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گزارے۔ تدریس کا آغاز مدرسہ علمی سے کیا۔ پھر حضرت صدر الشریعہ کے حکم پر دارالعلوم اہل سنت کا شعبہ اذ بحیثیت مدرس تشریف لے گئے۔ قیام پاکستان کے بعد 1948ء میں آپ نے حضرت صدر الشریعہ سے مشرقی پاکستان جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا ”تم ڈھا کہ مت جاؤ وہاں ہمیشہ اجنبی رہو گے تمہارے لیے کراچی بہتر ہے وہاں جا کر مدرسہ قائم کرو تو دینی اور دنیاوی دونوں حیثیت سے اچھے رہو گے“۔ مفتی صاحب کراچی چلے آئے۔ 1948ء میں حضرت صدر الشریعہ کی یاد میں گاڑی کھاتہ آرام باغ میں ایک مکان خرید کر دارالعلوم امجدیہ کا بورڈ لگا دیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ جگہ ناکافی ہو گئی تو عالمگیر روڈ پر دارالعلوم امجدیہ منتقل ہو گیا۔ بعد میں مزید جگہ لی گئی آج مدرسہ کی پر شکوہ عمارت خوب صورت شکل میں موجود ہے۔ جہاں سے سینکڑوں حفاظ قراء اور علمائے کرام فارغ التحصیل ہو کر ملک و بیرون ملک خدمت دین میں سرگرم عمل ہیں۔ شاہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ نے تادم حیات اسی مدرسہ میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیئے۔ تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ مفتی صاحب نے تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت کے دوران قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر اور رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین رہے۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن کنز الایمان پاکستان میں سب سے پہلے آپ نے طبع کیا۔ ”حیات اعلیٰ حضرت“ بھی سب سے پہلے آپ ہی نے شائع کی۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت کی حیات طیبہ کے موضوع پر بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کاش اس کے بقیہ تین حصے بھی منصفہ شہود پر آجاتے۔ مفتی صاحب کی شادی حکیم شمس الہدیٰ بن صدر الشریعہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ یوں آپ اپنے پیر و مرشد کے خاندان کے فرد بھی بن گئے۔ (۱)

(۱) حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص 473 باختصار



حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ امجدی علیہ الرحمۃ

قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں 9 اگست 1924ء میں ولادت ہوئی۔ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں کافیہ تک پڑھنے کے بعد 1941ء میں حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب کی معیت میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ جا کر حضرت ممدوح کی نگرانی میں مسلسل دو سال تک تحصیل علم کرتے رہے۔ 1943ء میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے ایماء پر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد جا کر فن تجوید و قرأت کی تکمیل کی۔ پھر جامعہ اشرفیہ میں تجوید پڑھانے لگے اور تعلیمی سلسلہ بھی جاری رکھا۔ یہیں سے 1946ء میں درس نظامی مکمل کیا۔ سترہ سال تک آپ نے یہیں تدریس کے فرائض انجام دیے اور سینکڑوں علماء و قراء نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ 1962ء میں آپ کو جامعہ اشرفیہ کا ناظم مقرر کر دیا گیا۔ آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے اس فریضے کو نبھایا۔

آپ باصلاحیت عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین اور خوش الحان قاری بھی تھے۔ آواز میں بے انتہا کشش تھی چنانچہ اکثر و بیشتر حضرت صدر الشریعہ فرمایا کرتے تھے کہ ”میں نے قاری محمد یحییٰ جیسا ہندوستان میں قاری نہیں پایا“۔ حافظ ملت مولانا عبدالعزیز علیہ الرحمۃ جب علیل ہوئے تو آپ کو اپنی جگہ مبارک پور کی جامع مسجد کا خطیب مقرر کر دیا۔ آپ تاحیات اس عہدہ پر فائز رہے۔ شرف بیعت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا۔ آپ کی بیعت کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ صدر الشریعہ جب دوسرے سفر حج کے لیے روانہ ہوئے تو آپ بھی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ اسی دوران اچانک آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت کے دست حق پرست پر توبہ کر کے داخل سلسلہ ہو جاؤں جب حضرت صدر الشریعہ سے عرض کیا گیا تو حضرت نے اسی وقت داخل سلسلہ فرمایا۔ آپ کی اپنے پیرومرشد سے یہ آخری ملاقات تھی اور آپ ہی آخری مرید ہیں۔ جمادی الاولیٰ 1417ھ کو آپ کا وصال ہوا۔^(۱)

(۱) حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 468 باختصار



مولانا غلام ربانی صاحب فائق الامجدی علیہ الرحمۃ

یکم جولائی 1936ء کو امر وہہ ضلع مراد آباد میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آبائی وطن قصبہ گھوسی ضلع متو ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی حضرت صدر الشریعہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔ پھر احسن المدارس کانپور دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف مدرسہ برکاتیہ مارہرہ شریف اور دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد میں تعلیم حاصل کی۔ درس نظامی کی تکمیل کے لیے دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور شریف لائے اور دستار فضیلت و سند فراغت یہیں سے حاصل کی۔ اکثر و بیشتر کتب والد ماجد سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد 4 جون 1956ء سے تا وصال مختلف مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپ نہایت ہی عمدہ تدریسی صلاحیت کے مالک تھے۔ عربی اور فارسی زبان پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ اس کے علاوہ ایک اچھے خطیب، قادر الکلام شاعر اور بہترین ادیب تھے۔ شرف بیعت حضرت صدر الشریعہ سے حاصل تھا اور خلافت و اجازت حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے عطا فرمائی تھی۔ والد ماجد حضرت شیخ العلماء علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد آپ کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔ آپ سے حضرت صدر الشریعہ کو بے پناہ محبت اور قلبی لگاؤ تھا جس کے نتیجے میں حضرت نے اپنی چھوٹی صاحبزادی (جو آج کل کلیہ البنات الامجدیہ کی ہیڈ معتمدہ ہیں) سے آپ کا عقد فرمایا۔

آپ شریعت کے پابند، نہایت خوش اخلاق اور ملتسار تھے۔ جو شخص آپ سے ایک مرتبہ ملتا دوبارہ ملنے کی خواہش لے کر واپس ہوتا۔ 28 اگست 2000ء بروز پیر شریف دارالعلوم محبوب سجانی، کرلا، بمبئی میں انتقال فرمایا۔^(۱)

(۱) محمد محمود مصباحی ماہنامہ کنز الایمان دسمبر 2000ء، ص 49، بتصرف

اولادِ امجاد

marfat.com

Marfat.com



اولاد امجاد

نبی پاک صاحب لولاک سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے کہ "انسان جب مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں (کہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں اور فائدہ پہنچاتی ہیں)

- (1) صدقہ جاریہ
 - (2) علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو
 - (3) اولاد صالحہ جو اس کے لیے دعا کرتی رہتی ہو۔ (مسلم شریف)
- حضرت صدر الشریعہ کی کمال خوبی یہ ہے کہ آپ کی زندگی زبان رسالت کے بیان کردہ ان تینوں اعمال پر بدرجہ اتم پورا اترتی ہے۔ یعنی صدقہ جاریہ تو بہار شریعت و فتاویٰ امجدیہ کی صورت میں جاری و ساری ہے، علم نافع کا فیضان تلامذہ کے ذریعے پوری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ اور اولاد صالحہ جو بجمہ تعالیٰ سب کے سب عالم و صالح ہیں، کے ذریعے انہیں دعائیں بھی مسلسل پہنچ رہی ہیں۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے "تزوجوا الولود والولود قاتی مکارثم الامم" یعنی نکاح کرو تو ایسی عورت سے کرو جو محبت کرنے والی ہو جس کی خاندانی روایت کثیر الاولاد ہونے کی ہو کیونکہ میں قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔"

حضرت صدر الشریعہ نے اس حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے چار شادیاں کیں جن سے اللہ کے فضل و کرم سے سولہ اولادیں ہوئیں۔ آپ نے ان سب کی تعلیم و تربیت شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق فرمائی جو ہر ایک کا مقسوم نہیں۔ مختلف ازواج سے اولاد کی تحصیل کچھ یوں ہے:

آپ نے پہلی شادی محترمہ کریمہ خاتون صاحبہ سے فرمائی جن کے بطن سے پانچ بچے پیدا ہوئے۔

- (1) حکیم شمس الہدیٰ (2) زبیدہ خاتون (3) مولانا محمد یحییٰ (4) مولانا عبد المصطفیٰ الازہری (5) مولانا عطاء المصطفیٰ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

محترمہ کریمہ خاتون کا انتقال 8 شوال 1339ھ کو ہوا ان کے بعد محترمہ صفی النساء صاحبہ سے نکاح ہوا جن سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ رئیسہ خاتون مرحومہ۔ آپ کی تیسری شادی محترمہ رابعہ خاتون صاحبہ سے ہوئی جن سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ (1) محمد احمد مرحوم (2) قاری رضا

المصطفیٰ صاحب۔ آپ کی چوتھی شادی محترمہ حاجرہ بی بی سے ہوئی ان کے لطن سے آٹھ اولادیں پیدا ہوئیں۔ (1) محترمہ سعیدہ خاتون (2) محترمہ عائشہ خاتون (3) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (4) محمد مرحوم (5) مولانا ثناء المصطفیٰ صاحب (6) مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب (7) مولانا فداء المصطفیٰ صاحب۔ (1)

سب کے سب عالم

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ کو اس زمانے میں جامعۃ الازہر مصر بھیجا جب وہاں جانے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ تلامذہ کے باب میں آپ ان کے حالات پڑھ چکے ہیں۔ صاحبزادگان کے ساتھ ساتھ صاحبزادیوں کی بھی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ محترمہ سعیدہ خاتون صاحبہ کے لیے فرماتے تھے کہ اگر میری زندگی رہے گی تو بخاری و مسلم شریف تک پڑھاؤں گا۔ لیکن تفسیر جلالین تک ہی پڑھایا تھا کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔ یونہی اولاد کے ساتھ ساتھ ازواج کی بھی تعلیم بہتر بنانے کی سعی فرماتے رہے۔ محترمہ حاجرہ بی بی صاحبہ اردو خواں تھیں لیکن حضرت نے ان کو فارسی اور ابتدائی عربی تک تعلیم دے دی تھی جس زمانے میں آنکھیں کام نہ دیتی تھیں باہر سے آنے والے تمام خطوط وہی سنایا کرتی تھیں۔ (2)

آج کے اس گئے گزرے دور میں جبکہ عوام الناس تو کجا علمائے کرام کی اولادیں بھی دینی علوم کی تحصیل سے بے رغبتی کا مظاہرہ کر رہی ہیں یہ حیرت انگیز وصف صرف حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے خاندان کا ہے کہ پورے کا پورا خانوادہ امجدی ذی استعداد اساتذہ اور خدا ترس علمائے دین پر مشتمل ہے۔ اور نہ صرف عالم ہیں بلکہ علماء گربھی ہیں۔ رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ خانوادہ امجدی کی اس حیرت انگیز خصوصیت پر اظہار خیال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ”یہ سارے فرزند ان صدر الشریعہ صرف علماء ہی نہیں بلکہ علماء گربھی ہیں۔ خدمت دین کے علاوہ کوئی دوسری مصروفیت اس خانوادے کو آج تک راس نہیں آئی۔ کسی نے ذریعہ معاش کی کوئی دوسری لائن اختیار کرنے کی کوشش بھی کی تو قدرتی طور پر انہیں اتنی ناکامیوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ مجبوراً انہیں اسی ڈگر کی طرف لوٹنا پڑا کہ جسے حضرت صدر الشریعہ نے اختیار کیا

(1) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ، ص 126

(2) عبدالمصطفیٰ الازہری، علامہ، پاسبان الہ آباد امام احمد رضا نمبر، ص 158



تھا۔“

مزید لکھتے ہیں۔ ”اس خانوادے کی یہ بھی حیرت انگیز روایت ہے کہ علماء کے زمرے میں صرف اولادِ ذکور ہی نہیں بلکہ اولادِ اناث بھی ہیں اور تسلسل کے ساتھ یہ سلسلہ نسل در نسل آگے بڑھ رہا ہے۔ آج کے دورِ انحطاط میں درسیات پر عبور رکھنے والے قابلِ رجال بھی مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں لیکن حضرت محدث کبیر کی قائم کردہ لڑکیوں کی رہائشی درسگاہ کلیہ البنات الامجدیہ گھوسی میں درسِ نظامیہ کی تکمیل کرانے والی اکثر عالمات اساتذہ اسی خانوادے سے تعلق رکھتی ہیں۔“

اسی خانوادے پر فضل خداوندی کا یہ رخ بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ صرف اولاد ہی نہیں بلکہ پوتے پوتیاں، نواسے، نواسیاں، جلیل القدر علماء اور عالمات پر مشتمل ہیں۔^(۱)

حضرت صدر الشریعہ کے صاحبزادگان کا مختصر تعارف پیش کرنے سے قبل شاہزادہ صدر الشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ کا ایک مضمون پیش خدمت ہے جس سے اولاد کے لیے حضرت صدر الشریعہ کا اندازِ تعلیم و تربیت جاننے میں مدد ملے گی۔

صدر الشریعہ..... اولاد کی تعلیم و تربیت

کل فتاة بابیہا معجبہ۔ ہر اولاد اپنے باپ سے خوش ہے اور اسے پسند کرتی ہے یہ ایک فطری جذبہ ہے کہ لوگ اپنے والد اور دادا سے محبت کریں اور ان پر فخر کریں لیکن ہم لوگوں کا فخر عالیٰ نسبی، شریفِ حسبی نہیں بلکہ وہ علوم و معارف وہ زہد و تقویٰ وہ ورع اور للہیت ہے جو ہم نے اپنی آنکھوں سے والد صاحب صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ میں دیکھی اور پرکھی۔

حضرت کے تمام معاصرین اب اللہ تعالیٰ کو پھارے ہو چکے ہیں اور اپنے رب کے حضور حاضر ہیں۔ تمام معاصرین میں سے حضرت کو یہ برتری ہماری نگاہ میں حاصل تھی کہ آپ نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس، تعلیم و تعلم، افتاء و تذکیر میں گزار دی اسباق پڑھانے کا اتنا شوق اور حوصلہ میں نے اور میرے ساتھیوں میں سے کسی نے بھی کسی میں نہیں دیکھا۔ صبح سویرے سے 12 بجے تک دارالعلوم معہدیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں وقت کی پابندی سے درس دیتے۔ اس کے بعد مدرسہ کا تعلیمی وقت ختم ہو جاتا تو مزید طلبہ علم کو ایک بجے تک پڑھاتے۔ پھر گھر واپس آتے جو درگاہ معلیٰ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ سے دس منٹ کے فاصلہ پر تھا۔ کھانا

(۱) ارشد القادری علامہ حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات، ص 107



کھاتے اور مختصر قیلولہ فرماتے۔ پھر نماز ظہر ادا کرتے اور 2 بجے سے 4 بجے تک بعد دوپہر درس میں مشغول ہو جاتے۔ چار بجے مدرسہ کا وقت ختم ہوتا تو اس کے بعد 5 بجے تک پھر طلبہ کو مزید درس علاوہ مدرسہ کے درس کے پڑھاتے۔ عصر کی نماز جامع مسجد شاہجہانی درگاہ معلیٰ میں پڑھتے اور لوگ کثرت سے آپ کے پیچھے جماعت ثانیہ میں شریک ہوتے۔ اکثر ائمہ مساجد کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے قرأت اور رکوع و سجود کی خامیوں کی بنا پر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ جمعہ ہمیشہ بلاناغہ درگاہ معلیٰ ہی میں ادا فرماتے تھے۔ اور پھر احتیاطاً ظہر پڑھتے۔ سردیوں میں یہ لائحہ عمل ہوتا۔ گرمیوں میں مدرسہ 12½ بجے تک رہتا پھر اس کے بعد ایک ڈیڑھ بجے تک درس دیتے۔ گھر واپس آتے۔ کھانا کھاتے قیلولہ کرتے اور 3 بجے سے 6 بجے تک از سر نو تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور عصر کے قریب ختم ہوتا۔ پھر عصر کی نماز درگاہ شریف میں پڑھتے۔ یا کسی اور مقام پر۔ اور گھر سے دولت باغ جو تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تھا تفریح کے لیے جاتے۔ (اس لیے کہ ڈاکٹروں اور حکیموں نے صحت اور جسم کی توانائی کے لیے اس کا مشورہ دیا تھا) لیکن یہ تفریح بھی برائے نام تھی حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد علیہ الرحمۃ (محدث پاکستان) آپ کے ہمراہ ہوتے اور اسباق کا سلسلہ جاری رہتا۔

ایک بار خود مولانا سردار احمد صاحب نے دارالعلوم امجدیہ کے جلسہ دستار بندی میں اپنی خصوصیت تلمیذی اور شرف تلمذ کے سلسلے میں پوری تفصیل بیان کی۔ اور خود میرا مشاہدہ بھی تھا اس لیے کہ میں اور بہت سے دوست بھی روزانہ دولت باغ جاتے، دولت باغ میں حضرت مغرب کی نماز وہاں بڑے لان میں پڑھتے۔ اذان و اقامت ہوتی اور نماز ہوتی جماعت دیکھ کر باغ میں آنے والے کئی کئی سو آدمی اس جماعت میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد رات کو گھر تشریف لاتے۔ کھانا کھاتے اور پھر کتابوں کا مطالعہ ہوتا۔ ہم سب لوگ لائین کے آمنے سامنے بیٹھ جاتے اور مطالعہ میں مصروف ہوتے۔ عشاء کی نماز پڑھی جاتی اور پھر دس گیارہ بجے رات تک ہم لوگ سو جاتے اور حضرت کافی رات تک مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔

صبح سویرے بیدار ہوتے۔ نماز فجر ادا کرتے اور ایک پارہ قرآن مجید کا ہمیشہ تلاوت کرتے۔ اور شجرہ طیبہ کا ورد کرتے۔ اور کچھ اور دو وظائف پڑھتے۔ لیکن مختصر وقت ہی بہت کم تھا۔ ناشتہ کرتے اور پھر سیدھے مدرسہ۔ جمعہ کے دن تعطیل ہوتی اور جمعرات کو آدمی تعطیل ہوتی تھی۔



اسباق کا ناغہ بالکل نہیں ہوتا تھا۔ سر میں درد کی اگر شکایت کی جاتی تو فرماتے کہ طالب علم کے سر میں درد نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا سر کا درد کوئی بیماری نہیں نہ خود چھٹی لیتے اور نہ چھٹی کو پسند کرتے نہ ادھر ادھر کی باتیں ہوتیں بس وقت شروع سبق شروع وقت ختم سبق ختم دوسرے کسی استاد میں یہ بات نہ تھی سوائے حضرت مولانا حکیم سید عبدالمجید دہلوی علیہ الرحمۃ کے وہ بھی اس بات کو پسند نہ کرتے کہ ادھر ادھر کی باتیں ہوں لیکن ہم لوگ کچھ نہ کچھ وقفہ کبھی کبھی ان کے یہاں نکال لیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت قبلہ صدر الشریعہ کے یہاں کسی کو اس کی جرأت ہی نہ ہوا کرتی تھی۔ تشریف و تسلی کے لیے اشکال پیش کرتے تو معقول و مدلل جواب عطا فرماتے لیکن کسی کو فضول اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔ جہاں تک میں جانتا ہوں اس زمانہ کے معاصرین میں بہت کم لوگ اس قدر جم کر پڑھاتے ہوں گے جلسہ جلوس میں بھی شریک نہ ہوتے صرف سال میں دو بار ناغہ کرتے اور رخصت کر لیتے۔ ایک گیارہویں شریف کے جلسہ کے لیے۔ پالی مارواڑ جاتے جو آخر عمر تک ہمیشہ معمول رہا۔ دوسرے اجمیر شریف یا جہاں بھی ہوں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے عرس شریف میں برابر حاضری دیتے میرے علم میں نہیں کہ کسی عرس سے آپ نے غیر حاضری کی ہو۔ ایک زمانہ میں عرس شریف سخت بارشوں میں آئے لوگوں نے رائے دی کہ وقت کو ٹالا جائے آپ نے سختی سے مخالفت کی۔ چنانچہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب سجادہ نشین اور حضرت مفتی اعظم نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا ان دو چھٹیوں کے علاوہ کبھی چھٹی نہ کرتے سوائے ان تعطیلات کے جو مسلمانوں میں یاد رہا اس وجہ سے معمول تھیں۔

میں نے سب سے اہم کتاب "میزان و منہب" حضرت سے پڑھی اس کے بعد شرح مائے عامل، کافیہ شرح جامی، قطبی، میر قطبی، ملا حسن، میرزا بہار ملا جلال، رسالہ قاضی مبارک چند اسباق شمس باز نہ اور امور عامہ کے۔ اس کے بعد میں مصر چلا گیا۔ وہاں ہی کے بعد دونوں ضلع علی گڑھ مدرسہ حافظیہ سعید یہ میں تفسیر بیضاوی تا آخر سورہ بقرہ۔ تشریح الافلاک شرح چھمینی، صدر ابن بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف، شرح معانی لا تار امام ابو جعفر طحاوی دونوں جلدیں مکمل۔ میراث میں سراجی بھی اجمیر شریف میں پڑھی۔ اس (یعنی صرف سراجی کے) سبق میں حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز، مولانا سردار احمد صاحب اور ان کے بقیہ ساتھی سب ہی شریک تھے۔



نیز حضرت والد صاحب قبلہ سے ان کا تصنیف کیا ہوا اسلامی قاعدہ بھی ابتداء میں پڑھا اور پھر اردو کی دوسری کتاب پڑھی۔ فارسی میں میں نے والد صاحب قبلہ سے گلستاں باب ششم پہلے پھر گلستاں باب سوم بعد میں پڑھے۔ غرض کہ حضرت والد صاحب کے تلامذہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے مجھ سے زیادہ کتابیں حضرت سے پڑھی ہوں۔

ان کتابوں میں ہر کتاب اپنے اپنے مقام پر اہم ہے۔ لیکن لوگ شاید کسی بڑی کتاب کو اہم تصور کرتے ہوں یہ تصور میرے نزدیک صحیح نہیں۔ تمام کتابوں میں سب سے اہم اور مشکل قاعدہ بغدادی ہے۔ جس کے پڑھنے کے لیے وقت و دقت محنت اور جانے کیا کیا پڑھنے پڑتے ہیں۔ اور سب سے بڑا استاذ شاید یہی پہلا استاذ ہو جس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اسی لیے کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا من علمنی حرفا فقد صرت له عبدا۔ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا میں اس کا غلام اور خادم ہو گیا۔ اب بتائیں کہ ”میزان“ و ”منشعب“ سے زیادہ کوئی کتاب علوم عربیہ میں اہم ہے۔ اسی طرح شرح مائتہ کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے۔ خاص کر ہندو پاکستان کے متعلقین کے لیے، ایک زمانہ میں اس کتاب کو ندوے والوں نے اپنے نظام تعلیم سے خارج کر دیا تھا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ کوئی طالب علم صحیح عبارت خوانی اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ یہ کتاب نہ پڑھ لے لہذا دوبارہ اسے داخل نصاب کیا گیا۔

والد صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے بالترتیب یہ لڑکے تھے۔ مولانا حکیم شمس الہدیٰ مرحوم مولانا محمد یحییٰ مرحوم عبدالمصطفیٰ الازہری غفرلہ (راقم الحروف) مولانا عطاء المصطفیٰ مرحوم ہم چاروں بھائی ایک والدہ سے تھے جن کا نام کریمہ تھا۔ یوں تو سب بھائیوں سے محبت کرتے تھے لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں بہت منہ لگا اور بے تکلف تھا اگر دونوں بزرگ بھائیوں کو کوئی بات والد صاحب سے منوانی ہوتی تو مجھ کو فرمایا کرتے تھے۔ بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ حضرت والد صاحب قبلہ سے بہت ڈرا کرتے تھے۔ بڑا ادب کرتے تھے۔ کوئی بات کتنی ہی ضروری ہو پیش کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ باوجود شدت مرض کے اور منہ سے خون آنے کے والد صاحب قبلہ کے سامنے جبکہ تقریباً 40 سال کی عمر ہو چکی تھی پان تک نہ کھاتے تھے حالانکہ وہ پان کے عادی تھے۔ بیماری کے دوران حضرت والد صاحب قبلہ خود ان کو اپنے ہاتھ سے پان کھلایا کرتے تھے جو محبت پوری ان سے تھی۔ اس کا مظاہرہ آخری وقت ہوا۔ لیکن میں سب کی فریادیں اور فرمائشیں حضرت



قبلہ تک پہنچایا کرتا تھا اور اکثر باتیں اگر لائق قبول ہوتیں تو مان لی جاتی تھیں۔ اسباق مجھے خصوصی طور پر پڑھاتے اور سچ تو یہ ہے کہ ہم سب کی والدہ نہیں تھیں۔ ہمارے بہت ہی بچپن میں انہوں نے وفات پائی۔ والد صاحب قبلہ نے باپ اور ماں دونوں کا کردار ادا کیا حالانکہ یہ بہت شاق کام ہے۔ سوتیلی والدہ سے ہم لوگوں کی کوئی غرض کبھی وابستہ نہیں رکھی۔ لباس، خوراک، عید، بقرہ عید، پھل، میوے، مٹھائی، شیرینی، علاج، معالجہ ہر چیز کی خود ہی نگرانی فرماتے تھے۔ مجھے اپنے مصرف سے مصرف تعلیم کے لیے بھیجا اور تقریباً سارے مصارف برداشت کیے جب میں واپس آیا اور میں نے بمبئی سے اطلاع دی کہ فلاں گاڑی سے وطن جا رہا ہوں تو آگرہ کے اسٹیشن پر آ کر ملاقات کی اور سامان اتروایا اور ٹوٹلہ لاکر دوسری گاڑی میں سوار کیا اور فرمایا کہ مجھے مدرسہ کا ایک ضروری کام ہے اس لیے ساتھ نہیں جاؤں گا ایک ہفتہ بعد گھر آؤں گا۔ اور پھر گھر آ کر عظیم ترین جلسہ تہنیت و میلاد شریف کا اہتمام فرمایا جس میں مبارک پور کے اکثر اساتذہ اور طلبہ بالخصوص حضرت حافظ عبد العزیز علیہ الرحمۃ شریک ہوئے۔ اگر میں کسی وجہ سے کھانا نہ کھاتا تو اس کی اطلاع فوراً والد صاحب کو دی جاتی اور وہ اپنے سامنے بلا کر پوری شفقت اور مہربانی سے مجھے کھانا کھلواتے ایک باپ ایک استاذ اور ایک مربی کی حیثیت سے جہاں تک میں سمجھتا ہوں میرے ساتھ سب سے زیادہ شفقت فرماتے تھے۔

اہم واقعات تدریس و تبلیغ میں نے پہلے مضمون میں تحریر کر دیئے ہیں۔ میرے رفقاء درس کے دو دور ہیں پہلے دور میں اجیر شریف اور ہریلی شریف اور دوسرے دور میں مصر سے واپسی کے بعد دادوں ضلع علی گڑھ کے رفقاء ہیں۔ فریق اول میں خاص ساتھی مولانا ابوالوفا شلا مظفر پوری، مولانا غلام حسین صاحب مظفر پوری، مولانا سید محمد علی، اجیری، جناب سید حسین علی صاحب اجیری کے صاحبزادے تھے۔ اور اکثر اسباق میں شریک تھے جو اجیر شریف میں پڑھے گئے۔ سید اقبال صاحب اجیری، مولانا خیرات الحسن صاحب اجیری، مولانا یونس صاحب اجیری۔ یہ لوگ خدام خواجہ میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت والد صاحب کی برکت سے سے اکثر علوم درس نظامی حاصل کیے ورنہ اکثر خدام حضرات ایک دو کتابیں یاد رہے پڑھنے کے بعد علم سے دور چلے جاتے تھے۔

حضرت کے شب و روز میں نے ابتداء میں ذکر کیے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ حضرت



کی آنکھوں میں بینائی پوری تھی، کمی کی کوئی شکایت نہ تھی۔ اس کے بعد آ خر عمر میں بینائی کافی کمزور ہو گئی تھی پڑھنا لکھنا دشوار تھا۔ مگر اتنی تھی کہ باسانی بغیر کسی کی مدد کے چل پھر لیتے تھے۔ اس زمانہ میں حضرت قبلہ نے سورۃ یس شریف، سورہ ملک، سورہ منزل اور بہت سی سورتیں جو مجھے ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں زبانی یاد کر لی تھیں۔ اور تقریباً روزانہ صبح اور رات کو ان کی تلاوت فرمایا کرتے تھے جہاں تک میں جانتا ہوں رمضان مبارک میں تو ضرور تہجد پڑھتے۔ بعد رمضان مجھے صحیح یاد نہیں کہ باقاعدہ تہجد پڑھتے تھے یا نہیں لیکن فرائض اور سنن پر ہمیشہ مواظبت فرماتے۔ اور جس زمانہ میں کریم الدین پور گھوسی رہا کرتے تھے تو روزانہ بعد عصر ہمیشہ اپنے بڑے بھائی حکیم احمد علی صاحب کے یہاں جاتے اور وہ روزانہ بعد مغرب ہمارے یہاں آتے حکیم صاحب کا گھر موضع دیہہ کلاں (بڑا گاؤں) میں تھا اور وہیں قادری منزل بھی تھی اور بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ کی دوکان کے سامنے کبھی کبھی ٹھہر جاتے یا کرسی پر بیٹھ جاتے سیر و تفریح سے بہت انس تھا۔ اور دوستوں کے ساتھ بہت بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ خاص کر حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب کے ماموں عبد اللطیف دلال جن کو والد صاحب ہمیشہ سیٹھوا کہا کرتے تھے عید بقرعید یا تفریح کے موقع پر وہ اور رحمت الہی عرف تلا ہی محمد ظاہر اور محمد عمر عرف کرو جو والد صاحب کے بچپن کے دوست تھے اور اکثر اہل محلہ ساتھ ساتھ دیہاتوں میں جایا کرتے تھے پرانے دوستوں سے ملاقات ہمیشہ قائم رکھتے تھے۔ جب بھی گھوسی آتے تو محلہ بیسواڑہ میں عبدالحئی خاں صاحب سے ضرور ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح فتح پور ہسواہ جا کر وہاں بزرگ عالم سنی سے ملتے۔ وہاں ایک اشرف علی کا بھی مرید تھا بڑا مکار اس سے یا کسی بد مذہب سے کبھی بھی ملاقات نہ کرتے۔

میری شادی اور نکاح کا معاملہ اچانک ماموں صاحب کی لڑکی سے طے ہو گیا۔ والد صاحب کا خیال تھا کہ صرف نکاح کیا جائے اور شادی وغیرہ بعد میں اطمینان سے ہو۔ لیکن ماموں منشی حبیب اللہ صاحب نے کہا کہ ہمارے یہاں رسوا ضلع بلیا میں یہ طریقہ نہیں ہم لوگ نکاح رخصتی وغیرہ سب ایک ہی وقت کرتے ہیں۔ والد صاحب قبلہ نے یہ سن کر فوراً نکاح اور شادی کے لوازمات کی تیاری کا کام بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ مرحوم مغفور کے ذمہ لگا دیا اور معظم نے سارا کام بحسن و خوبی انجام دیا۔ حضرت والد صاحب قبلہ نے فرمایا کہ عبدالمصطفیٰ کی شادی کے موقع پر تولا پکے گایہ طریق کاراب تو بالکل ختم ہو گیا۔ اس زمانہ میں بھی قریب قریب معدوم ہو چکا تھا اس کا

طریقہ یہ تھا کہ مٹی کا ایک خاص قسم کا دیگ نما برتن ہوتا تھا جس میں ہر برتن میں 5 سیر گوشت نمک مرچ ہلدی مصالحہ پیاز لہسن تیل غرض تمام چیزیں بیک وقت ڈال کر اویلے کی آنچ پر پکایا جاتا تھا اور برتن کا منہ آٹے سے جام کر دیتے تھے۔ یہ انتہائی لذیذ گوشت تیار ہوتا تھا۔ اور اس کا سلسلہ یہ ہوتا کہ صبح 6 یا 7 بجے پہلا برتن چڑھتا اور اس کے بعد دوسرا تیسرا چھوٹے چھوٹے گڈھے کھود کر چولہا بنتا اور یوں تیس چالیس تو لے چڑھتے یا جتنے لوگوں کی دعوت ہوتی۔ میری شادی میں تمام اعزہ واقربا تو گھر بھر کے اور بستی میں ہر گھر سے ایک فرد اور اردگرد کے محلوں سے بہت سے افراد مدعو تھے۔ 12 بجے کے قریب سے کھانا شروع کیا گیا اور یہ سلسلہ تقریباً 4-3 بجے ختم ہوا۔ اس کے بعد پھر کسی دعوت میں اس طریقہ کا کھانا کھانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بلکہ یہ برتن اس زمانہ میں بھی بڑی مشکل سے دستیاب ہوئے تھے۔ اور اب تو شاید لوگوں کو اس کا نام بھی معلوم نہ ہو۔ اور نہ ہی اسے پکانے کا کسی کو ڈھنگ آتا ہو۔ یہ خصوصیت والد صاحب قبلہ کی انتہائی محبت اور شفقت پر دلالت کرتی ہے۔ اور بھائیوں کی شادی میں بھی بہت اہتمام کیا گیا۔ برادر مرعوف المصطفیٰ مرحوم اس کے بعد برادر رضاء المصطفیٰ کی شادی کے موقع پر بھی خاص اہتمام تھا لیکن اب کھانے کا حساب کتاب باورچیوں اور نانباہیوں کے سپرد تھا۔ وہ پرانا طریقہ کہ محلہ کے بزرگ اور نوجوان تمام کام خود کرتے پکاتے کھلاتے پلاتے۔ اب وہ باتیں کہاں رہ گئی ہیں۔

والد صاحب قبلہ نے ہم چار بھائیوں کے حساب سے قادری منزل کی تعمیر کی تھی۔ اور اس کا سلسلہ ایسا رکھا تھا کہ بوقت ضرورت چاروں اپنے آپ کو الگ کر سکیں۔ دیواروں میں جگہ رکھی گئی تھی جو پلاستر میں دبا دی گئی لیکن ہم سب لوگوں کو معلوم تھی۔ اس کے بعد قضائے الہی سے دونوں بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی والد صاحب کی موجودگی ہی میں فوت ہو گئے برادر مولانا یحییٰ مرحوم کا انتقال ہوا تو میں اس وقت بریلی میں تھا۔ والد صاحب نے لکھا کہ میں فلاں روز آگرہ ہوتا ہوا گیا رہیں شریف کے موقع پر پالی جاؤں گا میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں اس لیے تم مجھے راستہ میں مل لو اور میرے ساتھ ساتھ پالی چلو۔ چنانچہ میں بریلی سے اجمیرہ اسٹیشن پہنچ گیا وہاں پر دونوں گاڑیوں کا ہیل ہوتا تھا چنانچہ تھوڑی تلاش کے بعد والد صاحب قبلہ سے ملاقات ہو گئی۔ دونوں آبدیہ ہو گئے۔ بعد میں تذکرہ فرمانے لگے کہ میں آگرہ میں آیا تو ایک قلی نے کہا کہ بڑے میاں میں آپ کا سامان اٹھاؤں تو میرے دل پر چوٹ پڑی۔ اس سے قبل کسی نے بھی کبھی مجھے بڑے



میاں نہیں کہا تھا۔ میں نے کہا ہاں بھائی اب میں بڑے میاں کہلانے کا مستحق ہو گیا ہوں اس لیے کہ میرے بچے کے انتقال نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ اس کے بعد جب بڑے بھائی حکیم شمس الہدیٰ کا انتقال ہوا تو آپ کی کمر بالکل جھک گئی تھی۔ صدے کا اظہار تو نہ کیا لیکن کمزوری اور کمر کے خم نے حالت کا پتہ سب کو بتا دیا۔ پھر آخر میں برادر مولا ناعطاء المصطفیٰ مرحوم کے انتقال کے تیسرے ہی دن انتہائی صدمہ سے آنکھ کی بینائی میں کمی آ گئی۔ وہ جو کہا جاتا ہے کہ اولاد آنکھ کا نور ہوتی ہے ان کے انتقال سے اس کا ظہور ہو گیا اور باوجود آپریشن اور علاج و معالجہ کے پھر بینائی حسب سابق واپس نہ آ سکی۔ غرض جب تینوں بھائیوں کا انتقال ہو گیا تو اب سفر حج سے قبل والد صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھ سے پوچھا کہ بتاؤ مکان کس طرح تقسیم کیے جائیں چونکہ برادر مولا ناعطاء المصطفیٰ سلمہ یہ چار بھائی ایک ہی والدہ صاحبہ سے تھے جو ابھی تک زندہ ہیں۔ میں نے کہا قادری منزل ان بھائیوں کو دے دیں۔ اور قاری رضاء المصطفیٰ اور مجھے پرانا مکان دے دیں اور بھتیجیوں مولا ناعطاء المصطفیٰ سلمہ اور قاری ساجد علی سلمہ کو بھی کچھ نہ کچھ دے دیں تاکہ یہ سر چھپا سکیں۔ چنانچہ والد صاحب قبلہ نے تقریباً اسی کے مطابق کچھ ترمیم و ترمیم کے ساتھ اپنا وصیت نامہ مرتب فرمایا تھا۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ علم کے دریا اور فقہ کے سمندر تھے۔ حدیث پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آپ کو پورا عبور تھا۔ بد مذہبوں کے تمام اشکال اور اعتراض کے مسکت و مدلل و مختصر جواب دینا آپ کی شان تھی۔ کبھی بھی طلبہ کے اعتراض پر برہم نہ ہوتے۔ ہر اعتراض کا جواب دیتے اور طلبہ کو اطمینان ہو جاتا۔ آج جب ان کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو دل لرز جاتا ہے۔^(۱)

(۱) عبدالمصطفیٰ الازہری علامہ ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ۳۱/۳۵۴



محدث کبیر مولانا علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی مدظلہ

محدث کبیر مولانا علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی قصبہ گھوسی میں 2 شوال 1354ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ اور والدہ محترمہ سے حاصل کی۔ قرآن حکیم بڑے چچا حکیم احمد علی سے ختم کیا۔ اردو کی دوسری کتاب سے فارسی اور میزان و منشعب تک اپنے والد مکرم حضرت صدر الشریعہ سے پڑھی۔ نحو میر و پنج گنج علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ سے پھر ہدایۃ النحو تک مولانا غلام آسی صاحب سے پڑھی اس کے بعد 1369ھ/ 1949ء میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور تشریف لے گئے اور متوسطات سے متمنی درجات تک کی تعلیم وہیں مکمل کی۔ حافظ ملت علامہ عبدالعزیز اور علامہ حافظ عبدالرؤف علیہما الرحمۃ سے معقولات و منقولات کی اہم کتابیں پڑھیں اور فروری 1957ء میں سند فضیلت حاصل کی۔ پھر وہیں تحقیقی نصاب دو سال میں مکمل کیا، بعدہ تدریس کی طرف متوجہ ہوئے۔ مئی 1959ء میں دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی میں صدر المدرسین کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ جون 1961ء تک آپ نے تدریسی خدمات انجام دے کر مدرسہ کے تعلیمی معیار کو بلند کیا۔ بعد ازاں مدرسہ فتحیہ فرفرہ، ضلع ہنگلی اور مدرسہ ضیاء الاسلام نکیہ پاڑہ، حوڑہ بنگال میں 1972ء تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب کے انتقال کے بعد مبارک پور میں جب ایک باصلاحیت مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی تو حافظ ملت نے آپ کو مبارک پور آنے کا حکم دیا۔ شوال 1369ھ/ نومبر 1972ء میں حافظ ملت نے دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں آپ کی تقرری کی۔ معقولات و منقولات میں عبور حاصل ہونے کی وجہ سے اشرفیہ کے کامیاب مدرس رہے۔ اور چند سال کے بعد شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے اور آج تک انتہائی جامعیت کے ساتھ حدیث، فقہ، مناظرہ، فلسفہ اور دیگر علوم و فنون کی تدریس میں مصروف ہیں۔ ہندو بیرون ہند کے طول و عرض میں ہزاروں علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ ایک کامیاب مناظر بھی ہیں۔ 1978ء میں غیر مقلدوں سے آپ نے بہت ہی کامیاب مناظرہ کیا جس کی روداد 1399ھ میں ”صارم الحق القائل علی القلب جازم الباطل“ کے نام سے شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکی ہے۔ یہ روداد آپ کی علمی و فنی مہارت پر شاہد عادل ہے۔ اس کے علاوہ بدایوں میں مولوی خلیل احمد بجنوری ثم بدایونی سے حفظ الایمان کی مشہور کفریہ عبارت پر مناظرہ کیا۔ اور اسے لا جواب کیا۔



کلیا چک مالده میں آپ نے دیوبندیوں و ہابیوں سے حاضر و ناظر کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ ڈربن ساؤتھ افریقہ میں طاہر القادری سے کامیاب مناظرہ کیا اور اسے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ آپ ایک کامیاب خطیب بھی ہیں ہند اور بیرون ہند کی اہم کانفرنسوں میں مدعو کئے جاتے ہیں۔ علماء بھی آپ کی علمی تقریر کے مداح ہیں۔ آپ ایک ماہر مفتی بھی ہیں، مجلس شرعی مبارک پور کے صدر ہیں۔ فن حدیث آپ کا خاص فن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے آپ کو ”محدث کبیر“ کا خطاب دیا ہے۔ علم حدیث میں ترمذی شریف کی اردو شرح کا کام آپ نے شروع کیا ہے مصروفیات کے باعث زیادہ کام نہیں ہو سکا ہے لیکن جتنا ہوا ہے وہ بہت وقیع ہے۔ ادارہ جامعہ امجدیہ رضویہ اور کلیۃ البنات الامجدیہ کے بانی اور سرپرست ہیں۔ دینی کاموں میں ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کا سایہ شفقت تادیر قائم رکھے۔ آمین۔⁽¹⁾

استاذ القراء مولانا حافظ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ

ولادت گھوسی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حافظ ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہیں سے سند فراغت حاصل کر کے پاکستان تشریف لائے۔ ملک و ملت کے لیے آپ کی خدمات لائق تقلید ہیں۔ آپ عالمی تبلیغی تنظیم ورلڈ اسلامک مشن کے نائب صدر دارالعلوم نوریہ رضویہ کراچی کے مہتمم اور کراچی کی عظیم الشان نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کے خطیب ہیں۔ مدنی قاعدہ دوازده سورہ اور مجموعہ اوراد و وظائف آپ کی تالیفات ہیں۔

آپ کی سرپرستی میں مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی نے اشاعتی میدان میں اہل سنت کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ فتاویٰ امجدیہ کی چاروں جلدیں اور بہار شریعت حصہ 18 تا 20 پاکستان میں آپ ہی کے اہتمام سے شائع ہوئی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت کو عمر خضر بصحت و عافیت عطا فرمائے۔

(1) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا سوانح صدر الشریعہ، ص 129-126، بتصرف

عالمِ باعمل مولانا علامہ بہاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ

ولادت 1363ھ/1943ء میں قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی۔ رسم بسم اللہ خوانی والد محترم حضرت صدر الشریعہ نے ادا کرائی۔ قرآن ناظرہ والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ بعد ازاں درس نظامی کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لے گئے۔ برادر اکبر مولانا علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی سے مشکوٰۃ اور ہدایہ وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی وغیرہم سے درس نظامی کی منتہی کتب پڑھنے کے بعد 1964ء میں سند فراغت حاصل کی۔ الہ آباد سے مولوی عالم اور فاضل دینیات کے امتحانات پاس کیے۔ تدریس کا آغاز جامعہ اشرفیہ سے ہی کیا۔ فروری 1968ء میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف تشریف لائے۔ یہاں چار سال پڑھانے کے بعد حضرت مولانا ریحان رضا خان علیہ الرحمۃ کے ایما پر 1972ء میں دارالعلوم مظہر اسلام میں منتقل ہو گئے اور تام تحریر اسی مرکز اہل سنت میں فیض لٹار ہے ہیں۔

جید اور تبحر عالم دین ہونے کے باوجود نہایت سادہ اور منکسر المزاج ہیں۔ تصنع اور تکبر سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ دور طالب علمی میں بھی آپ کی یہ صفات نمایاں رہیں۔ بیعت اور اجازت و خلافت کا شرف حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے۔ (۱)



(۱) ماخوذ از "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" باختصار



وصال پر ملال

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

سفرِ حرمین یا سفرِ آخرت

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ 1337ھ/1919ء میں عین جوانی کے عالم میں پہلی مرتبہ حج و زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ حالانکہ ہمارے یہاں پاک و ہند میں عام رواج یہ ہے کہ جب ایک شخص اپنے تمام بچوں کی شادیاں کر لیتا ہے اور سب کے رہنے کے لیے مکان بنوا لیتا ہے پھر حج کرتا ہے۔ لیکن حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے عین جوانی کے عالم میں حج کیا۔ خود فرمایا کہ میں حج و زیارت کے لیے شب و روز بے تاب رہتا جب حج کے لیے قافلہ نکلتا تو میں دل مسوس کر رہ جاتا۔ میرے پاس اتنا سرمایہ جمع نہیں ہو پاتا کہ میں حج و زیارت کر سکوں مگر کچھ نہ کچھ اس کے لیے پس انداز کرتا رہا ابھی پوری رقم جمع نہ ہو پائی تھی کہ بیتابی برداشت کی منزلوں سے آگے بڑھ گئی۔ اس زمانے میں حج کے سفر میں کم از کم تین مہینے ضرور صرف ہوتے تھے عموماً چار مہینے لگ جاتے تھے چار ماہ کے لیے بچوں کے لیے نان و نفقہ کے واسطے گھر چھوڑنا پھر حج کے اخراجات کے لیے رقم ہونا بڑا مشکل نظر آ رہا تھا۔ لیکن جب بے تابی بہت زیادہ بڑھ گئی تو میں نے کچھ قرض لیے اور حج کے لیے گیا آپ کو دھوم دھام سے بچوں کی شادی کے لیے قرض لینے والوں کی فہرست بہت لمبی ملے گی مگر حج کے لیے قرض لینے والوں کی سوائے حضرت صدر الشریعہ کے شاید ہی کوئی مثال ہو۔

1367ھ/1948ء میں حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے حج کا قصد فرمایا یہ اطلاع جب حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کو ملی تو آپ نے بھی عزم مصمم کر لیا کہ میں بھی دوسری مرتبہ حاضری دوں حالانکہ ان دنوں بصارت بہت کمزور ہو چکی تھی اتنی کہ خطوط اور فتاویٰ بھی املاء کروایا کرتے تھے۔ مگر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو آگ سینے میں لگا رکھی تھی اس نے اس عذر کی بھی پرواہ نہ کرنے دی اور بے خطر حج و زیارت کے لیے درخواست دے دی۔

پروگرام یہ طے ہوا کہ دولت کدے سے پہلے بریلی شریف حاضری دیں اور پھر وہاں سے



حضرت مفتی اعظم ہند کے ہمراہ بمبئی جائیں۔

سوز و گدازِ عشق

اس سفر میں حضرت صدر الشریعہ پر ایک عجیب و آرائشی کی کیفیت طاری تھی۔ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں۔

26 شوال 1367ھ کو گھوسی سے روانگی طے ہوئی۔ 25 شوال کی شام کو جب بعد عشاء حضرت چارپائی پر لیٹ گئے تو میں نے اور حافظ ملت نے پاؤں دبانا شروع کر دیئے۔ اسی اثناء میں حضرت صدر الشریعہ کی زبان پر یہ شعر جاری ہوا۔

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں

اسی میں عمر الہی تمام ہو جائے

حافظ ملت نے عرض کیا کہ اب بھی جب قافلہ مدینے کی طرف چلتا ہے تو زائرین بڑے ذوق و شوق سے اس شعر کو پڑھا کرتے ہیں..... فرمایا پڑھتے ہوں گے۔ مولوی سبحان اللہ کو بلاؤ۔ مولوی سبحان اللہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ حضرت جامی کی وہ نظم پڑھو۔

احن شوقا الی دیار لقیۃ فیہا جمال سلمی

خاص بات یہ ہے کہ مولانا سبحان اللہ کی آواز کوئی اچھی نہ تھی۔ بس وہ اپنی ایک خاص لے میں پڑھتے تھے۔ نظم کے چند اشعار یہ ہیں۔

احن شوقا الی دیار لقیۃ فیہا جمال سلمی
کہ می رساند ازاں نواحی قیام و صلت بجا نیما
ترجمہ: ان دیار کے شوق میں رو رہا ہوں جن میں میں نے محبوب کا جمال دیکھا تھا کہ اس کی طرف سے وصل کا پیغام ہماری جانب پہنچ رہا ہے۔

حریم کوئی تو کعبہ دل جمال روئے تو قبلہ جان
فان سجدنا الیک نسجد وان سعنا الیک نسفی
ترجمہ: تیری گلی دل کا قبلہ ہے اور تیرا جمال جان کا قبلہ..... اگر ہم سجدہ کرتے ہیں تو تیری طرف سجدہ کرتے ہیں اور سعی کرتے ہیں تو تیری طرف سعی کرتے ہیں۔

بناز گفتی فلان کجانی چہ بود حالت دریں جدانی



مرضت شوقاً و مت هجراً فكيف اشكو اليك شكوى
ترجمہ: تو نے ناز سے پوچھا اے فلاں تو کہاں تھا..... جدائی میں تیری حالت کیسی تھی (میں
نے عرض کیا) شوق میں بیمار ہوا ہجر میں مر گیا تمہاری شکایت کیا کروں۔

جب مولانا سبحان اللہ نے اخیر کا شعر پڑھا تو حضرت صدر الشریعہ ماہی بے آب کی طرح
تڑپنے لگے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے بار بار اسی شعر کی تکرار کرتے رہے اور تڑپتے
رہے۔

ہم نے کسی سوختہ جگر عاشق کو تڑپتے ہوئے کبھی نہ دیکھا تھا مگر اس رات محبوب خدا صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک دیوانے کو تڑپتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا۔ حافظ ملت اور میں خود دم بخود
بہت دیر تک یہی کیفیت رہی۔ حافظ ملت نے جب دیکھا کہ حضرت صدر الشریعہ کا حال غیر ہوتا جا
رہا ہے تو مولانا سبحان اللہ کو حکم دیا کہ دوسری نظم شروع کرو۔ انہوں نے اسی پر عمل کیا آج اچھی
طرح یاد نہیں وہ نظم کون سی تھی بہر حال اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کچھ دیر بعد حضرت کو افاقہ ہو گیا۔^(۱)

یہی لکھتے ہیں۔ ”صبح کو وداع کہنے والوں کے جم غفیر کے ساتھ حضرت اسٹیشن روانہ ہوئے
اور نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوتے ہی حضرت پر خود فراموشی
کا عالم طاری ہو گیا۔ قدم لڑکھڑانے لگے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں نے جب یہ حال
دیکھا تو حضرت کا بازو پکڑ لیا۔ دوسری طرف مولانا سبحان اللہ نے بازو تھام لیا۔ اس عالم کیف و
مستی میں اسٹیشن روانہ ہوئے۔ ابتداء حضرت کی فرمائش کے مطابق اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مشہور
نعت پڑھی گئی۔

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے

جس پر ثار جان فلاح و ظفر کی ہے

کچھ دیر کے بعد حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب کی وداعی نظم پڑھی جانے لگی جس کے
مطلع کا صرف ایک ہی مصرع یاد ہے۔

چلا بیت الحرم کو قافلہ صدر شریعت کا

جب یہ نظم شروع کی گئی تو حضرت کا جو حال تھا وہ تھا ہی پورا مجمع کیف و مستی میں دیوانہ ہو رہا
تھا۔

(۱) شریف الحق امجدی، مفتی اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ۶۵، بتصرف



استغراق کا یہ عالم تھا کہ حضرت کے بچپن کے ساتھی جناب عبدالحی خان صاحب رضوی راستے میں آ کر ملے مگر حضرت نے کوئی توجہ ان کی طرف نہیں کی۔ ہمیشہ کی عادت یہ تھی کہ جب کبھی خان صاحب موصوف ملتے تو خوشی سے حضرت کی باتیں کھل جاتیں اور بے تکلفی کی باتیں شروع ہو جاتیں لیکن اس وقت فانی فی الرسول باقی بالرسول استغراق کی ان گہرائیوں میں تھا کہ دوست و احباب تو کیا چیز ہیں شاید اپنی بھی خبر نہ رہی ہو۔

اسٹیشن پہنچے تو گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی ایک گھنٹے درخت کے نیچے فرش بچھا دیا گیا۔ حضرت نے سب الوداع کہنے والوں کو بٹھایا اور وداعی تقریر فرمائی آج نہ وہ مضمون یاد ہے نہ وہ الفاظ لیکن ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ہم سب کو ہمیشہ کے لیے الوداع فرما رہے ہیں پھر بیٹھ گئے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر استغراقی حال طاری ہو گیا..... اتنا کہ سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا فداء المصطفیٰ اس وقت بہت چھوٹے بچے تھے ان پر والدین کی عارضی جدائی کے احساس سے بہت پڑ مردگی طاری تھی۔ میں نے ان کو لا کر حضرت کے سامنے پیش کیا۔ عرض کیا حضور یہ فداء المصطفیٰ ہیں۔ ایک بار کی گزارش پر کوئی توجہ نہیں کی دوبارہ کچھ بلند آواز سے عرض کیا تو آنکھیں کھولیں۔ ان پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا سب کو خدا کے سپرد کیا۔ (1)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ مؤشاہ گنج اسٹیشن سے ہوتے ہوئے شہر مرشدی علی پہنچ گئے۔ راستے میں شدید بارش ہوئی۔ جس کی وجہ سے حضرت صدر الشریعہ کو شدید بخار ہو گیا۔ بخار کی حالت میں ہی آپ نے اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر آخری حاضری دی۔ بخار کی شدت اتنی تھی کہ کبھی کبھی بے ہوشی کا سا عالم ہو جاتا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی علم دین کی ترویج و اشاعت کی خدمت بدستور انجام دیتے رہے۔ آخری وقت تک ذہن اور حواس سلامت رہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انہی ایام میں حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چند مسائل کا استفتاء ہوا۔ مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ ابھی جواب مستحضر نہیں ہے اور سفر حج کی تیاری کی وجہ سے کتاب دیکھنے کی فرصت بھی نہیں۔ یہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کے سامنے پیش کرو۔ وہ مسائل حضرت صدر الشریعہ کو سنائے گئے آپ نے اسی شدت مرض کے عالم میں بستر پر لیٹے لیٹے تمام سوالات حل فرمادئے۔ (2)

(1) ایضاً ص 66-67

(2) آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ ص 39



بخار کی شدت کے پیش نظر ساتھیوں نے سفر ملتوی کرنے کا مشورہ دیا مگر آپ نے یہ کہہ کر
”اگر عمر کا پیمانہ لبریز ہو ہی چکا ہے تو اس سے بڑھ کر کون سی فیروز مند موت ہو سکتی ہے کہ راہ حبیب
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اپنی جان دے دوں سفر جاری رکھا۔“ (1)

بریلی سے حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی معیت میں بمبئی روانہ ہوئے۔ بمبئی پہنچتے پہنچتے
بخار شدید نمونیا کی صورت اختیار کر گیا۔ بمبئی اسٹیشن سے اُپ کو قیام گاہ لایا گیا اور علاج شروع
ہوا۔ لیکن کئی دن کے علاج کے باوجود افاقہ نہ ہوا۔ اس سے آگے کے حالات اب رئیس التحریر
حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

صدر الشریعہ کے آخری لمحات

میں اپنے اس افتخار کے لیے اپنے مقدر پر ناز کرتا ہوں کہ مرشد برحق حضرت صدر الشریعہ
علیہ الرحمۃ والرضوان کے آخری لمحات کا نہ صرف عینی شاہد اور خادم ہوں بلکہ حضرت کا جنازہ مبارک
بمبئی سے گھوسی تک پہنچانے کا اعزاز بھی تنہا مجھی کو حاصل ہے۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ 1948ء میں جب ہمارا قیام ناگپور میں مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم
کے صدر مدرس کی حیثیت سے تھا اچانک ایک دن بمبئی سے حضرت صدر الشریعہ کا ٹیلی گرام
موصول ہوا کہ تم فوراً بمبئی پہنچو۔

ناگپور سے بمبئی کا سفر صرف بارہ گھنٹے کا تھا۔ اسی دن بمبئی کے لیے روانہ ہو گیا۔ دوسرے
دن صبح کے وقت جب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دھوراجی کے عبدالکریم رحمت والے میمن کے
یہاں قیام ہے جو حضرت کے مرید خاص تھے۔ جب ان کے گھر پہنچا تو دیکھا حضرت بستر علالت
پر ہیں اور غشی کی کیفیت طاری ہے۔ حضرت کی اہلیہ محترمہ جو میری سگی بہن تھیں وہ بھی حضرت کے
ساتھ ہی تھیں۔

تفصیل دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند اور حضرت صدر
الشریعہ دونوں حضرات بریلی شریف میں اپنی اپنی اہلیہ کے ساتھ حج و زیارت کی نیت سے روانہ
ہوئے۔ راستے میں سخت بارش ہوئی اور حضرت صدر الشریعہ کو ٹھنڈک لگ گئی جس کی وجہ سے بخار آ
گیا۔ اور بمبئی پہنچتے پہنچتے حضرت پر نمونیا کا حملہ ہو گیا۔

(1) محمد عالم بخاری، حیات مصنف، بہار شریعت، ج 1، ص 5



بڑی مشکل سے انہیں بمبئی اسٹیشن سے قیام گاہ تک لایا گیا۔ پہنچتے ہی فوراً شہر کے مشہور معالج بلوائے گئے اور ان کا علاج شروع ہو گیا۔ کئی دن کے علاج کے بعد بھی افاقہ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو حضرت کے حکم پر مجھے بمبئی پہنچنے کے لیے ناگپور ٹیلی گرام دلوا یا گیا سخت بخار اور نمونیا کی شدت سے حضرت پر غشی کی کیفیت طاری رہتی تھی لیکن کبھی کبھی ہوش میں آ جاتے تھے۔ اس وقت میں حضرت نے مجھے پہچان لیا اور ارشاد فرمایا اچھا ہوا تم آ گئے۔

مفتی اعظم اور حضرت کا سفر ایک ہی ساتھ بحری جہاز سے طے تھا۔ بمبئی میں مفتی اعظم کا قیام کسی اور جگہ تھا۔ حضرت کی عیادت کے لیے روزانہ تشریف لاتے تھے۔ تاریخ روانگی سے ایک دن قبل بھی ملاقات کے لیے تشریف لائے ان کی آمد پر عقیدت مندوں کا کافی ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ اسی اثناء میں نعت خوانی شروع ہو گئی جیسے ہی پڑھنے والوں نے اعلیٰ حضرت کی نعت کا یہ مصرعہ پڑھا۔

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے

حضرت صدر الشریعہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور فرمایا مجھے تکیہ کے سہارے بٹھا دو۔ جب تک نعت خوانی ہوتی رہی آنکھیں بند کیے ہوئے حضرت اسی طرح بیٹھے رہے۔ دوسرے دن ساڑھے بارہ بجے شب میں جہاز کے کھلنے کا وقت تھا۔ سرشام ہی حضور مفتی اعظم بعد نماز مغرب آخری ملاقات کے لیے تشریف لائے وہ کیفیت تعبیر و بیان کی گرفت میں نہیں آ سکتی جو دم رخصت دونوں پر طاری تھی۔ پر ہم آنکھوں نے کیا کہا لرزتے ہوئے ہونٹ کیا کہنا چاہتے تھے کوئی نہیں سمجھ سکا۔ بس اتنا یاد ہے کہ بھرائی ہوئی آواز میں ایک مریض عشق نے مفتی اعظم کو ان لفظوں میں رخصت کیا۔

”جائے! میں بھی پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔“

بالیس سے جدا ہوتے وقت مفتی اعظم کا اضطراب شاید وہاں پہنچ گیا تھا جہاں سے ایک ہجران نصیب عاشق نے یہ شعر کہا تھا۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روغنے کے جا بیٹھوں

نفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

ہزار قوت ضبط و تحمل کے باوجود مفتی اعظم اپنی آنکھوں کے آبشار پر کوئی بند نہیں باندھ سکے۔

ان کے نورانی چہرے پر آنسوؤں کا تلاطم دیکھ کر سارا مجمع بے قابو ہو گیا۔ بہت سے لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور گھر کے اندر ایک کھرام برپا ہو گیا۔

مفتی اعظم کے رخصت ہوتے وقت ہی حضرت کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی۔ گھر گھراہٹ کے ساتھ سانس کی رفتار تیز ہو گئی۔ فوراً ڈاکٹر بلوائے گئے۔ انہوں نے کئی طرح کے انجکشن دیئے لیکن سانس کی رفتار میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔

اچانک ڈاکٹروں نے ناخنوں اور آنکھ کے اندرونی حصوں کا معائنہ کیا اور انتہائی حسرت و یاس کے ساتھ کہا کہ اب حضرت کا آخری وقت آ گیا ہے جو کچھ جسے کہنا سننا ہو کہہ سنائے۔

آثار و قرآن سے جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت گھڑی دو گھڑی کے مہمان ہیں۔ تو انہوں نے ہمشیرہ مخدومہ کے لیے کمرہ خالی کر دیا۔ جب وہ تشریف لائیں اور حضرت کو اس حال میں دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اس وقت میرے اور ان کے علاوہ وہاں کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔ ان کے رونے کی آواز سن کر حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور اتنا کہہ کر پھر آنکھیں بند کر لیں کہ ”روتی کیوں ہوں میں تمہارے ساتھ گھوسی چلوں گا“۔

اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی تیز رو مسافر چلتے چلتے اچانک رک جائے اور کچھ کہہ کر پھر اپنے سفر پر روانہ ہو جائے۔ جب ہمشیرہ مخدومہ روتے روتے ٹڈ حال ہو گئیں تو گھر کی عورتیں انہیں سہارا دے کر دوسرے کمرے میں لے گئیں۔

اس کے چند منٹ کے بعد سانس کی رفتار مدہم ہو گئی اور دیکھتے دیکھتے دنیائے اسلام کا سب سے بڑا فقیہ، شریعت کا صدر شہیر اور طریقت کا بدر منیر اپنے لاکھوں شیدائیوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس سرائے فانی سے عالم جادوانی کی طرف ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔ عین آدھی رات کو سورج ڈوبا اور صبح ہوتے ہوتے ہر طرف تاریکی پھیل گئی۔^(۱)

لوگوں نے بتایا کہ ایک عاشق صادق کی بیقرار روح کی پرواز کا وقت بالکل وہی تھا جب سفینہ حجاز نے بمبئی کے ساحل سے روانگی کا سائرن بجایا تھا۔

حجاز کی مقدس سرزمین پر حضور مفتی اعظم کا ورود مسعود ایک ہفتہ کے بعد ہوا لیکن ان کا رفیق سفران سے پہلے پہنچ گیا۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

(۱) 2 ذیقعدہ 6 ستمبر بروز دوشنبہ 1367ھ / 1948ء تقریباً ساڑھے بارہ بجے شب۔ اللہ وانا الیہ راجعون



صدر الشریعہ کا جنازہ مبارکہ، بمبئی سے گھوسی تک

اس حادثہ فاجعہ کی خبر بجلی کی طرح بمبئی کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ جو جہاں تھا وہیں سے خبر کی تحقیق کے لیے چل پڑا۔ صبح ہوتے ہوتے ہزاروں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ رات ہی کو حضرت کے متوسلین و معتقدین نے اپنے طور پر طے کر لیا تھا کہ حضرت کو بمبئی ہی میں رکھا جائے اور یہیں ان کا نہایت شاندار مقبرہ بنایا جائے۔ چنانچہ اس کے لیے انہوں نے مناسب جگہ کی تلاش بھی شروع کر دی۔

صبح کو ان لوگوں نے اپنا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہم لوگوں کی اپنی خواہش ہے لیکن حضرت مخدومہ کی رائے معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ ان کی مرضی معلوم کیے بغیر ہم کچھ نہیں کریں گے۔ رات بھر حضرت مخدومہ کو غشی پر غشی آ رہی تھی وہ اس قابل ہی نہیں تھیں کہ ان سے کوئی بات کی جائے صبح کو کچھ طوفان تھا تو حضرت کے جنازہ مبارکہ کے متعلق معتقدین کی خواہش سے میں نے انہیں باخبر کیا۔ یہ سنتے ہی وہ اہل پڑیں اور بڑی مشکل سے یہ کہہ سکیں کہ حضرت کا جنازہ ہم اپنے ساتھ گھوسی لے جائیں گے۔ بچوں نے پوچھا کہ ابامیاں کہاں ہیں تو میں کیا جواب دوں گی۔ ہم ہرگز اجازت نہیں دیں گے کہ حضرت کو یہاں رکھا جائے اتنا کہنے کے بعد پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

مخدومہ آ پا جان کی یہ بات میں نے ان لوگوں تک پہنچادی۔ بڑی مشکل سے وہ لوگ اس بات کیلئے راضی ہوئے۔ جنازہ مبارکہ کو بمبئی سے باہر لے جانے کیلئے پہلے کئی مراحل طے کرنے تھے۔ پہلا مرحلہ تو ڈاکٹروں سے اجازت حاصل کرنی تھی کہ لاش باہر جاسکتی ہے۔ دوسرا مرحلہ کارپوریشن کی اجازت کا تھا اور تیسرا مرحلہ ریلوے سے ریزوریشن کا تھا۔

سب سے پہلے وہ ڈاکٹروں سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے گئے۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ اس شرط پر ہم لاش کو باہر جانے کی اجازت دیں گے کہ پیٹ چاک کر کے اندر کا سارا حصہ ہم نکال دیں گے اور اندر کچھ دوائیں رکھ دیں گے۔

یہ خبر لے کر وہ گھبرائے ہوئے آئے اور مجھ سے کہا کہ مخدومہ سے دریافت کیجئے کہ کیا وہ اس کے لیے رضامند ہیں۔ مخدومہ یہ خبر سنتے ہی رونے لگیں اور کہا کہ میں ہرگز اس کے لیے راضی نہیں ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کے بغیر بھی پردہ غیب سے کوئی صورت ضرور نکلے گی کیونکہ حضرت



نے اپنی وفات سے کچھ ہی دیر پہلے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم روؤ نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہو کہ وہ پھر جائیں اور اپنی کوشش جاری رکھیں۔ خدا نے چاہا تو اس کی نوبت نہیں آئے گی اور کوئی نہ کوئی صورت غیب سے ضرور نکلے گی۔

چنانچہ مخدومہ کے حکم پر وہ لوگ دوبارہ بے بے اسپتال گئے اور اس کے سب سے بڑے ڈاکٹر سے ملاقات کی اور واقعہ کی ضرورت و اہمیت سمجھاتے ہوئے اس سے درخواست کی کہ آپریشن کے بغیر لاش کو باہر لے جانے کی کوئی صورت نکل سکتی ہو تو ازراہ کرم ہماری مدد کیجئے۔ ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا کہ اسے حسن اتفاق کہئے یا خدا کی غیبی مدد کہ آج ہی تین دن کے دورے پر امریکہ سے ایک سرجن آیا ہے جو لاشوں کو محفوظ کرنے کے فن میں ایکسپٹ ماٹا جاتا ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں شاید اس کے پاس کوئی ایسا فارمولا ہو جس میں آپریشن کی ضرورت نہ پڑے۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر جب واپس آیا تو اس کے چہرہ پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی اس نے بتایا کہ آپریشن کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ بس اتنا کیجئے کہ جب جنازہ تابوت میں رکھ دیا جائے تو سیل کرنے سے پہلے میرے پاس آجائے آپ کو چند گولیاں دی جائیں گی انہیں تابوت میں رکھ دیجئے اس ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اگر باہر کی ہوا تابوت کے اندر داخل نہ ہو تو تین مہینے تک لاش خراب نہیں ہوگی۔

مخدومہ آ پا جان کو جب یہ اطلاع دی گئی تو وہ سجدہ شکر میں گر پڑیں۔ اور بیساختہ کہا کہ یہ حضرت صدر الشریعہ کا کھلا ہوا تصرف ہے۔ پہلا بڑا ہی مرحلہ طے ہو جانے کے بعد اب کارپوریشن سے اجازت کا مرحلہ باقی تھا وہ بھی بفضلہ تعالیٰ چند گھنٹوں میں طے ہو گیا۔ اب تیسرا مرحلہ ریلوے کے محکمہ سے تعلق رکھتا تھا۔ سارے کاغذات لے کر جب وہ لوگ اسٹیشن پہنچے تو حسن اتفاق سے بمبئی کے ایک انتہائی بارسوخ شخص سے وہاں ان کی ملاقات ہو گئی جس کا ریلوے کے حکام پر بہت گہرا اثر تھا۔ اس نے تھوڑی ہی دیر میں کلکتہ بمبئی میل سے مغل سرائے تک سیکنڈ کلاس کے دو برتھر یزرو کرادیئے اور جنازہ مبارکہ کے تابوت کے لیے ایک دین بھی گھوسی تک کے لیے بک ہو گئی۔

جب وہ لوگ سب کچھ کر کر کر قیام گاہ پر واپس لوٹے تو غسل کی تیاری ہو رہی تھی۔ ظہر کے وقت تک تجہیز و تکفین سے لوگ فارغ ہو گئے۔ ظہر کے بعد ہزاروں عقیدتمندوں کے اصرار پر ایک



بہت بڑے میدان میں جنازے کی نماز پڑھی گئی۔ امامت کے فرائض جمعیتہ علمائے اہل سنت کے سربراہ حضرت مولانا حکیم فضل رحیم صاحب نے انجام دیئے۔ اس زمانے میں انہیں کے دفتر سے محرم الحرام کے جلسوں کے لیے واعظین و مقررین فراہم کیے جاتے تھے۔ ٹرم کے زمانے میں بھنڈی بازار میں واقع ان کا دفتر مسافر خانے میں تبدیل ہو جاتا تھا۔

کلکتہ بمبئی میل اس وقت 9 بجے شب میں بمبئی سنٹرل سے روانہ ہوتا تھا۔ حضرت کا جنازہ مبارک عصر کی نماز کے بعد قیام گاہ سے ہزاروں عقیدتمندوں کے ہجوم میں اسٹیشن کے لئے روانہ ہوا قیام گاہ سے ہزاروں عقیدتمندوں کے ہجوم میں اسٹیشن کے لئے روانہ ہوا۔ راستے بھرتابوت شریف پر گلاب کے پھولوں کی بارش ہوتی رہی گلاب کی پنکھڑیوں اور ہاروں سے تابوت شریف اس طرح ڈھک گیا تھا کہ تابوت شریف نظر نہیں آتا تھا۔ نعرہ تکبیر و رسالت کی گونج میں جنازہ مبارک مغرب کے وقت اسٹیشن پر پہنچا۔ مغرب کی نماز پلیٹ فارم پر ادا کی گئی۔ جیسے ہی تابوت شریف پلیٹ فارم پر رکھا گیا ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ مجمع میں بہت سے نعت خواں حضرات بھی موجود تھے۔ فرط شوق میں انہوں نے نعت خوانی شروع کر دی۔ اس وقت کا منظر اتارقت انگیز ہو گیا تھا کہ لوگ بے قابو ہو گئے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ بڑی مشکل سے صلاۃ و سلام کے بعد دیوانوں کا یہ شور تھا۔

8½ بجے شب میں ریلوے حکام نے بربیک وین کا دروازہ کھولا اور اس میں تابوت کے رکھنے کی اجازت دی۔ اجازت ملتے ہی کلمہ طیبہ اور درود و سلام کی گونج میں تابوت شریف اٹھایا گیا اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ اس میں رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد ریلوے حکام نے دروازے کو مقفل کر کے سیل کر دیا بہت سے لوگ پھولوں کے ہار لیے ہوئے وہاں اس وقت پہنچے جب دروازہ سیل ہو چکا تھا تابوت شریف پر پھول ڈالنے کا موقع نہ مل سکا تو باہر ہی انہوں نے جگہ جگہ پھولوں کے ہار لٹکا دیئے تابوت شریف رکھ دیئے جانے کے بعد ہم اور محمد و مہ آ پا جان دونوں سکنڈ کلاس کے ایک ریزرورڈ بے میں بیٹھ گئے۔ جب ٹرین کھلی تو نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے سارا پلیٹ فارم گونج اٹھا۔

ہمیں رخصت کرنے کے بعد حضرت کے مریدین و متوسلین نے بمبئی سے لے کر بنارس تک ان تمام بڑے بڑے شہروں میں جہاں ٹرین رکتی تھی اہل سنت کے علماء و عمائدین کو فون کے



ذریعے مطلع کر دیا کہ حضرت صدر الشریعہ کا جنازہ مبارکہ کلکتہ بمبئی میل سے آپ کے اسٹیشن سے گزر رہا ہے۔ اطلاع ملتے ہی ہر جگہ اہل سنت کے حلقوں میں اعلان کر دیا گیا کہ حضرت کے جنازے کا استقبال کرنے کے لیے آپ اسٹیشن پر پہنچیں۔ اس اعلان کے نتیجے میں ہر بڑے اسٹیشن پر بہت بڑی تعداد میں لوگ پہلے ہی سے کھڑے رہے جیسے ہی ہماری ٹرین پہنچتی لوگ اس ڈبے کی طرف دوڑتے جس میں حضرت کا تابوت شریف رکھا ہوا تھا۔ میں اپنے سیکنڈ کلاس کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا اور لوگوں سے پھولوں کے ہار اور عطر و گلاب کے تحفے وصول کرتا۔

جب ہماری ٹرین جبل پور پہنچی تو حضرت برہان الملتہ علامہ مفتی برہان الحق صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان جو اس وقت مدھیہ پردیش اسمبلی کے رکن تھے اپنے سینکڑوں معتقدین و متوسلین کے ساتھ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ انہوں نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے اسٹیشن ماسٹر کو اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ وہ تابوت شریف کا سیل توڑ کر تابوت شریف پر پھول ڈالنے اور عطر چھڑکنے کا موقع دے۔ چنانچہ وہاں سیل توڑ دی گئی اور لوگوں نے تابوت شریف کی زیارت کی اور اس پر پھولوں کے ہار ڈالے۔ باقی سامان ہمارے حوالہ کر دیا۔

جب ٹرین مغل سرائے پہنچی تو بنارس اور گردونواح کے سینکڑوں معتقدین و احباب وہاں جمع تھے۔ حضرت سے ارادت رکھنے والی کچھ خواتین بھی تھیں۔ لوگوں نے نعرہ بکسیر و رسالت کی گونج میں بریک دین سے تابوت شریف کو نکالا اور کاندھوں پر اٹھائے ہوئے بنارس جانیوالی ٹرین پر لے گئے وہاں بریک دین کے سامنے ریلوے حکام پہلے ہی سے موجود تھے۔ تابوت شریف اندر رکھوانے کے بعد دروازہ مقفل کر کے سیل کر دیا۔

جب ہماری گاڑی بنارس پہنچی تو بہت بڑا ہجوم جنازے کے استقبال کے لیے پہلے ہی سے وہاں کھڑا تھا۔ نعرہ بکسیر و رسالت کی گونج میں لوگوں نے تابوت شریف کو بریک دین سے باہر نکالا اور اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے چھوٹی لائن کے پلیٹ فارم پر لے آئے۔ یہاں گورکھپور جانے والی گاڑی بالکل تیار کھڑی تھی۔ یہاں بھی ریلوے حکام نے بریک دین کا دروازہ کھولا اور تابوت شریف اندر رکھ دیئے جانے کے بعد اسے مقفل کر دیا۔ مخدومہ آ پا جان اور ہم سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھ گئے۔ ایک بجے دن کے وقت ہماری ٹرین اندارا جنکشن پہنچی یہاں گھوسی جانے کے لیے ٹرین بدلتی تھی۔ پورا پلیٹ فارم اہل سنت کے علماء، طلبہ اور حضرت کے عقیدتمندوں سے بھرا



ہوا تھا۔ جیسے ہی ٹرین پہنچی لوگ بے قابو ہو گئے۔ نعرہ بٹے بجسیر و رسالت کے گونج میں تابوت شریف گورکھپور جانے والی ٹرین سے اتار کر گھوسی جانے والی ٹرین کے بریک وین میں رکھا گیا۔ یہاں سے کچھ خواتین بھی مخدومہ آ پا جان کے ساتھ سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھ گئیں۔

گھوسی اسٹیشن پر محشر آلام کا رقت انگیز منظر

جب ہماری ٹرین گھوسی کے اسٹیشن پر پہنچی تو ہر طرف غم زدہ انسانوں کا ایک سیلاب امنڈ رہا تھا۔ پلیٹ فارم پر تل رکھنے کو جگہ نہیں تھی۔ ہر طرف نالہ و گریہ کا ایک کہرام مچا تھا۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی سربراہی میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے سارے اساتذہ طلبہ اور علاقہ کے علماء عوام کے بے قابو ہجوم کو نظم و ضبط کی تلقین کر رہے تھے۔

بڑی مشکل سے تابوت شریف کے ڈبے تک جانے کے لیے راستہ بنایا گیا اور حضور حافظ ملت کو علماء کے مجمع کے ساتھ وہاں پہنچایا گیا۔ ڈبے کا دروازہ کھلتے ہی لوگ جذبات کے تلاطم میں بے قابو ہو گئے۔ حافظ ملت نے علماء کی مدد سے تابوت شریف کو اتارا اور کاغذ چاڑھا۔ اس کے بعد صرف اتنا یاد ہے کہ تابوت شریف کا ندھوں اور سروں سے گزرتے ہوئے پروانوں کے سیلاب میں قادری منزل کریم الدین پور کی طرف بڑھتا رہا۔

قادری منزل میں پہلے ہی سے ایک کہرام برپا تھا جیسے ہی تابوت شریف دروازہ پر پہنچا قیامت کا ایک منظر تھا حج و زیارت سے واپسی پر باپ کے استقبال کی تیاری کرنے والے آج تیبی کا داغ لیے ہوئے باپ کے جنازے کا استقبال کرنے کے لیے دروازہ پر کھڑے تھے۔ قادری رضا المصطفیٰ جن کی عمر اس وقت تیرہ چودہ برس تھی ان پر تو ایک عجیب دیوانگی کی کیفیت طاری تھی۔ بڑی مشکل سے انہیں قابو میں کیا گیا۔ حضرت کی دو صاحبزادیوں سعیدہ اور عائشہ خاتون نے جب اپنی غم نصیب ماں کو دیکھا تو روتے روتے ماں بیٹیوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ خاندان کے لوگ بھی غم سے ایسے نڈھال تھے کہ ان کا روناد دیکھا نہیں جاتا تھا۔ بڑی مشکل سے تابوت شریف آنگن میں اتارا گیا۔ جیسے ہی اوپر کا تختہ کھلا ایک عجیب قسم کی خوشبو سے ساری نفا سطر ہو گئی۔ حافظ ملت اور چند مخصوص علماء نے مل کر جنازہ مبارک تابوت سے باہر نکال کر ایک اونچے تختے پر سلا دیا جو اسی مقصد سے بنایا گیا تھا۔

کفن ہٹا کر پھول جیسے شگفتہ چہرے کا دیدار سب سے پہلے حافظ ملت نے کیا اس کے بعد



خاندان کے علماء اور اعزہ و اقارب زیارت سے مشرف ہوئے۔ پر نور چہرہ دیکھنے کے بعد حافظ ملت پر ایسی رقت انگیز کیفیت طاری تھی کہ اسے الفاظ و بیان میں منتقل کرنا ممکن نہیں۔ بخود ہی کے عالم میں وہ چیخ اٹھے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جسے ایک عاشق پاکباز، ایک حق پرست مردِ مومن اور ایک زندہ و جاوید فقیہ اسلام کا چہرہ دیکھنا ہو وہ یہاں آ کر دیکھ لے۔ جب خاندان اور جماعت کے اہم حضرات زیارت سے فارغ ہو چکے تو دیدار عام کے لیے جنازہ مبارکہ باہر لا کر رکھ دیا گیا۔ یہ روایت بھی باوثوق ذریعہ سے ہم تک پہنچی بہت سے بد عقیدہ لوگ حضرت صدر الشریعہ کا نورانی چہرہ دیکھ کر اپنی بد عقیدگی سے تائب ہو گئے۔ حضرت کی تدفین کے لیے وہی جگہ منتخب کی گئی جس کی نشاندہی حضرت نے ایک ہفتہ قبل اپنے سفر حج پر روانہ ہوتے وقت فرمائی تھی۔ دیدار عام کے بعد جنازہ مبارکہ اس باغ میں لے جایا گیا جہاں پہلے سے قبر شریف تیار تھی۔ حافظ ملت اور خاندان کے مخصوص افراد نے لحد میں حضرت کو اتارا..... شام ہوتے ہوتے علم و فضل زہد و تقویٰ اور مجدد و شرف کا تابناک سورج عالم جاوید کے افق کے نیچے ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا۔

قصبہ گھوسی کے بہت سے لوگ آج بھی اس کے شاہد ہیں کہ دفن ہونے کے بعد بہت دنوں تک قبر شریف سے خوشبو نکلتی تھی۔ جس سے سارا باغ معطر ہو جاتا تھا تیسرے دن فاتحہ سوم میں مضافات کے علاوہ دور دور سے لوگ شریک ہوئے۔ ماتم گساروں کے اجتماع میں علمائے کرام نے حضرت کی علمی و دینی خدمات ان کی مقدس شخصیت پر اپنے گرانقدر تاثرات کا اظہار فرمایا۔ عرس چہلم کے موقع پر ملک کے علاوہ بیرون ملک سے بھی کافی تعداد میں لوگ شریک ہوئے جو شریک نہ ہو سکے انہوں نے اپنے پیغامات ارسال کیے۔ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ و رضوان کا تعزیتی مکتوب اتنا دلدوز اور رقت انگیز تھا کہ پڑھتے وقت پڑھنے والا بھی اشکبار تھا اور سننے والے بھی اشکبار تھے۔

چہلم شریف کے بعد سال بھر تک اہل سنت کے مشاہیر و اکابر علماء فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لاتے رہے۔ یکم اور 2 ذی القعدہ کو حضرت کا سالانہ عرس شریف خلف اکبر محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب سجادہ نشین آستانہ قادریہ رضویہ امجدیہ کی سربراہی میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ جو اب ایک علمی اور فکری تقریب کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ استاذ الاساتذہ جامع معقولات حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمۃ



نے کافی جدوجہد کے بعد حضرت کے روضہ مبارک کی نہایت شاندار عمارت بنوائی ہے۔ اب حضرت مولانا عبدالشکور اعظمی اور ان کے رفقاء کے کارنے اس کی تعمیر جدید کے لیے ایک عظیم الشان منصوبہ تیار کیا ہے۔ خدا کرے وہ پایہ تکمیل کو پہنچے۔ اور حضرت صدر الشریعہ کے روحانی اور علمی فیض کا چشمہ اسی طرح جاری رہے^(۱)۔

قطعات تاریخ وصال و مادہ ہائے تاریخ

سورۃ الذاریات کی آیت ۱۵ ”إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ“ کے الہامی مادہ سے حضرت صدر الشریعہ کا سال وصال مستخرج ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جانشین خطیب اعظم پاکستان علامہ کوکب نورانی مدظلہ نے سن وصال کے مندرجہ ذیل تاریخی مادے استخراج فرمائے ہیں۔

۱۳۶۷ھ

- | | |
|------------------------------------|--|
| ☆ عد صاحب بہار شریعت | ☆ لوح مزار اقدس صدر الشریعہ |
| ☆ بہارِ حرمِ اہل سنت و جماعت | ☆ طوبی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ |
| ☆ اے غریقِ حب الہ | ☆ بے نظیر فقیہ |
| ☆ از یمن ذات امجد علی | ☆ مطلع جہان رضا امجد علی |
| ☆ عالم نوائے رضا امجد علی | ☆ از ابجد محمدی سنی حنفی ماتریدی قادری |
| ☆ طالبِ حقی، مولانا امجد علی اعظمی | ☆ اے دانشِ رضا |
| ☆ حق پرست صاحبِ فتویٰ | |

۱۹۴۸ء

- | |
|---|
| ☆ کل نفس ذائقۃ الموت |
| ☆ فقیہ عالم حرمِ اعلیٰ حضرت |
| ☆ عقدہ کشا مصنف بہار شریعت |
| ☆ جمال محمدی صدر و بدر شریعت، مولانا امجد علی |
| ☆ اے محبِ واحدان المتقین لبی ظلالی و عُیون |

(۱) ارشد القادری، علامہ، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر ۱۰۰-۱۰۵



☆ مداح اؤ مولانا امجد علی اعظمی انار اللہ برحمانہ

☆ اے خلیفہ احمد رضا امجد علی

☆ صدر الشریعہ بدر الطریقہ امجد قدس سرہ

☆ محبت منان صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی (۱)

○ شاعر اہل سنت جناب طارق سلطانپوری صاحب نے مندرجہ ذیل ۱۶ مادہ ہائے تاریخ اور دو قطعات تاریخ وصال ارشاد فرمائے ہیں۔

مادہ ہائے تاریخ

(۱) 1367ھ

☆ صدر شریعت النبی

☆ بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

786 + 581 = 1367

☆ آوازِ شانِ رضا ☆ انجمن ادب و تحقیق و نقاہت

☆ زیبائی ماہِ تفکر و تفقہ ☆ نوید بہارِ شریعت مدینہ

☆ وجیہ نقشِ علوم و فراست ☆ جلوۂ مناظرِ اسلام

☆ ہمہ حبِ مصطفیٰ امجد علی مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں

289 + 157 + 920 = 1367ھ

(ب) 1948ء

☆ شہقندہ اوجِ حبیب لاجواب امجد علی مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں

289 + 158 + 920 = 1948ء

بابِ طیبہ اجل امجد علی قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

31 + 192 + 1725 = 1948ء

☆ مایہ نازِ روزگارِ شخصیت ☆ موجِ فقرِ اعلیٰ حضرت

☆ قدمِ بزمِ شریعت و طریقت ☆ ”ناظم بہارستانِ علوم محمد“

(۱) مکتوب گرامی علامہ کوکب نورانی بنام مؤلف

marfat.com

Marfat.com



☆ زیبا جزائے جاوید تقویٰ ان المتقین فی جنت و غیون

(2) 1948 =

+ 1367

+ 581

قطعاتِ تاریخ

(1)

باغِ عالم کا ہو منظر کیوں نہ رنگین و حسین

گوشتے گوشتے میں ہیں طیب افشاں ریاضینِ رضا

مرشدِ کامل کا منظورِ نظر امجدِ علی

اس پہ دائم لطف فرما چشمِ حق بینِ رضا

اعلیٰ حضرت کے کمالِ علم کا عکسِ جمیل

منظرِ یکتائی تحقیق و تمکینِ رضا

شہِ دماغ، اعلیٰ مدرس، منظرِ اسلام کا

اس نے کی خدمت بہ اطمینان و تسکینِ رضا

دی امامِ اہل سنت نے خلافت بھی اسے

اس کا قول اس کا عمل تھا حسبِ آئینِ رضا

تھی ہمیشہ اس کی تحقیقی و علمی کوششیں

باعثِ خوشنودی و شاباش و تحسینِ رضا

عمر بھر باصدِ خلوص و استقامت وہ رہا

کاربند و عاملِ فرمان و تلقینِ رضا

اہل سنت کا وقار و افتخار اس کا وجود

اس کی شخصیت پہ نازاں ہیں حسینِ رضا

صاحبِ مجد و فضیلت اس کے سالِ وصل کی

میں نے اسے طارق کہی تاریخ "شاہینِ رضا"

1367ھ

(1) مکتوب گرامی جناب طارق سلطان پوری بنام مؤلف

marfat.com

Marfat.com

(2)

گر اہل چمن فخر کریں اس پہ بجا ہے
 امجد تھا گلابِ مہمن دانش و حکمت
 نکتہ رس و دیدہ ور و دانائے حقائق
 وہ شارح احکام و قوانین شریعت
 گلزارِ شریعت کی بہار اس کا تفکر
 وہ نیز تحقیق و مہ علم و فراست
 اک گوہر تابندہ یم فیضِ رضا کا
 صاحب نظر و راہ پر اہل بصیرت
 شاگرد بھی نامی ہوئے اس کے خلفا بھی
 اس سے ہے عیاں اس کی بزرگی و جلالت

اس عالم دین عاشقِ محبوبِ خدا کا
 طارق نے سن وصل کہا "مجدِ فضیلت"
 (1) 1367ھ



(1) مکتوبِ کرامی جناب طارق سلطان پوری بنام مؤلف

کرامات

کرامات

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی ساری حیات طیبہ شریعت و سنت کے مطابق ہونا تلامذہ کا جلیل القدر عالم اور عالم گر ہونا ساری کی ساری اولاد کا عالم و عامل دین ہونا اور آپ کی زندہ جاوید کتب کا مقبول خاص و عام ہونا کسی کرامت سے کم نہیں۔ لیکن عوام الناس صرف خوارق عادات ہی کو کرامت جانتے ہیں بجز تعالیٰ اس نوع کی کرامات سے بھی صدر الشریعہ کا دامن خالی نہیں ہے۔ لیجئے ثقہ راویوں کی زبانی ملاحظہ فرمائیے اور ایمان تازہ کیجئے۔

(1) خوشبو ہی خوشبو

مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے ”ہم سب کا ارادہ یہ ہوا کہ چہلم سے پہلے پہلے مزار اقدس کو پختہ بنا دیا جائے۔ وصال شریف کے پندرہ دنوں کے بعد چبوترے کی تعمیر کے لیے نیو کھودی گئی۔ اس کے بعد مزار اقدس پر جو چٹائیاں ڈال دی گئی تھیں وہ ہٹائی گئیں تو ایسی جان فزا خوشبو کا بھسوکا اٹھا کہ پوری فضا معطر ہو گئی۔ کام کرنے والے مزدور کام چھوڑ کر حیرت زدہ کھڑے تھے پھر اس کی شہرت ہوئی تو ہندو مسلمان شیعہ سنی وہابی دیوبندی سب حاضر ہوئے اور سب نے اس خوشبو کو سونگھا۔ سب حیرت زدہ رہ گئے حتیٰ کہ ایک دیوبندی مولوی جس کا نام اختر علی تھا اس نے اعلان یہ کیا کہ ”صدر صاحب نے مرنے کے بعد اپنی کرامت دکھادی“

یہ خوشبو مسلسل کئی دن تک اٹھتی رہی جب ڈاٹ لگا کر مزار شریف کا تعویذ بند کر دیا گیا تو یہ خوشبو کا اٹھنا بند ہوا۔

مگر پھر بھی بہت سے خواص نے بعد میں بھی اس خوشبو کو محسوس کیا۔ حضرت کے وصال کے وقت حضرت کے بڑے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری صاحب علیہ الرحمۃ دارالعلوم محمدیہ ضلع جھنگ میں تھے۔ قریب قریب سال بھر کے بعد جب وہ گھر واپس آئے تو حافظ ملت (مولانا عبدالعزیز قدس سرہ) ان سے ملنے کے لیے گھوسی تشریف لے گئے۔ آٹھ بجے رات کو پہنچے تھے ازہری صاحب سے ملاقات کے بعد بعد از نماز عشاء مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ ساتھ میں قاری محمد یحییٰ صاحب بھی تھے ان دونوں حضرات نے بھی یہ خوشبو مزار اقدس سے محسوس کی۔ اس پر حافظ ملت نے فرمایا کہ ”یہ حدیث پاک کی خدمت کا صلہ ہے قریب قریب چالیس سال حضرت

صدر الشریعہ نے مسلسل دورہ حدیث پڑھایا ہے یہ اس کی برکت ہے۔“ (۱)

(2) قبر کی مٹی ذریعہ شفا

مفتی صاحب ہی راوی ہیں کہ ”گھوسی کے مولانا فخر الدین کے والد محترم مولانا نظام الدین صاحب کے گردے میں پتھری ہو گئی تھی۔ انہوں نے ہر طرح کا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ بالآخر صدر الشریعہ قدس سرہ کی قبر انور کی مٹی استعمال کی جس سے ان کے گردے کی پتھری کا مرض تین دن میں دور ہو گیا۔“ (2)

حیات بعد از وصال

اولیاء اللہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اپنی قبور میں زندہ و تابندہ ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں حیات طیبہ سے نوازتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کون کہتا ہے کہ اولیاء مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

خوش نصیب لوگ وصال کے بعد بھی ان کی زیارت و دیدار سے شرف ہوتے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ ایک بانی فیض ولی اللہ تھے۔

وصال کے بعد ان کی حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن صاحب اور حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب قدس سرہ نے سر کی آنکھوں سے زیارت کی۔ تفصیل شاہزادہ صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ مصباحی مدظلہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔ غالباً 1391ھ یا 1392ھ کا واقعہ ہے کہ طویل غیر حاضری کے بعد عرس امجدی میں گھوسی وارد ہوئے (صدر الشریعہ کے) عرس کے اجلاس میں دوران تقریر اپنی مسلسل غیر حاضری کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ (مجاہد ملت) نے فرمایا کہ عرس کی آمد پر مجھے ہر سال حضرت علیہ الرحمۃ کی زیارت خواب میں ہوتی رہتی ہے جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ حضرت مجھے طلب فرمانا چاہتے ہیں۔ مگر چند ضروری مصروفیات عین وقت پر ہمیشہ رکاوٹ بن جایا کرتی تھیں۔ اس سال بھی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کی خواب

(1) شریف الحق امجدی مفتی ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 71 باختصار

(2) ایضاً ص 196

میں زیارت نصیب ہوئی۔ اس کیفیت میں کہ انداز سے جلال ظاہر ہو رہا تھا۔ یہی معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ اسی دوران عرس کا دعوت نامہ بھی موصول ہوا۔ اب بہر صورت آنا تھا اور آ گیا۔ ابھی سلسلہ تقریر جاری تھا کہ آپ اچانک مزار اقدس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اشک بار آنکھوں کے ساتھ رقت انگیز لہجے میں معافی کے خواستگار ہوئے۔ مجاہد ملت کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے تقریر شروع کی۔ دوران تقریر بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ جملہ صادر ہوا کہ حضرت صدر الشریعہ بلاشبہ ولی تھے وہ اب بھی اسی طرح زندہ ہیں جیسے پہلے تھے ابھی حضرت مجاہد ملت نے ان کا دیدار کیا۔ اتنا فرماتے ہی حضرت سنبھل گئے اور فوراً اپنی تقریر کا رخ موڑ دیا۔ چنانچہ جو حضرات متوجہ تھے اور جنہیں حضرت حافظ ملت کے کشف و کرامات نیز انداز بیان کا علم تھا وہ عقدہ حل کر چکے تھے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ حافظ ملت اور مجاہد ملت جنہیں حضرت صدر الشریعہ سے قرب حاصل ہے ان دونوں حضرات کو اس وقت حضرت کاسر کی آنکھوں سے دیدار نصیب ہوا۔ (۱)

آنکھ والا تیرے جو بن کا تماشہ دیکھے
دیدیہ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

(4) مشکل کشائی

خلیل ملت مفتی خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”طلبہ کی طرف التفات تام کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ فقیر کو ایک مرتبہ ایک مسئلہ کی تحریر میں الجھن پیش آئی خواب میں تشریف لائے کر ارشاد فرمایا ”بہار شریعت کا فلاں حصہ دیکھ لو“۔ صبح اٹھ کر بہار شریعت اٹھائی اور مسئلہ حل کر لیا۔ وصال شریف کے بعد فقیر نے دیکھا کہ کتب احادیث کا درس دے رہے ہیں۔ مسلم شریف سامنے ہے سفید اور شفاف لباس میں ملبوس تشریف فرما ہیں مجھ سے فرمایا آؤ تم بھی مسلم شریف پڑھ لو۔

(۱) مجاہد حسین عساقی مولانا نامہ نامہ اشرفیہ صدر اشرفیہ نمبر ۱۹۶

(5) بلند آوازی

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس وعظ میں ہزاروں افراد ہوتے۔ جب آپ بیان فرماتے تو ہر ایک کو یکساں آواز پہنچتی۔ یہ آپ کی کرامت تھی۔ حضرت صدر الشریعہ چونکہ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت تھے۔ لہذا آپ کو اپنے مرشد حضور غوث پاک کی بلند آوازی والی کرامت سے خصوصی فیض عطا ہوا۔ آپ بھی جب بیان فرماتے تو سارا مجمع سنتا بلکہ قریبی علاقوں کے لوگ بھی سنتے۔ (واضح رہے کہ اس وقت لاؤڈ اسپیکر کاررواج نہیں تھا) چنانچہ مولانا نصیر الدین صاحب استاذ الجامعۃ الاشرافیہ مبارک پور بیان کرتے ہیں۔ ”جب حضرت صدر الشریعہ (مبارک پور میں) تقریر فرماتے تو دیوبلی (مبارک پور کے قریب گاؤں) تک آپ کی آواز پہنچتی تھی۔ (1)

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ”مبارک پور مدرسہ اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر جامع مسجد راجہ شاہ مبارک میں (صدر الشریعہ) تقریر فرما رہے تھے ہم لوگ پرانے مدرسہ پرانی بستی میں تھے۔ وہاں سے آواز کی گھن گرج سنتے تھے۔ حالانکہ لاؤڈ اسپیکر اس وقت ہندوستان میں آیا بھی نہیں تھا۔ (2)



(1) عابد حسین مصباحی مولانا ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 186

(2) شریف الحق امجدی مفتی ایضاً ص 53

تذکرہ راجہ سید افضل دہلوی
مثنوی

نذرانہ اہل دانش

اساتذہ کی نظر میں

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمن

”امجد علی کو درسِ نظامی کے تمام فنون میں کافی دسترس ہے اور فقہ میں تو ان کا پایہ بہت ہی

بلند ہے۔“ (فیض الرسول مارچ 1976)

یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائے گا اس کی

وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذی ہے طرز

سے واقفیت ہو چلی ہے۔“ (المنقوٹ)

”ذوالجہد والجاہ والطبع السليم والفكر القويم والفضل والعلی مولانا ابو العلی مولوی حکیم محمد امجد علی

قادری برکاتی اعظمی بالمدہب والمشرّب والسکنی رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنی“

(بہار شریعت حصہ سوم)

میرا امجد مجد کا پکا اس سے بہت کچھ جانتے ہیں

(الاستمداد)

حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ

”مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے“

(ماہنامہ فیض الرسول مارچ 1966ء)

علامہ ہدایت اللہ خان رامپوری ثم جو نپوری علیہ الرحمۃ

”شاگرد ایک ہی ملا اور وہ بھی بڑھا پے میں“

معاصرین کی نظر میں

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ

مولانا امجد علی صاحب جو بات دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک دریائے ذخار

ہے جو موجیں مار رہا ہے۔“ (ماہنامہ فیض الرسول مارچ 1966ء)



مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ
اگر یہ (حضرت صدر الشریعہ) یہاں (بریلی) سے چلے گئے تو دارالعلوم منظر اسلام کی تعلیمی
حالت کمزور ہو جائے گی۔ لوگ یہ نہ خیال کریں کہ مولانا ظفر الدین صاحب یہاں آ کر اس
منصب کو سنبھال لیں گے۔ بے شک وہ جید عالم قابل مدرس ہیں مگر ذوالمجد والعلیٰ (حضرت صدر
الشریعہ) کے برابر وہ اس کام کو انجام نہ دے سکیں گے۔ اگر یہ یہاں سے چلے گئے تو علم کی بہت
بڑی دولت ہم لوگوں کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ ان کے سوا کوئی دوسرا اس جگہ کو پر نہیں کر سکتا۔
(ماہنامہ فیض الرسول مارچ 1966ء)

صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ
”یہ اعلیٰ حضرت کے احب الخلفاء ہیں“

صدر الشریعہ مفتی..... مجمع الفصائل والکلمات حامی الملتہ

صبر و اجر دنیا آپ سے سیکھتی ہے۔ (مکتوب قاسمی 28 اپریل و 30 ستمبر 1943ء)

حضرت علامہ سید احمد اشرف بن اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ

”یہ علم کی لائبریری ہیں۔“ (تعارفی تقریر سنی کانفرنس منعقدہ بھاکپور)

محدث اعظم ہند مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب قادری اعظمی مدظلہ نے ایسی تحقیق ایق فرمائی کہ

مخالف جاہل ہے تو امید قوی ہے کہ قبول حق کرے معاند ہے تو سکوت سے کام لے۔

(بہار شریعت حصہ دوم)

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ (مصنف حیات اعلیٰ حضرت)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب پھر حضرت صدر الافاضل کا ارتحال سنی دنیا میں سخت غم کی

بات ہے مگر مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ



افسوس زیادہ اس کا ہے کہ صدر الشریعہ کا واقعہ حضرت مفتی اعظم ہند کی غیبت اور صدر
الافاضل کا حادثہ حضرت صدر اہل سنت جناب محدث صاحب قبلہ کی عدم موجودگی میں ہوا۔ ان
لوگوں کو اس کا سخت صدمہ ہوگا۔

مجھے ان دونوں اساطین سنت کی جدائی کا جو صدمہ ہے وہ ہے اس کے علاوہ سخت صدمہ اس
کا ہے کہ ان دونوں کے سینوں میں جو کچھ معلومات اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعلق تھیں وہ اپنے
ساتھ لے گئے۔“
(دوبدبہ سکندری رام پور 21 نومبر 1948)

مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ

اکرم الاخوان و اصدق الخلان! نصاب تعلیم کا جو مسودہ حاضر خدمت کیا ہے غالباً آنجناب
نے اسے مکمل فرما دیا ہوگا اگر نہ کیا ہو تو اب وقت نکال کر تکمیل فرمادیں اس کی ضرورت ہے۔

(مکتوب قلمی 16 فروری 1944)

سید المتکلمین حضرت علامہ سید سلیمان اشرف صاحب (سابق صدر شعبہ دینیات مسلم
یونیورسٹی علی گڑھ)

مولانا لکھنوی العظیم، ذوالفضل والکرم! اس وقت سنی حنفی کوئی مدرس ایسا نہیں ہے جو معقول
و منقول صحیح استعداد کے ساتھ پڑھا سکتا ہو۔ میرے علم میں مولانا محدث سورتی رحمتہ اللہ علیہ اور
استاذ علیہ الرحمۃ کے صرف آپ ہی یادگار ہیں۔

(مکتوب قلمی۔ ۲ ستمبر ۱۹۳۲ء)

مناقب

السلام اے حضرت علامہ امجد علی

حضرت صدر الشریعہ کے وصال کے موقع پر کہی گئی پُرورد نظم

نتیجہ فکر: شیخ الحدیث والفقیر علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان

آہ اے صدر الشریعہ صدر بزم اہل دین آہ اے بدرِ طریقت مردِ میرانِ یقین
آہ اے غمخوارِ ملت عالمِ شرع متیں آہ اے احمد رضا خلد آشیاں کے جانشین
سر زمینِ ہند رحلت سے تیری مجبور ہے

اب جہانِ زندگی بے کیف ہے بے نور ہے
آہ اے مسند نشین، مسندِ علم و عمل لے گئی آغوشِ رحمت میں تجھے تیری اجل
ڈھونڈ کر لائیں کہاں سے ہم کوئی تیرا بدل تیری رحلت سے نظامِ سنیت میں ہے خلل
جنت الفردوس میں تیرا بسیرا ہو گیا

یہ جہانِ رنگ و بو لیکن اندھیرا ہو گیا
آہ گلشن میں گلوں کی حکمرانی کیا ہوئی گلستاں میں بلبلوں کی نغمہ خوانی کیا ہوئی
آسمان والو! قمر کی صوفشانی کیا ہوئی اے زمینِ ہند تیری شادمانی کیا ہوئی
ذرہ ذرہ کس لیے عالمِ کاشیوں جوش ہے

ہائے کس عالم کی میت آج زیبِ دوش ہے
آہ رخصت ہو گیا وہ فخرِ دین فخرِ وطن کون پہنچے گا بھلا احمد رضا خاں کا چمن
مٹ گئی ہندوستان سے درسگاہِ علم و فن آہ سونی ہو گئی اب فصلِ حق کی انجمن
خاک میں اب یادگارِ بزمِ خیر آباد ہے

آہ اے دستِ اجل فریاد ہے فریاد ہے
میکشو پیرِ مغاں کی ارغوانی اب کہاں مجلسِ تدریس کی نکتہ بیانی اب کہاں
اٹھ گیا اپنا مسیحا زندگانی اب کہاں آہ بزمِ معرفت کی وہ روانی اب کہاں

مٹ گئی بزمِ طرب مئے ہے نہ اب مئے نوش ہیں
 میکہدہ سونا ہوا جام و سیو خاموش ہیں
 اپنے رنج و غم کا دکھڑا اب سنا میں گے کسے؟
 بے کسی میں مونس و غمخوار پائیں گے کسے؟
 جب پڑے گی کوئی مشکل ہم بلا میں گے کسے؟
 آہ ہم گشتہ ہیں رہبر بنا میں گے کسے؟
 آج دشمن ہر طرف بیٹھے ہوئے ہیں تاک میں
 اور اپنا میر لشکر سو رہا ہے خاک میں
 سرزمینِ بند میں اب اس کا ثانی کون ہے؟
 جو مسلم سب کو جس کی نکتہ دانی کون ہے؟
 بھڑے جواک لفظ میں لاکھوں معانی کون ہے؟
 کر دے جو تقریر سے پتھر کو پانی کون ہے؟
 صد محاسن صد فضائل کس کی تنہا ذات تھی؟
 کون ہے وہ جس کی ہر بات میں اک بات تھی؟
 اے امیر کاروانِ اہل سنت الوداع
 اے علمبردارِ قوم و ملک و ملت الوداع
 واقفِ دینِ ہادیِ راہِ شریعت الوداع
 عارفِ حقِ محرمِ رازِ طریقت الوداع
 الوداع اے صاحبِ فضل و معانی الوداع
 الوداع اے گلشنِ ملت کے مالی الوداع
 السلام اے صدیہِ ملتِ ہادیِ حقِ پیشوا
 السلام اے ناخداے کشتیِ دہنِ پدی
 السلام اے نورِ چشمِ حضرتِ احمدِ رضا
 السلام اے فخرِ دینِ پروردہِ غوثِ الوری
 السلام اے اعظمی کے دین و دنیا کے ولی
 السلام اے حضرتِ علامہ امجد علی

بٹ رہی ہے تیرے دور پر.....

(نثار کریمی ممد)

بٹ رہی ہے تیرے دور پر حضرت صدر الشریعت
 نوحہ شاہِ ولایتِ خاک تیرے آستان کی
 دولتِ سمنان و نجر حضرت صدر الشریعت
 زورِ باطل کے مقابل تم کو بخشی تھی خدانے
 آبروئے ماہ و اختر حضرت صدر الشریعت
 قوتِ بازوئے حیدر حضرت صدر الشریعت
 لذتِ تسنیم و کوثر حضرت صدر الشریعت

مایہ احمد رضا ہو سایہ غوث الوریٰ ہو نائب فخر پیمبر حضرت صدر الشریعت
 کتنے سنگ رہگذر کو کر گئی قدموں کی ٹھوکر تاج سلطانی کا گوہر حضرت صدر الشریعت
 حشر تک یونہی رہے گا گلستانِ اہل سنت تیری خوشبو سے معطر حضرت صدر الشریعت
 ہم در دولت پہ آ کر لوٹ جائیں یونہی کیونکر ناز ہے تیری عطا پر حضرت صدر الشریعت
 میں نثارِ خستہ جاں ہوں آستانے پر کھڑا ہوں
 کاسہ امید لے کر حضرت صدر الشریعت

جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدرِ شریعت کا

(نثار کریمی)

اٹھا تھا لے کے جو ہاتھوں میں پر ہم اعلیٰ حضرت کا
 وہ میر کارواں ہے کارواںِ اہل سنت کا
 رہ الفت میں پایا تو نے وہ رتبہ شہادت کا
 حدِ لوراک سے آگے ہے زینہ جس کی رفعت کا
 ذرا اعجاز دیکھو یہ شہیدِ راہِ الفت کا
 ملائک بہر استقبال در کھولے ہیں جنت کا
 ہوا تیری توجہ سے مجاہدِ دین کا کوئی
 کوئی سردارِ دوراں اور حافظِ کوئی ملت کا
 یہ ساری برکتیں ہیں خدمتِ دینِ پیمبر کی
 جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدرِ شریعت کا
 مصنف بھی مقرر بھی فقیہِ عصر حاضر بھی
 وہ اپنے آپ میں تھا اک ادارہ علم و حکمت کا
 لیے بیٹھا تھا عشقِ مصطفیٰ کی آگ سینے میں
 ولایت کا جبیں پر نقشِ دل میں نور وحدت کا
 اجل نے رہ نمائی کی کہ فوراً مل گئی منزل
 گوارا تھا نہ شاید جھیلنا غم دشتِ فرقت کا

جو کرتا بڑھ کے پنجہ آزمائی کس میں ہمت تھی
 صف باطل کو اندازہ تھا اس بازو کی قوت کا
 شرف بخشیں قبولیت کا ان بے ربط لفظوں کو
 شمار آیا ہے در پہ لے کے نذرانہ عقیدت کا

عطا کر دے خدا صدقہ ہمیں صدر شریعت کا

(عبدالرحمن اکمل)

بلندی پر ستارہ کیوں نہ ہو پھر اس کی قسمت کا
 دیا امجد نے جس کو درس قانون شریعت کا
 بسایئے دل میں عشق مصطفیٰ طیبہ چلا راہی
 دینے کے سفر میں ہو گیا حقدار جنت کا
 رسول پاک کے عشق و محبت کا یہ صدقہ ہے
 جہاں میں ہر طرف ہے تذکرہ صدر شریعت کا
 حقیقت میں نہ کیوں اللہ کا محبوب ہو جائے
 نہ کھویا عمر بھر جس نے کوئی لمحہ عبادت کا
 مرادیں مانگنے والوں مرادوں سے بھرو دامن
 غنی و دربار ہے ان کا یہی ور ہے سخاوت کا
 در امجد سے منگنا کو برابر بھیک ملتی ہے
 گدا پہنچے تو نگر یا سوانی علم و حکمت کا
 در امجد پہ اکمل ہے کھڑا دامن کو پھیلانے
 عطا کر دے خدا صدقہ ہمیں صدر شریعت کا

ورق ورق کو گلِ لالہ کر دیا جس نے

(نازاں فیضی گیاوی)

فروغ مہر کے تاروں نے جب سلام کیا
تو ان کے نام محبت کا خط تمام کیا
قدم کی خاک کے ذرے مہک مہک اٹھے
جنہوں نے آپ کے کوچے کا احترام کیا
انہیں پرندوں کو بے شک ملی رہائی بھی
کہ جن کو آپ کی الفت نے زیرِ دام کیا
ہوا ہوس سے کنارہ کشی ملی اس کو
دو لمحہ جس نے تیرے خیمے میں قیام کیا
زمانہ تم کو جو صدر الشریعہ کہتا ہے
تو اس وسیلے سے اس نے خود اپنا نام کیا
میں سوچتا ہوں کہ میرے قلم کی نزہت کو
یہ کس نے بزم میں تمثیلِ رقصِ جام کیا
مبارک ان کو جنہوں نے علوم و عرفاں کی
جہاں میں ان کی اشاعت کا اہتمام کیا
ورق ورق کو گلِ لالہ کر دیا جس نے
تو رنگ و روپ کو اس کے مہ تمام کیا
فضا بھی عشق میں کس درجہ ہو گئی گلفام
نفس نفس کو متاعِ عروجِ بام کیا
پکار اٹھے گلستاں کے عندلیب تمام
چمک کے تو نے اے بلبل بڑا یہ کام کیا
ہے یہ نصیب کی رفعت کا حوصلہ نازاں
کہ جھک کے میں نے بھی چوکھٹ پہ کل سلام کیا

احمد رضا نے جس کو دعا میں کہا ”میرا“

(محمدنوشاد عالم چشتی)

وابستہ تھا جو ان سے وہ شاداں ہے آج بھی
 اس نسبت عظیم پہ قرباں ہے آج بھی
 تفقہ میں وہ کمال کے ہیں معترف سبھی
 ارباب علم و فن کے یہاں چمکا ہے آج بھی
 دم سے تیرے ”بہارِ شریعت“ ہے چار سو
 باطل تیرے فتاویٰ سے لرزاں ہے آج بھی
 دامن سے جو بھی ان کے جدا ہو کے رہ گیا
 وہ مصدرِ افکارِ پریشاں ہے آج بھی
 احمد رضا نے جس کو دعا میں کہا ”میرا“
 ”امجد“ یقیناً ”مجد“ میں پکا ہے آج بھی
 ثابت کیا ہے ”صدر الشریعہ“ نے بالیقین
 ”احمد رضا کا شمع فروزاں ہے آج بھی“
 چشتی بعدِ خلوص لکھو احترام سے
 اہل سنن پہ آپ کا احساں ہے آج بھی

دیارِ ہند سے نکلا تو بس پہنچا مدینے میں

(ڈاکٹر شکیل احمد شکیل اعظمی)

سکوں ملتا بھلا کیا دور رہ کر اس کو جینے میں
 نفس کو طائرِ جاں توڑ کر پہنچا مدینے میں
 تمہی صہبائے محبت اس کے دل کے آئینے میں
 سرور و کیف حاصل تھا اسے ہر لمحہ جینے میں

سکونِ دردِ دل کے واسطے نامِ خدا لے کر
مدینے کا مسافر بند سے پہنچا مدینے میں
نہ کر پائی کوئی بارِ مخالف گل سے آخر
جو روشن شمعِ عشقِ مصطفیٰ تھی اس کے سینے میں
وہ منزل آشنا تھا کیا بھٹکتا رہ گزاروں میں
دیارِ ہند سے نکلا تو بس پہنچا مدینے میں
متاعِ عشقِ سرکارِ دو عالم ہو جسے حاصل
کشش اس کے لیے کیا ہوگی دنیا کے خزینے میں
وہ جوشِ عشق تھا اس کا کرم تھا سرورِ دین کا
بغیر اسبابِ ظاہر کے بھی وہ پہنچا مدینے میں
ہے گھوسی سرزمینِ ہند کا وہ محترم خطہ
نہ جانے کتنے گوہر ہیں نہاں جس کے دفینے میں
ستارہ جگمگا اٹھتا نکلیل اپنے مقدر کا
مجھے بھی کاش مل جاتی جگہ تھوڑی مدینے میں
آپ کا احسان اے صدر الشریعہ کم نہیں

(شمشاد احمد مصباحی)

فقہ میں پایہ ترا اس آسمان سے کم نہیں
ہے مرا یہ قول برحق مدحِ شبہ ذم نہیں
آپ کی تصنیف نے مستغنی ہم کو کر دیا
غیر کے آگے جبینِ اہل سنت تم نہیں

نام سے تیرے لرزتا ہے وہابی کا وجود
تجھ سے ٹکرائیں یہ باطل کی صفوں میں دم نہیں

بازوؤں میں قوتِ امجد اگر ملتی رہے
گردشِ ایام کا پھر مجھ کو کوئی غم نہیں

آپ کے زورِ بیاں سے نجدیت مٹی رہی
آپ کی تحریر بھی تیر و سناں سے کم نہیں

ہر طرف علم و ہنر کا آپ سے دریا بہا
آپ کا احسان اے صدر الشریعہ کم نہیں

مل گیا شمشاد کو بھی عزمِ محکم کا جگر
قوتِ فکر و عمل میں اس کے زیرو ہم نہیں



کتابیات

marfat.com

Marfat.com

کتابیات

- 1۔ القرآن الحکیم
- 2۔ آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا، سوانح صدر الشریعہ، مکتبہ رضویہ، کراچی 1417ھ / 1997ء
- 3۔ ابوداؤد محمد صادق، مولانا، نباض قوم، محدث اعظم پاکستان کی مختصر سوانح حیات، مکتبہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ 1422ھ
- 4۔ احمد رضا خاں، امام، اعلیٰ حضرت، الاستمداد علی اجبال الاراد مع شرح کشف ضلال دیوبند، نوری کتب خانہ لاہور
- 5۔ احمد رضا خاں، امام، اعلیٰ حضرت، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
- 6۔ اختر حسین شاہ، سید، صاحبزادہ، سیرت امیر ملت، امیر ملت پبلی کیشنز لاہور، بار چہارم، 1999ء
- 7۔ امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، بہار شریعت، جلد اول، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1995ء
- 8۔ امجد علی اعظمی مولانا، صدر الشریعہ، بہار شریعت جلد دوم، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1995ء
- 9۔ امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، فتاویٰ امجدیہ، جلد اول، مکتبہ رضویہ، کراچی، طبع دوم 1998ء
- 10۔ امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، فتاویٰ امجدیہ، جلد چہارم، مکتبہ رضویہ، کراچی، طبع دوم 1997ء
- 11۔ بدرالدین احمد قادری رضوی، مولانا، سوانح امام احمد رضا، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر طبع ہفتم 1987ء
- 12۔ بدر القادری، مولانا، تذکرہ مصلح اہل سنت، انجمن انوار القادریہ، کراچی، 1997ء
- 13۔ جلال الدین احمد امجدی، مولانا، فقیہ ملت، خطبات محرم، شبیر برادرز، لاہور، 1989ء
- 14۔ حسن رضا خان، ڈاکٹر، فقیہ اسلام، اسلامک پبلی کیشنز سنٹر پٹنہ، انڈیا، 1981ء
- 15۔ خلیل خان برکاتی، مفتی، حضرت صدر الشریعہ کا انداز تدریس (قلمی)
- 16۔ خلیل خان برکاتی، مفتی، سنی بہشتی زیور، فرید بک شال، لاہور 2001ء

- 17۔ خلیل خان برکاتی، مفتی، موت کا سفر، پروٹریسوبکس، لاہور، 2000ء
- 18۔ رحمت اللہ صدیقی، پیغام رضا مفتی اعظم نمبر، رضا دارالمطالعہ، بہار انڈیا، 1997ء
- 19۔ صابر حسین شاہ بخاری سید، امام احمد رضا اور تحریک پاکستان، رضا اکیڈمی، لاہور، 1996ء
- 20۔ صابر حسین شاہ بخاری سید، خلفائے امام احمد رضا اور تحریک پاکستان، مکتبہ الاحباب، لاہور، 1997ء

- 21۔ ظفر الدین بہاری، مولانا، ملک العلماء، حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکتبہ رضویہ کراچی
- 22۔ عبدالاول جوپوری، مولانا، فقہ اسلامی، فرید بک شال، لاہور 1421ھ / 2000ء
- 23۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی، علامہ، بہشت کی کنجیاں، مکتبہ المدینہ، کراچی
- 24۔ عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ، رضا اکیڈمی، لاہور، 1422ھ / 2001ء
- 25۔ عبدالنعم عزیز، ڈاکٹر، یقین کے دو ماہ مبین، رضا اکیڈمی، بمبئی
- 26۔ علاء المصطفیٰ قادری، صدر الشریعہ، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی، انڈیا
- 27۔ غلام سرور قادری، مفتی، الشاہ احمد رضا بریلوی، انجمن اسلامیہ حنفیہ، ہارون آباد
- 28۔ غلام علی اوکاڑوی، مولانا، مجموعہ رسائل اشرفیہ، کرماں والا پبلشرز، کراچی، 1996ء
- 29۔ غلام معین الدین نعیمی، مولانا، حیاتِ صدر الافاضل، فرید بک شال، لاہور، 2000ء
- 30۔ غلام یحییٰ مصباحی، ڈاکٹر، مولانا احمد رضا اور انکے معاصر علمائے اہل سنت کی علمی وادبی خدمات، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، 1999ء

- 31۔ غلام یسین امجدی، مفتی، وقار شریعت، مکتبہ امجدیہ، کراچی، 1994ء
- 32۔ فیضان المصطفیٰ قادری، حضور صدر الشریعہ، حیات و خدمات، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی، انڈیا

- 33۔ مبارک حسین مصباحی، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، مبارک پورا انڈیا، 1995ء
- 34۔ محمد امیر شاہ گیلانی، مولانا، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، عظیم پبلشنگ ہاؤس، 1972ء
- 35۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، تاریخ آل انڈیائی کانفرنس، سعید برادران، کھاریاں، 1999ء

- 36۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیائی کانفرنس، عالمی دعوت اسلامیہ لاہور، طبع

سوم، 1997ء

37۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، محدث اعظم پاکستان، مکتبہ قادریہ، لاہور 1989ء

38۔ محمد سردار احمد، مولانا، مفتی، فتاویٰ محدث اعظم، مکتبہ قادریہ، فیصل آباد، 2001ء

39۔ محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، فرید بک شال، لاہور،

2000ء

40۔ محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، رضا اکیڈمی، بمبئی، 1410ھ

1990ء

41۔ محمد شہاب الدین رضوی، مولانا، مولانا تقی علی خان بریلوی، عالمی دعوت اسلامیہ، لاہور طبع

دوم، 1996ء

42۔ محمد صادق قصوری، مجید اللہ قادری، پروفیسر، خلفائے اعلیٰ حضرت، ادارہ تحقیقات امام احمد

رضا، کراچی، 1992ء

43۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، رضا دارالاشاعت،

لاہور، 1995ء

44۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، امام احمد رضا انٹرنیشنل سنی کانفرنس، لحمہ بہ لحمہ رپورٹ، رضا

اکیڈمی، لاہور

45۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان، فرید بک شال، لاہور، طبع

دوم 2000ء

46۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا، عظمتوں کے یاساں، مکتبہ قادریہ، لاہور، 2000ء

47۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، آئینہ رضویات، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی 1418ھ /

1997ء

48۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ادارہ تحقیقات امام احمد

رضا، کراچی طبع چہارم، 1999ء

49۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، خلفائے اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی، لاہور، 1998ء

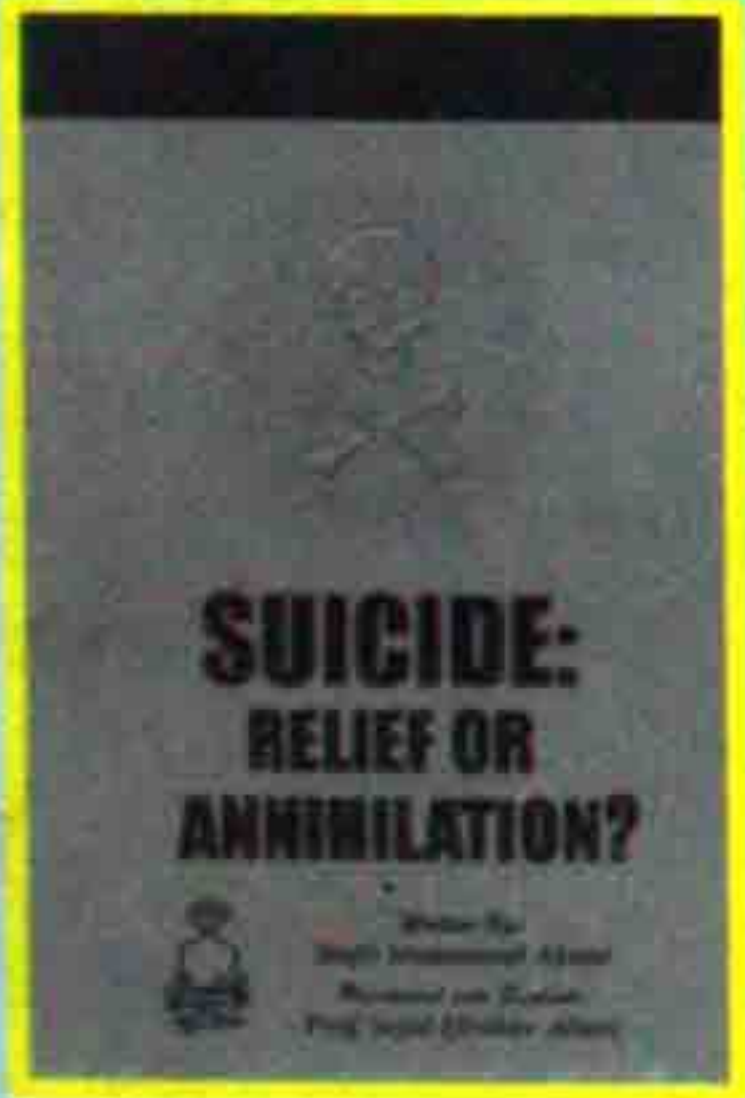
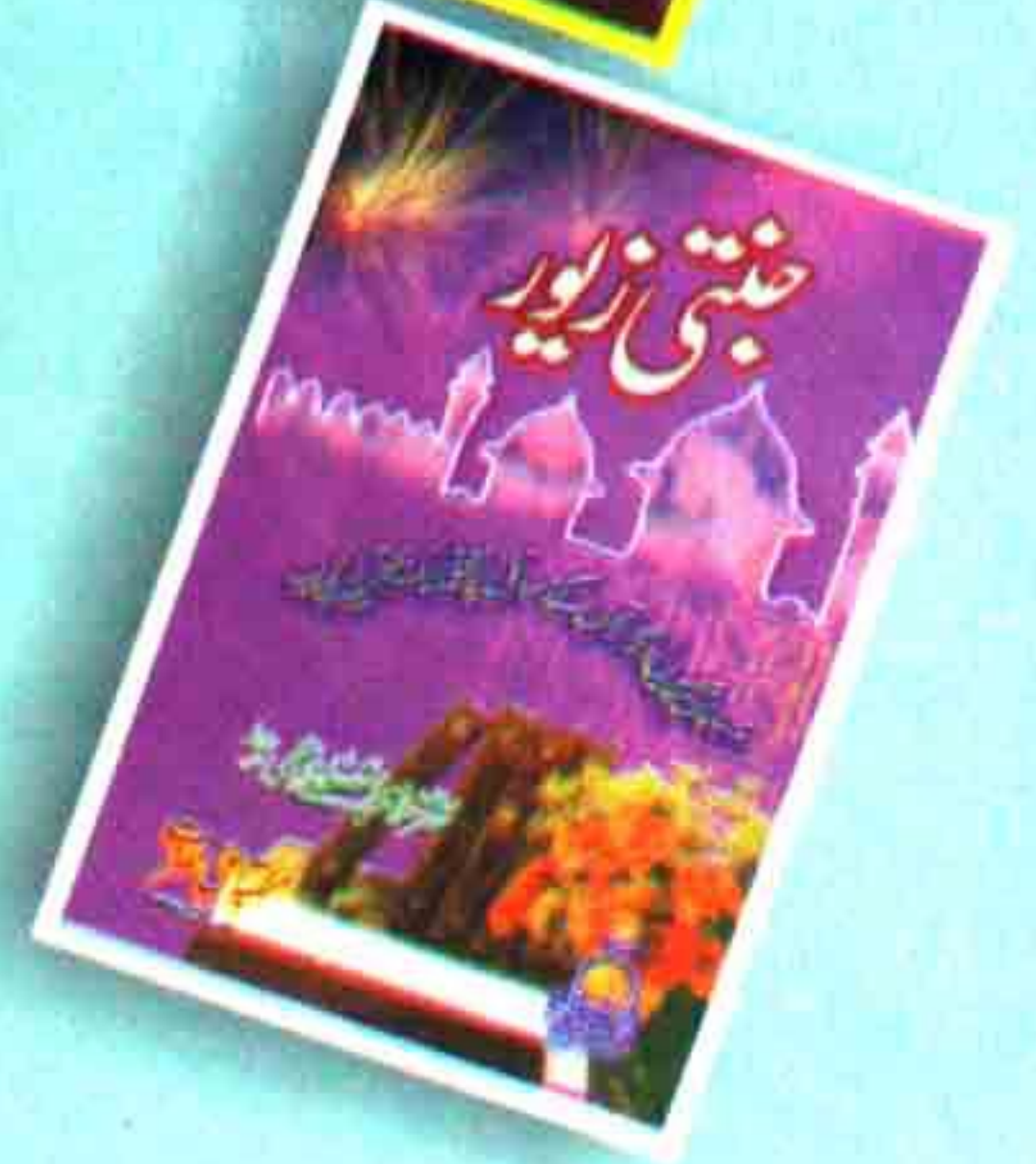
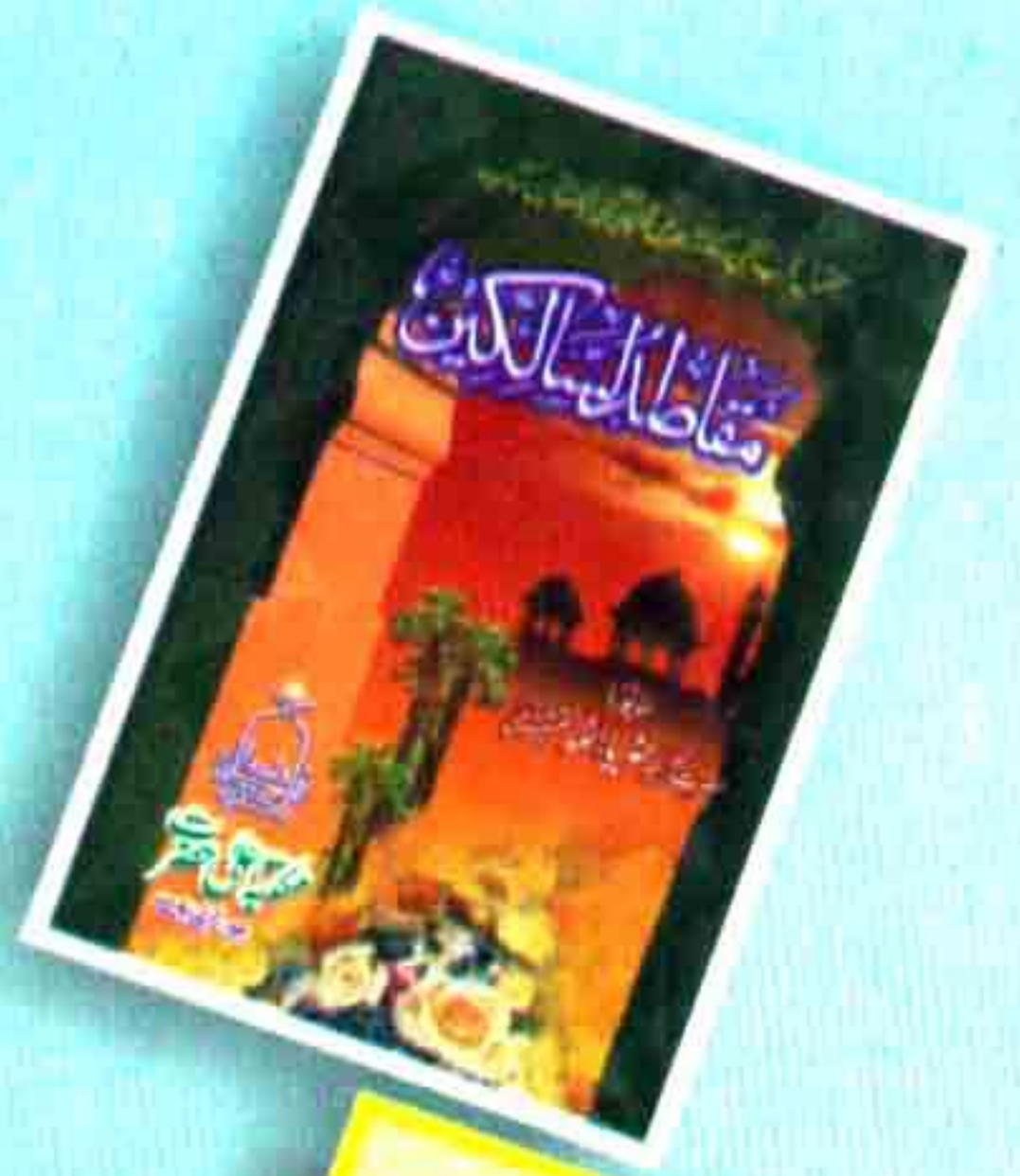
50۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، گناہ بے گناہی، ادارہ مسعودیہ کراچی، 1418ھ / 1998ء

- 51۔ محمد مصطفیٰ رضا، مفتی اعظم، المملووظ، رضوی کتب خانہ، بریلی
- 52۔ محمد منشاء تائبش قصوری، مولانا، تذکرہ حیات امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، رضا اکیڈمی لاہور، 2002ء
- 53۔ محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، رفاقتی کتب خانہ، 1391ھ
- 54۔ مشتاق احمد نظامی، علامہ، یاسان الہ آباد، امام احمد رضا نمبر، رضا اکیڈمی لاہور، طبع دوم، 2001ء
- 55۔ نسیم بستوی، علامہ، مجدد اسلام بریلوی، رضا اکیڈمی، لاہور
- 56۔ وجاہت رسول قادری، سید، معارف رضا، منظر اسلام نمبر، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی 2001ء
- 57۔ وقار الدین، مفتی، وقار الفتاویٰ، بزم وقار الدین، کراچی، طبع سوم، 1999ء
- 58۔ یسین اختر مصباحی، مولانا، فقہ اعظم ہند، مکتبہ المدینہ، کراچی، طبع دوم 1421ھ / 2000ء

رسائل و جرائد

- 59۔ اشرفیہ مبارک پور، اکتوبر نومبر 1995ء، اپریل 2001ء
- 60۔ جہان رضا، لاہور ستمبر اکتوبر 1997ء، اگست 2002ء
- 61۔ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، جنوری 1995ء، اکتوبر 2000ء، مارچ 2001ء
- 62۔ کنز الایمان دہلی، جون 2000ء، اگست 2000ء، دسمبر 2000ء، اکتوبر 2001ء
- 63۔ معارف رضا، کراچی، سالنامہ 1988ء، سالنامہ 1995ء، ماہنامہ مئی 2002ء





در بارہ مارکیٹ
ستا ہوٹل لاہور

ماننے کا پتہ

مکتبہ